# سیرت وشہادت

# سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

مع

۲ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت وشہادت

۳ تاریخ مذاہب ۴ اہلسنت والجماعت کا

نقطہ نظر پر علمی تحقیقی حاصل بحث کی گئی ہے

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی مد ظلہ

مرحبا اکیڈمی

یا اللہ جل جلالہ یا محمد ﷺ

صلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حق چار یار

تاریخ اِسلام
دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟
(حصہ پانزدہم)

# حضرت حُسین رضی اللہ عنہ

## سیرت و شہادت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی


مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

چکوال


سلسلہ اشاعت نمبر 43


شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

مکتبہ اسلامیہ حنفیہ
بن حافظ جی ضلع میانوالی
0321-5470972

☆☆☆☆

نام کتاب: تاریخ اسلام (حصہ پانزدہم) سیرت وشہادت حضرت امام حسینؓ

سلسلۂ اشاعت: 43 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 392

قیمت: 400 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 17 ذیقعدہ 1433ھ 5 اکتوبر 2012ء جمعۃ المبارک

ناشر: مرحبا اکیڈمی بن حافظ جی میانوالی روڈ ضلع میانوالی 0321-5470972

ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ملنے کے پتے:

| | |
|---|---|
| کشمیر بک ڈپو | تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148 |
| اعوان بک ڈپو | بھون روڈ چکوال 0543-553546 |
| مکتبہ رشیدیہ | بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200 |
| کتب خانہ مجیدیہ | بیرون بوہڑ گیٹ ملتان |
| مکتبہ عثمانیہ | بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14 |
| اسلامی کتب خانہ | بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5 |
| مکتبہ انوار القرآن | نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344 |
| مکتبہ حنفیہ | اردو بازار لاہور 0343-4955890 |

☆☆☆☆

# مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اچھے اور بُرے کی تقسیم ہر طبقہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ کُل کا کُل کوئی طبقہ خیر سے محروم نہیں ہوتا اور کُل کا کُل کوئی طبقہ شر سے خالی نہیں ہوتا، یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں طبقہ میں سارے لوگ اچھے ہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہو گا کہ فلاں طبقہ میں سارے لوگ بُرے ہیں، اہل السنت والجماعت نے راہِ اعتدال پر امت کو رکھنے کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک اصول وضع کیا ہے، اگر اس اصول کو دل و دماغ میں جگہ دے دی جائے تو کسی کی دل آزاری کا کوئی خدشہ جنم نہ لے اور نہ ہی پاکانِ امت پر کیچڑ اچھالنے کی کوئی ہمت کرے، وہ اصول یہ کہ تین طبقات ایسے ہیں جن میں کوئی برا نہیں، سب کے سب اچھے ہیں، ان میں اچھوں کے ساتھ "بروں" کی تقسیم کرنا اپنا ایمان داؤ پر لگانے کے مترادف ہے، وہ تین طبقات یہ ہیں۔

(۱) ملائکہ (۲) انبیاء علیہم السلام (۳) صحابہ کرامؓ

اول الذکر دو طبقات معصوم عن الخطاء ہیں اور صحابہ کرامؓ معصوم تو نہیں، مگر سایہ عصمت میں سانس لینے والے ہیں۔ صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر نے ان پر وہ رنگ جمایا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی اور صحابہؓ کے جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ نے جنت الفردوس میں شب معراج سید الملائکہ کو

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

ششدر کر دیا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کے لبوں پر وہ مسکراہٹ پھیلی کہ خود بہشت قربان ہونے کو بے تاب ہو گئی۔ اس لیے اہل السنت و الجماعت نے ان چودہ صدیوں میں صحابہ کرامؓ کے حوالہ سے کسی موڑ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا، مگر مسلمان کہلوانے والے ایک طبقہ کو ان پاکان امت سے وہ بیر پڑا کہ شیطان کے ذخیرہ میں شاید ہی کوئی ایسی گالی ہو، جو ان لوگوں نے صحابہؓ کو نہ دی ہو، ایک طرف دیو مالائی داستانیں اور زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اہل بیت عظامؓ کو انبیاء علیہم السلام کے برابر کر دیا گیا اور دوسری جانب ازواجِ مطہراتؓ اور اصحابِ رسول ﷺ کی بھونڈے انداز میں اتنی کردار کشی کی گئی کہ شرم سر پیٹ کر رہ گئی۔ علامہ حلّی کی "منہاج الکرامۃ"، قاضی نور اللہ شوستری کی "احقاق الحق" اور علامہ باقر مجلسی کی "بحار الانوار" انہی قہوہ خانی گپوں سے اٹی پڑی ہیں۔ اہل السنت و الجماعت نے فرقِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام صحابہؓ و اہل بیتؓ کی محبت کو اپنا جزوِ ایمان جانا ہے۔

حضرت امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کا سب سے پہلا اور شاندار تعارف بھی یہی ہے کہ وہ "صحابی رسول" تھے، کیوں کہ اہل بیتِ نبوی ﷺ میں شامل ہونے کے لیے "صحابی" ہونا ضروری ہے۔ نواسۂ رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے وہ ہماری آنکھوں کا نور ہیں، اور "شہید کربلا" ہونے کی حیثیت سے وہ امت مسلمہ کے مجاہدین و غیّور جان بازوں کے

سر خیل و مقتداء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام کی منقبت و مدح اہل سنت پڑھتے، سنتے آ رہے ہیں اور اسے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ سنی مذہب میں "حُسین ؓ" نام کے چرچے ہیں اور علمی و تحقیقی اعتبار سے بھی جتنا مثالی کام سنی علماء نے کیا ہے، شیعہ علماء اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے، چنانچہ اپنے عوام میں بھرم رکھنے کے لیے سالانہ جذباتی میلہ منعقد کر دیا گیا اور یوں جذبات و اشتعال میں سادہ لوح لوگوں کو مصروف رکھ کر خود ساختہ نظریات کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ اہل تشیع کے ساتھ اہل سنت کے اختلاف کی بنیاد حضرت امام حسین ؓ کی ذات نہیں ہے، ایک اصولی اختلاف ہے، کلمۂ اسلام، طریقہ نماز او قاتِ نماز، عقیدہ امامت، عقیدۂ رجعت، حلت متعہ و تقیہ، تحریفِ قرآن اور تبرّا جیسے اعمال و عقائد نے شیعت کو اسلام کے متوازی مذہب بنا دیا ہے۔ لیکن اس طبقے نے ہمیشہ حُب اہل بیت ؓ کی آڑ میں دینِ اسلام کی جڑیں کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دینِ فطرت کا ہر زمان و مکان میں علمی و تحقیقی انداز میں دفاع اور اشاعت کا فریضہ فقط اہل السنت و الجماعت نے سر انجام دیا ہے اور اسلام کا لیبل لگا کر جب کسی فرقہ نے برگزیدہ شخصیات کو مورد طعن بنایا تو ان شخصیات کا بھرپور دفاع بھی اہل السنت ہی کی جانب سے ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اہل السنت کہلوانے والوں میں سے اگر کوئی جادۂ اعتدال سے اتر کر ناصبیت یا خارجیت کا شکار ہوا تو اس کی تردید و

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تعاقب بھی انہی کی طرف سے ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد محمود احمد عباسی اور ان کے متبعین کا قلع قمع آخر کس نے کیا؟ شیعوں کی طرف سے "خلافتِ معاویہؓ ویزید" کے جو جوابات لکھے گئے ہیں، وہ اٹھا کر دیکھ لیجیے اور اہل سنت کی تردیدی کتب بھی باصرہ نواز کیجیے، یقیناً آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ علم نام کی کوئی چیز اگر ہے تو وہ سُنی کتب میں ہے، اور شیعہ کتب میں سوائے گستاخی صحابہؓ اور تاریخی کذبات کے کچھ نہیں، مثلاً مولانا محمد طیب موسوی جزائری جو کسی دور میں یہاں لاہور علامہ حائری کی مسجد میں پیش نماز اور خطیب رہے، بعد ازاں ایران چلے گئے تھے، انہوں نے محمود احمد عباسی کے جواب میں "آفتاب شہادت" اور منظور حسین بخاری اجنالوی نے "سیاست معاویہؓ و یزید" لکھیں، یہ دونوں ضخیم کتابیں ہیں مگر ان میں بجائے عباسی کی تردید کے اصحاب رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور خصوصاً سیدنا معاویہؓ کی تردید کی گئی۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائی حضور علیہ السلام کی توہین کرے اور نادان مسلمان بجائے اس کے اعتراضات کے جوابات دینے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے بیٹھ جائے، بہر حال یہ ایک مستقل موضوع ہے جو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بھی سنجیدہ و عالمانہ اور مبنی بر انصاف تحفظ اہل سنت نے ہی کیا ہے اور ماضی قریب میں اس کی واضح مثال ہمارے حضرت اقدس

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی ہے جنہوں نے رفض و بدعت کے ساتھ ساتھ خارجیت و ناصبیت کی دھجیاں بھی فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس پوری سُنی ملت کے مُحسنِ اعظم ہیں۔ محترم حافظ عبدالوحید حنفیؔ صاحب کو کم و بیش چالیس سال تک حضرتِ اقدسؒ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل رہی اور اس طویل عرصے میں حُبِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کا جو رنگ اپنے اوپر چڑھایا ہے، یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے، کیوں کہ حضرت اقدسؒ کی تو ایک نگاہ عظمتِ صحابہؓ کا دیوانہ بنا جاتی تھی۔ حافظ صاحب، صاحب مطالعہ ہیں اور نہایت سلیقے کے ساتھ کتابیں ترتیب دیتے ہیں، ان کی ترتیب شدہ کتب اچھی خاصی تعداد میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عوام الناس کی رہنمائی کا سبب بن چکی ہے۔ زیر نظر کتاب "سیرت و شہادتِ حضرت حسینؓ" بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، حضرت امام حسینؓ کے حوالہ سے زیادہ تر کتب یا تو واقعہ کربلا پر لکھی گئی ہیں، یا پھر حامیانِ یزید کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہیں، راقم الحروف کی تازہ تصنیف "دفاعِ حضرت حسینؓ" بھی انہی کتب میں سے ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب پیش کی جاتی جس میں حضرت حسینؓ کے بچپن سے لے کر پچپن (۵۵) تک کے حالات و واقعات کا جستہ جستہ تذکرہ ہو جو کم از کم عوام کو طول و طویل کتب سے بے نیاز کر دے، کیوں کہ اہل علم تو کتابوں کی کتابیں بھی پی جائیں تو ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کی پیاس نہیں بجھتی۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو بہترین جزاء دے کہ انہوں نے اس کمی کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس خدمتِ جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس عنوان پر پائی جانے والی غلط فہمیاں اس کتاب کے ذریعہ دور فرما کر سب کے لیے باعث ہدایت بنائے۔

؎ ایں دعا از من و از جُملہ جہاں آمین باد

محمد عبدالجبار سلفی

ادارہ مظہر التحقیق ملتان روڈ لاہور

۲۳ اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز جمعرات

بوقت نمازِ مغرب

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

# فہرست عنوانات

مقدمہ ........................................ 3
باب ... 1 ........................................ 19
سیرت و شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ ........ 19
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ .................. 19
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب ..... 19
ازواج و اولاد ........................................ 20
(۱) پہلی زوجہ شہر بانو دختر شاہِ ایران یزدجرد ........................................ 20
(۲) دوسری زوجہ لیلیٰ دختر ابو مرہ ثقفی 20
(۳) تیسری زوجہ دختر قبیلہ قضاعہ ....... 20
(۴) چوتھی زوجہ حضرت رباب دختر ام القیس ........................................ 20
(۵) پانچویں زوجہ ام اسحٰق دختر طلحہ بن عبید اللہ تیمی ........................................ 21
(۶) چھٹی زوجہ عائشہ بنت عثمانؓ ذوالنورین ........................................ 21
(۷) ساتویں زوجہ قریبۃ الصغریٰ ......... 21
(۸) کنیزوں کی اولاد ......................... 21
باب ... 2 ........................................ 24
فضائل سیدنا امام حسینؓ ..................... 24
سیدنا حسینؓ کے کانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ........................................ 24
سیدنا حسینؓ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا .. 24
سیدنا حسینؓ کا سر منڈوانا اور چاندی صدقہ کرنا ........................................ 24
حضرت حسینؓ کی تلاوت قرآن ......... 25
سیدنا حضرت حسینؓ کا خضاب لگانا ....... 25
سیدنا حضرت حسینؓ کی سخاوت .......... 25
حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی شان .. 26
حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان .......... 26
حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی شان .. 27
حضرت امام حسنؓ کی فضلیت ............ 28
فضائل امام حسنؓ و امام حسینؓ ........... 29
حضرت حسینؓ فرات کے کنارے شہید ہوں گے ........................................ 29
حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان ........................................ 30
حضرت امام حسنؓ کی فضیلت ........... 30
قتل حسین کی خبر حدیث میں ........... 31
حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان .......... 31
حسنؓ و حسینؓ دو پھول ................... 31
حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی شان ...... 32
حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان .......... 32
حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے فضائل ... 32
امام حسنؓ و حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں ........................................ 36
شانِ امام حسینؓ ........................ 37

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب ... 3 ............................ 39
امام حسینؓ کی مُبارک زِندگی ............ 39
دورِ فاروقِ اعظمؓ میں حضرت امام حسینؓ کی
ایک شادی ........................ 39
فاروق اعظمؓ کے حضرات حسنینؓ کے ساتھ
باہمی تعلقات ........................ 42
حضرات حسنینؓ کے لئے یمن کے کپڑے 42
حسنؓ و حسینؓ کا بیت المال سے وظیفہ بدری
صحابہؓ کے برابر .................... 44
حضرت عمرؓ فاروق حضرت حسینؓ کے بہنوئی
تھے ............................. 45
باب ... 4 ............................ 49
خلافت و حکومت ....................... 49
خلفائے راشدینؓ کا زمانہ خلافت ........ 49
اسلامی دورِ حکومت .................... 51
خلافت الٰہی ........................ 51
صحابہ کرامؓ کی حکومت کا دورِ ثانی ...... 52
مسلمانوں کی حکومت کا دورِ ثالث ...... 52
مسلمانوں کی حکومت کا دور رابع ........ 52
حکومت کی تعریف .................... 53
حکومت اعلیٰ ........................ 54
حکومت الٰہی ........................ 54
حضور ﷺ کا ارشاد .................... 55
الحاکم بامر اللہ ...................... 55
چار یارؓ خلفائے راشدینؓ ................ 56
آیت تمکین۔ خلافت نبوت ............. 56
۲۔ آیت استخلاف۔ مہاجرین صحابہؓ سے وعدہ
خلافت ............................ 58
آیت استخلاف میں لفظ منکم سے مراد ... 61
باب ... 5 ............................ 63
حسنینؓ کی جہادی خدمات .............. 63
عہد خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ ..... 63
(۱) جنگِ سبیطلہ ...................... 63
(۲) جنگ طمیسہ ...................... 64
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرات حسنین
رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت کی .. 64
حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسنؓ کی جنازہ
میں شرکت ......................... 66
اہل السنت و الجماعت کون ہیں؟ ........ 67
ہارون الرشید کا حضرت عثمانؓ کے متعلق
استفسار ............................ 67
عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی
طالب کی بیعت ...................... 68
باب ... 6 ............................ 69
حضرت امام حسنؓ و حسینؓ ............. 69
دورِ خلافت علیؓ المرتضیٰ ............... 69
حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش: .... 70
بصرہ میں جنگ جمل .................. 72
جنگ صفین .......................... 75
(۲) جنگ بندی ربیع الاول ۳۸ھ اور حکمین

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کا فیصلہ رمضان ۳۸ھ ........ 78
حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی ........ 91
حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا اور بخشش ........ 92
اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم
فریقین کا باہمی معاہدہ ........ 94
جنگ نہروان خوارج کی ابتداء ........ 95
خارجیوں سے قتال کے متعلق پیش گوئی. 97
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام 104
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ........ 105
حضرت امام حسنؓ کی ایک غلط عقیدہ کی تردید ........ 107
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف ........ 107
حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر .. 109
حضرت امام حسنؓ کی کوفہ سے مدینہ روانگی ........ 110
مدینہ میں حضرت حسنؓ کا قیام........ 111
عہد خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ........ 111
جنگ قسطنطنیہ ۴۹ھ میں شرکت........ 112
حضرت امام حسینؓ کی تین معرکوں میں شرکت ........ 113
حضرت امام حسینؓ کا سفر جہاد ۱۵۰۰۰ کلومیٹر........ 113
قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت........ 114
حدیث اُمّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ ..... 114
دوسری روایت حدیث ام حرامؓ ....... 114
فوائد و بشارت........ 117
حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات ........ 117
حدیث مغفور لھم کی بحث ........ 118
بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق........ 122
باب ... 7 ........ 127
تاریخ کی اہمیت ........ 127
مؤرخین پر تنقیدی نگاہ........ 127
تاریخ میں غلطی کے اسباب ........ 128
مغالطوں پر تفصیلی روشنی ڈالنی ضروری تھی ........ 129
تاریخ میں جھوٹ اور سچ کا اور غلطیوں کا احتمال........ 129
تاریخ میں غلطیوں کے کئی اسباب ہیں. 129
خبروں کی جانچ کا ایک معیاری قاعدہ .. 131
بہت سی محال خبریں مان لی جاتی ہیں .. 132
خبروں کی صحت کا معیار........ 132
حکومت و ریاست کا فرق........ 133
حکومت کی غرض و غایت خلق خدا کی کفالت

ہے ..... 133
اسلام نے عربوں میں سیاست کی اہلیت پیدا کی ..... 134
حکومتوں کی ابتدا دین اور غلبہ سے ہوتی ہے ..... 135
کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ ..... 136
غلبہ اسلام ..... 137
عروج و زوال کا قرآنی دستور ..... 138
اسلامی حکومت کے تحت مسلمان ساتوں اقلیموں میں چھا گئے ..... 139
لوگوں کی طرح حکومت کی عمریں بھی طبعی ہوتی ہیں ..... 140
حکومت کی حقیقت ..... 141
نرمی و خوش اخلاقی حکومت کی عمدگی کی جڑ ہے ..... 142
حقیقت خلافت و امامت ..... 143
خلافت و امامت کا مفہوم ..... 144
خلیفہ کو امام کہنے کی وجہ ..... 144
کیا تقرر امام ضروری ہے؟ ..... 145
امام کے قریشی النسب ہونے کی شرط ..... 145
شرط نسب کی حکمت کیا ہے؟ ..... 146
خلافت و بادشاہت ..... 148
بادشاہت کیا ہے؟ ..... 149
مطلق بادشاہت بری نہیں ..... 149
حضرت فاروقؓ کا سوال اور حضرت امیر معاویہؓ کی وضاحت ..... 150
خلافت کیا ہے؟ ..... 151
حضرت ابو بکرؓ صدیق کو کیوں خلیفہ چنا گیا؟ ..... 151
صدیق اکبرؓ نے فاروقؓ اعظم کو ولی عہد مقرر فرمایا ..... 152
خلفائے راشدینؓ بادشاہت سے بیزار تھے ..... 152
حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ کا اجتہاد درست تھا ..... 153
حضرت عثمانؓ نے جان دی مگر اتحاد پر آنچ نہ آنے دی ..... 153
خلافت و امامت میں نیابت ..... 154
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت میں ایک سوال کا جواب ..... 154
عہد خلافت راشدہؓ میں دینی زور ..... 155
علامہ ابن خلدونؒ کی مسلمانوں کو نصیحت ..... 155
امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری یزید پر ہے ..... 156
باغیوں سے جنگ نہ کرنے کے لیے امام کا عادل ہونا ضروری ہے ..... 157
بیعت خلافت کی تعریف ..... 158
بیعت کی وجہ تسمیہ ..... 158
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مکتوب

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
159 ..................................
حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چٹھی...... 163
اہل السنت کی تعریف حضرت علیؓ کی زبان
مبارک سے........................ 166
حضرت حسینؓ کی بیان کردہ روایات ... 167
ابو بکرؓ و عمرؓ، حسنؓ و حسینؓ کو برا کہنے کی
ممانعت........................... 167
ابو بکرؓ و عمرؓ خلفاءِ راشدین میں سے تھے 168
خلفاء ثلاثہؓ کی فضیلت حضرت علیؓ اور حسینؓ
کی روایت ....................... 169
حضرت علی المرتضیٰؓ کا خطبہ........... 169

**باب ... 8 ........................ 176**

بیعت خلافت ..................... 176
بیعت خلافت یزید کا مسئلہ .......... 176
حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت 177
ولی عہدی ......................... 179
حضرت امام حسینؓ کی عظمت، حضرت امیر
معاویہؓ کی نظر میں.................. 180
سیدنا معاویہؓ کی یزید کو حضرت حسینؓ کے
احترام کی وصیت ................... 182
خلافتِ یزید......................... 183
حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے
مشاورت.......................... 185
ولی عہد مقرر کرنے کی حکمت........ 186
عبداللہ بن عمرؓ کی تجویز............... 186
حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے دعا
187 ..................................
حل اشکال.......................... 188
شہید کربلاؓ حضرت امام حسینؓ.......... 189
خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ ... 190
کیا باپ کا جانشین بیٹا ہو سکتا ہے؟ .... 191
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حضرت حسینؓ کو خلیفہ
بنانا .............................. 191
اہل تشیع کے نزدیک بھی حضرت علیؓ نے
بیٹے کو خلیفہ بنایا ................... 192
حضرت معاویہؓ کا انتقال اور ان کا وصیت
نامہ.............................. 193
وصیت نامہ اصلی ہے یا جعلی.......... 196
حضرت امیر معاویہؓ سے منسوب جعلی وصیت
نامہ ............................. 198

**باب ... 9......................... 200**

یزید بن معاویہؓ کا دور حکومت ........ 200
امام حسینؓ اور یزید .................. 200
یزید کا ولید بن عتبہ گورنر کے نام خط . 201
ولید بن عتبہ اور امام حسینؓ کی ملاقات 203
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طلبی....... 205
عبداللہ بن زبیر کی مکہ روانگی ......... 205
حضرت امام حسینؓ کی مکہ روانگی ....... 206
عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت سے انکار..... 206

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؓ کی مکہ آمد ........ 206
حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی بیعت ........ 207
امام حسینؓ سے اہل کوفہ کی خط و کتابت مکہ میں ........ 207
کوفیوں نے ۱۲ ہزار جعلی خطوط امام حسینؓ کو لکھے ........ 208
حضرت امام حسینؓ کا خط اہل کوفہ کے نام ........ 209
اہل کوفہ کا ایک اور جعلی خط ........ 211
مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی ........ 212
مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں آمد ........ 213
امارت کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر ........ 214
امام مسلم بن عقیلؓ کا حضرت امام حسینؓ کو خط ........ 214
یزید کا خط بنام ابن زیاد ........ 214
ابن زیاد کا بصرہ سے چل کر کوفہ میں داخل ہونا ........ 215
ابن زیاد کے کوفہ میں داخل ہونے کی دوسری روایت ........ 216
کوفیوں نے ابن زیاد کو امام حسینؓ سمجھا 217
مسلم بن عقیلؓ کی ۱۸ ہزار آدمیوں نے بیعت کی ........ 218
مسلم بن عقیلؓ کی ۸۰ ہزار نے بیعت کی ........ 219
مسلم بن عقیلؓ کی قصر ابن زیاد کی طرف پیش قدمی ........ 219
ابن زیاد کی پریشانی گورنر ہاؤس میں صرف بیس افراد ........ 220
اہل کوفہ کی عہد شکنی اور گھروں کو واپسی ........ 221
کثیر بن شہاب کی تقریر پر اہل کوفہ گھروں کو چل دیے ........ 222
مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور شہادت 223
ابن اشعث سے ابن عقیلؓ کی وصیت . 224
ابن اشعث کا قاصد امام حسینؓ کی طرف روانہ ........ 225
ابن زیاد کا امان دینے سے انکار ........ 227
مسلم بن عقیلؓ کی وصیت ........ 227
شہادت مسلمؒ بن عقیلؓ ........ 229
مسلم و ہانی کے سروں کی شام روانگی .. 231

**باب ... 10 ........ 232**

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ روانگی ........ 232
عبداللہ بن عباس کی رائے ........ 233
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے ........ 234
حضرت ابن عباس کی رائے کہ کوفہ نہ جائیں ........ 234
حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو ........ 235

عبدالوحید الحنفی
خادم اہلسنت حافظ

عمرو بن سعید گورنر مکہ کا امام حسینؓ کے لیے امان نامہ ........................ 236
حضرت حسینؓ جنگ کے لیے کوفہ نہیں جا رہے تھے........................ 237
حضرت حسینؓ کے خیر خواہ جنہوں نے نقل مکانی سے منع کیا ........................ 239
کوفی خارجی سازش ........................ 240
حضرت حسینؓ کو راستہ میں اطلاع کہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ نہیں ........................ 241
امام حسینؓ کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو ........................ 242
امام حسینؓ سے ہشام اور عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو ........................ 243
حضرت حسینؓ کا بطن العقبہ میں قیام .. 244
امام حسینؓ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا ........................ 244
برادران مسلمؓ کا قصاص پر اصرار ..... 245
امام حسینؓ کے ساتھ کوفیوں کا سلوک . 245
امام حسینؓ کا خط کوفہ والوں کے نام .. 247
امام حسینؓ کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت ........................ 247
زماعہ کے مقام پر امام حسینؓ کا خطبہ . 248
صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے ........................ 249
ابن زیاد کے لشکروں سے آمنا سامنا .. 250
عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا لشکر آپ کی شرائط ........................ 250
حضرت حسینؓ کا اپنے ہمراہیوں سے خطاب ........................ 252
سانحہ کربلا و شہادت حسینؓ........... 253
حُر کا لشکر........................ 253
حضرت حسینؓ کی نماز ظہر کی امامت .. 253
حضرت حسینؓ کی نماز عصر کی امامت .. 254
حر کو امام حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط دکھائے........................ 254
حر کا حضرت حسینؓ کو مشورہ ......... 255
حضرت حسینؓ کا بیضہ میں خطبہ....... 256
حضرت حسینؓ کو خواب میں شہادت کی بشارت ........................ 257
منازلِ سفر از مدینہ منورہ تا کربلا (عراق) ........................ 258
باب ... 11 ........................ 260
امام حسینؓ کربلا کے میدان میں ........... 260
ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام ....... 261
حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کی ملاقات ........................ 262
حضرت حسینؓ کی تین شرائط ......... 263
شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی..... 264
ابن سعد کا ابن زیاد کے خط پر تبصرہ .. 266
ابن سعد کی طرف سے جنگ کرنے کا قصد

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت حسینؓ کو خواب میں بشارت ... 267
حضرت عباس بن علیؓ کے مذاکرات ... 268
حضرت حسینؓ کو خط لکھنے والے سے گفتگو .................................. 269
عزرہ قیس احمسی .................. 269
زہیر بن قین اور عزرہ کی گفتگو........ 269
مذاکرات کے ذریعہ ایک رات کے لیے جنگ مؤخر .................................. 270
حضرت حسینؓ کی اپنے ہمراہیوں کو جانے کی اجازت ............................ 272
حضرت حسینؓ کا حضرت زینبؓ کو دلاسہ اور وصیت ................................ 274
میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی وصیت ................................ 275
حسینی لشکر کی ترتیب اور تعداد......... 275
کربلا میں افواج کا اجتماع اور تعداد ..... 276
ابن سعد کے لشکر کی صف بندی ...... 277
کوفیوں نے امام حسینؓ کو یزید کے پاس جانے نہ دیا................................ 278
امام حسینؓ سے جنگ کرنے والے سب کوفی تھے .................................. 279
جنگ میں پہل کرنے سے حضرت حسینؓ کی ممانعت................................ 279
حضرت حسینؓ کا میدان کربلا میں جنگ سے پہلے تاریخی خطبہ........................ 280
زہیر بن قینؒ کا خطاب: ہم ایک دین، ایک ہی ملت پر ہیں ...................... 283
حُر کا اپنے قبیلہ سے خطاب........... 285
حُرؒ پر پہلا حملہ ...................... 286
اصحاب حسینؓ کا جوابی شدید حملہ ...... 286
معرکہ کربلا کے شہداء................ 286
حضرت حسینؓ پر ابن نمیر کندی کا حملہ 287
حضرت حسینؓ پر شمر کا حملہ .......... 287
گھمسان کی جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت . 289
شہادت حضرت حسینؓ ............... 289
اہل بیت میں سے شہدائے کربلا....... 290
شہدائے کربلا کے جنازے........... 291
شہدائے کربلا کی تدفین ............. 292
کوفیوں کے مقتول.................. 292
کربلا میں شہید ہونے والے (۸۷) آدمی تھے ................................... 292
سر حسینؓ کی روانگی کوفہ ............. 292
ابن زیاد نے قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا ................................... 293
**باب ... 12 ......................... 294**
اہل بیتؓ کی کوفہ روانگی ............. 294
حضرت حسینؓ کے سر کی شام روانگی.. 294
شہادتِ حسینؓ پر یزید کا اظہار تاسف . 296
واقعہ کربلا شیعہ راوی کی روایت....... 296
سر حسین کے متعلق دوسری روایت یزید کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

گھر افسوس ........................ 298

اہل بیت اور یزید کا حادثہ کربلا پر رنج و غم ........................ 299

یزید نے بھی قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا ........................ 300

اہلِ بیت کے بچوں کو دیکھ کر یزید کے تاثرات ........................ 301

یزید نے اہل بیت کو قید سے آزاد کر دیا ........................ 302

یزید کا واقعہ کربلا پر اظہار افسوس..... 302

یزید کا حضرت امام زین العابدینؒ سے حسن سلوک ........................ 303

امام حسینؓ کی یزید سے رشتہ داری..... 303

یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرانا..... 303

لعن یزید کا مسئلہ ........................ 305

یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ ...... 306

یزید فاسق تھا ... حضرت تھانویؒ ........ 307

حضرت حسینؓ کا موقف ............ 308

یزید کی علیؒ بن حسینؓ سے بات چیت . 309

شہدائے کربلا میں شہدائے بنی ہاشم.... 310

**باب ... 13 ........................ 312**

اہل بیتؓ کی روانگی حجاز............. 312

حضرت امام حسینؓ کی امام زین العابدینؒ کو وصیت ........................ 313

حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ کا صبر و انتقال ........................ 314

حضرت حسینؓ کا سر مبارک جنت البقیع میں دفن ہے ........................ 315

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی ....... 315

کربلا میں اولادِ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کی شہادت ........................ 322

(۱) حضرت ابو بکر عبداللہ بن علیؓ کی شہادت ........................ 322

(۲) حضرت عمر بن علیؓ کی شہادت .... 323

(۳)حضرت عثمان بن علیؓ کی شہادت .. 325

(۴) حضرت عون بن علیؓ کی شہادت . 326

(۵) حضرت عباس بن علیؓ کی شہادت . 327

حضرت عباس اور ان کے بھائی........ 330

(۶)حضرت جعفر بن علیؓ کی شہادت .. 330

(۷) حضرت محمد اصغر بن علیؓ کی شہادت ........................ 331

(۸) حضرت عبداللہ بن علیؓ کی شہادت331

(۹) حضرت حضیر بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت ........................ 332

(۱۰) حضرت ابراہیم بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت ........................ 332

حضرت سعید بن عبداللہ الحنفیؒ کی شہادت ........................ 332

**باب ... 14 ........................ 335**

بیعتِ یزید ........................ 335


خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

کیا حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کی؟ ......................... 335
سوال: کیا قاتلانِ حسینؓ کوفی شیعہ تھے؟ ......................... 343
کوفیوں کا شیعہ ہونا مسلّم ہے ......... 344
اہلِ کوفہ شیعہ کا واقعہ کربلا میں کردار ۔ 349
تذکرۂ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات ......................... 351
ابو مخنف راوی شیعہ ہے! ............ 352
واقعہ کربلا کا واقعہ نویس حمید بن مسلم یہودی تھا ......................... 354
کیا یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا؟ ......................... 355
کلام اللہ قرآن خطا سے محفوظ ہے .... 358
تحقیق حدیث میں "صحیح نہیں" اور "روایت موضوع" کا فرق ................. 359
یزید نے آخری بات یہ کی کہ اللہ میرا مواخذہ نہ کرنا ..................... 359
یزید کا قتل حسینؓ سے انکار .......... 360
یزید کے بارے میں فیصلہ اعتدال ..... 361
مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا اکابر کی تائید میں فیصلہ ................. 363
قول فیصل ......................... 364

باب ... 15 ......................... 367
ماتمی جلوس کا آغاز ۱۰ محرم ۳۵۲ھ ... 367
حضرت امام حسینؓ کی سیدہ زینب کو وصیت ......................... 369
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ارشاد: صبر کیوں ضروری ہے؟ ......................... 370
امام حسینؓ کی وصیت میں ماتم مروجہ حرام ہے ......................... 371
یادگارِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ......... 372
اہل سنت کا نظریہ امامت ........... 374
خارجی مشن کے اثرات ............. 376
اہل سنت ہونے کی شرط ............ 376
سُنّی، رافضی اور خارجی کی علامت ...... 377
رافضی کی علامت ......................... 378
سُنّی عقیدہ ......................... 378
ہم یزیدی نہیں حُسینی ہیں .......... 379
ماتم و تعزیہ کے مظاہرے ........... 380
اہل السنت کی خدمت میں ........... 383
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتمی افعال سے نے منع کیا ہے ......................... 385
شیعہ کا اقرار کہ وہ ایک ہزار سال تک تقیہ کرتے رہے ......................... 388
شانِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ ......... 391

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**باب...1**

# سیرت وشہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ كَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَاءِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

## حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید

سَیِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ قُرَّةُ عَیْنِ اَهْلِ السُّنَّةِ، شہید کربلا حضرت امام حسینؓ بن علی المرتضیٰؓ، نواسہ سرورِ کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۵ شعبان المعظم ۴ھ مطابق ۲۱ جنوری ۶۲۶ء مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

## حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب

امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) ہے۔

# ازواج واولاد

## (۱) پہلی زوجہ شہر بانو دختر شاہِ ایران یزدجرد

حضرت امام حسینؓ کے سات فرزند تھے جن میں سے پہلے علی اکبرؒ یعنی علی بن حسینؒ (امام زین العابدین) ہیں جن کی کنیت ابو محمد تھی جن کی والدہ شہر بانو ہے جو کہ شاہ ایران یزدجرد بادشاہ کی بیٹی تھی۔[1]

## (۲) دوسری زوجہ لیلیٰ دختر ابو مرہ ثقفی[2]

حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں دوسرے بیٹے علی اصغر تھے جو کہ صحرائے کربلا میں شہید ہوئے۔

## (۳) تیسری زوجہ دختر قبیلہ قضاعہ

ان سے اولاد میں تیسرے بیٹے جعفر تھے جو ان کی حیات میں ہی وفات پا گئے۔

## (۴) چوتھی زوجہ حضرت رباب دختر ام القیس

ان سے اولاد میں دختر سکینہ اور چوتھے بیٹے عبد اللہ تھے۔ جن کو علی اصغر بھی کہتے ہیں۔

1 جلاء العیون ج ۲ از شیعہ مؤرخ باقر مجلسی ایرانی

2 لیلیٰ بنت ابی مرہ بنت میمونہ بنت ابی سفیان، یزید بن معاویہؓ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن ہے۔ اس نسبت سے یزید باعتبار رشتہ حضرت حسینؓ کا برادرِ نسبتی ہے۔

## (۵) پانچویں زوجہ ام اسحق دختر طلحہ بن عبید اللہ تیمی

ان سے دختر فاطمہ تھیں۔

## (۶) چھٹی زوجہ عائشہ بنت عثمانؓ ذوالنورین

سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کی ایک صاحبزادی حضرت عائشہ بنت عثمانؓ کا پہلا نکاح سیدنا حسنؓ بن علیؓ سے ہوا۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کا نکاح حضرت حسینؓ بن علیؓ سے ہوا۔ گویا سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کے پہلے داماد حضرت حسنؓ تھے پھر حضرت حسینؓ بھی داماد رہے۔(بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ایرانی ج۱۰ص۲۳۰)

## (۷) ساتویں زوجہ قریبۃ الصغریٰ

قریبۃ الصغریٰ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیقؓ کی دختر حفصہ کا نکاح حضرت امام حسینؓ سے ہوا جو کہ صدیق اکبرؓ کی پوتی تھیں۔[1]

## (۸) کنیزوں کی اولاد

پانچویں بیٹے ابو بکر بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

چھٹے بیٹے قاسم بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

ساتویں بیٹے ابراہیم بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج۱ص۳۴۵

## حضرت امام حسینؓ کا شجرہ نسب

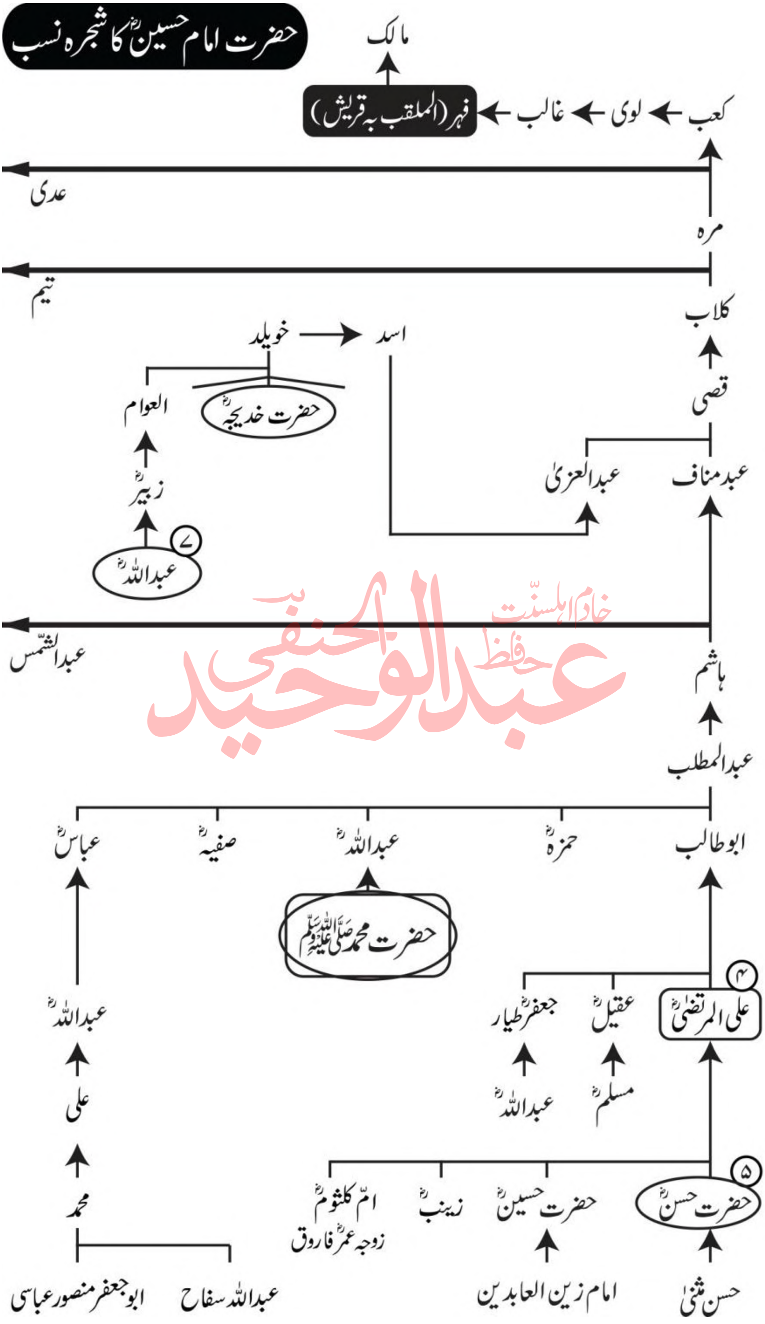


خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

# خلفائے صحابہ رضی اللہ عنہم کا شجرہ نسب

## خاندان قریش کی شاخیں

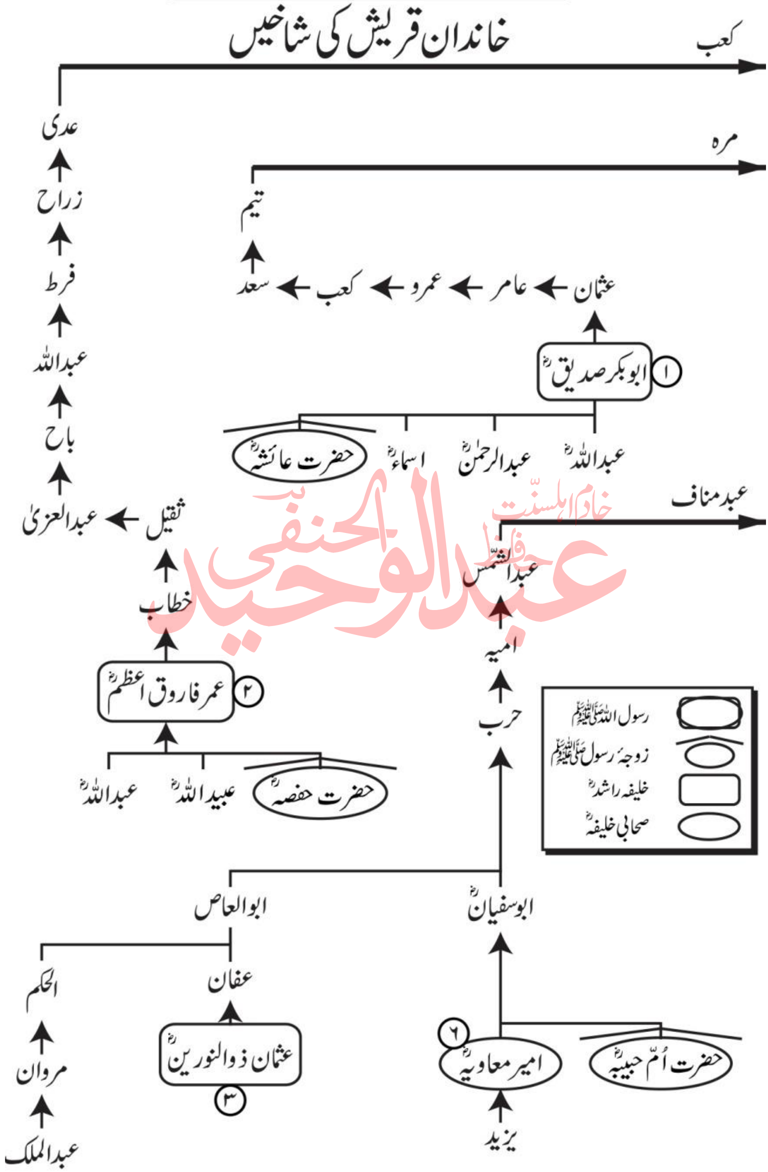


خادم اہلسنّت
عبدالوحید الحنفی
حفظہ

**باب...2**

# فضائل سیدنا امام حسینؓ

## سیدنا حسینؓ کے کانوں میں حضور ﷺ نے اذان دی

جب سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے تو سرور دو عالم ﷺ نے آپ کے کانوں میں اذان کہی:

ولمّا وُلِدَ اَذَّن النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اذنِہ (اسد الغابہ ص ۲۶۳ ج ۱)

## سیدنا حسینؓ کا نام حضور ﷺ نے رکھا

جب سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے اور آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا:

ارونی النبی ما سَمَّیْتُمُوْن؟ میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟

تو گھر والوں نے عرض کیا کہ ان کا نام "حرب" رکھا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا نام حسینؓ رکھا جائے۔[1]

## سیدنا حسینؓ کا سر منڈوانا اور چاندی صدقہ کرنا

حضرت امام جعفر صادق اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

وزنت فاطمة شَعَر حَسَنٍ وَ حُسین وَ اُمّ کلثوم فتصدّقت بوزنتہٖ فِضّۃً۔

---

[1] اسد الغابہ ص ۲۶۳ ج ۱۔ البدایہ ونہایہ ص ۳۶۶ ج ۷

علوم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سیدنا فاطمہؓ نے اپنی اولاد سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کے بال اتروائے اور ان کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ کی۔[1]

## حضرت حسینؓ کی تلاوت قرآن

(۱) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ:

میں نے سیدنا حسینؓ کو دیکھا کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور قرآن کریم پورا ختم کرتے تھے۔[2]

## سیدنا حضرت حسینؓ کا خضاب لگانا

(۲) علامہ ابو یوسفؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

العرب بن کعب کہتے ہیں کہ:

**رایت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ و اقفا علی بردون ابیض و قد خضب لحیۃ و راسہ بالوسمۃ۔**

میں سیدنا حسینؓ کو سفید بروزن گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے دیکھا، آپ اپنی ریش اور سر کے بالوں پر وسمہ لگائے ہوئے تھے۔[3]

## سیدنا حضرت حسینؓ کی سخاوت

(۳) ایک مرتبہ ایک سائل دیہاتی مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتا

---

[1] تاریخ ابن عساکر دمشق و مدینہ ج ۱۳ ص ۱۷۰۔ سیر النبلاد ج ۳ ص ۲۴۹ مطبوعہ بیروت

[2] سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۶ ج ۳

[3] کتاب المعرفۃ والتاریخ لابی یوسف البوی ص ۱۰۴ ج ۳

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

ہوا آنجنابؓ کے دروازے پر آیا اور دستک دیتے ہوئے اپنی حاجت اشعار میں پیش کی۔ آپ نماز میں مصروف تھے۔ اپنی نماز میں تخفیف کر کے باہر آئے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار دیکھے، فوراً گھر واپس لوٹے اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی۔ اس سے پوچھا کہ ہمارے نفقہ میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے اس نے عرض کیا دو صد درہم ہیں۔ آپ نے وہ سب سائل کو دے دیے۔ (مختصر تاریخ ابنِ عساکر ج ۷ ص ۱۳۱)

## حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی شان

(۱) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

اَلْحَسَنُ مِنِّی وَ الْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیّ

حسنؓ مجھ سے (مشابہ) ہے اور حسینؓ علیؓ سے (مشابہ) ہے۔[1]

## حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۲) عَنْ اِبْنِ عُمَر، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِنْھُمَا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ سردار ہیں جنت کے جوانوں کے اور باپ ان دونوں کا

---

1 حسن جامع الصغیر السیوطی، البانی جلد اول حدیث ۳۱۷۹ (۲) مسند احمد بن حنبل (۳) ابن عساکر: عن المقوام (۴) الصحیحہ البانی حدیث ۸۱۱۱

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت حافظ

ان دونوں سے بہتر ہے۔[1]

## حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی شان

(۳) وَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْئٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَاِذَا الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: هٰذَانِ ابْنَایَ وَ ابْنَا بْنَتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا، فَاَحِبَّهُمَا، وَ اَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا[2]

ترجمہ: حضرت اسامہؓ بن زید کہتے ہیں کہ میں ایک ضرورت سے رات کو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ گھر کے اندر سے اس حال میں آئے کہ آپ ایک چیز کے اندر لپٹے ہوئے تھے۔ جس سے میں ناواقف تھا کہ وہ چیز کیا ہے؟ جب آپ سے میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: حضور ﷺ! یہ کیا چیز لپٹے ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس چیز کو کھولا تو وہ حسنؓ اور حسینؓ تھے، جو آپ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] سنن ابن ماجہ حدیث ۱۱۸ (صحیح) جامعہ الصغیر السیوطی۔ البانی جلد اول حدیث ۳۱۸۲ (۲) ابن ماجہ حدیث ۱۱۸ (۳) مستدرک حاکم عن ابن عمر (۴) طبرانی۔ عن قرۃ و عن مالک بن الحوارث (۵) مستدرک حاکم۔ عن ابن مسعود

[2] رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف حدیث ۵۹۰۳

ﷺ کے دونوں کولھوں پر بغلوں میں تھے۔ اور آپ ان پر چادر ڈالے تھے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔ اور جو شخص ان سے محبت کرے، تو اس سے محبت کر۔[1]

## حضرت امام حسنؓ کی فضلیت

(۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ اَبَابَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ الْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَاِلَيْهِ مَرَّةً وَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ هٰذَا سَيِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (بخاری شریف کتاب الانبیاء۔ باب ۴۵۶ حدیث ۹۳۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حضرت حسنؓ آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی جانب۔ اور فرماتے جاتے تھے میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح

[1] حسن جامع الصغیر البانی، جلد دوم حدیث ۷۰۰۳ (۲) ترمذی۔ صحیح ابن حبان عن اسامہ بن زید (۳) المشکوۃ جلد سوم (حدیث ۵۹۰۳

کرادے۔(بخاری شریف جلد دوم)

## فضائل امام حسنؓ و امام حسینؓ

**(۵) حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا، حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاط** (صحیح)

**ترجمہ: حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے۔ اللہ دوست رکھے اس کو جس نے حسینؓ کو دوست رکھا۔ حسینؓ میری اولاد بنات میں سے ایک ہے۔**[1]

## حضرت حسینؓ فرات کے کنارے شہید ہوں گے

**(٦) قام من عندی جبریل قبل۔ فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات**[2]

**ترجمہ: کھڑے ہوئے میرے پاس جبرائیل، پھر بیان کیا مجھ سے کہ**

[1] حوالہ: الاحادیث الصحیحہ البانی جلد نمبر ۳ حدیث ۱۲۲۷ بہ حوالہ۔ اخرجه البخاری فی التاریخ (۴/۲/۴۱۵) (۲) والترمذی (۳۷۷۵) (۳) ابن ماجہ حدیث ۱۲۲ (۴) ابن حبان (۲۲۴۰) (۵) مستدرک حاکم (۳/۱۷۷) (٦) مسند احمد بن حنبل (۴/۱۸۲) وقال الحاکم صحیح الاسناد

[2] صحیح احادیث صحیحہ البانی جلد ۳ حدیث ۱۱۷۱ بحوالہ (۱) اخرجہ مسند احمد بن حنبل (جلد ۱ ص ۸۵) (۲) اخرجہ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۴۳، ۲٦۵) (۳) وابن حبان (۲۲۴۱) (۴) ابو نعیم فی دلائل (۲۰۲) اخرجہ الحاکم جلد ۳ ص ۱۷٦، ۱۷۷ و قال صحیح علی شرط الشیخین (۵) اخرجہ مسند احمد (جلد ٦ / ۲۹۲) قلت ھٰذا اسناد رجالہ کلھم ثقات رجال الشیخین

حسینؓ قتل کیے جائیں گے نہر فرات کے کنارے پر۔

## حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان

(۷) اَتَانِیۡ مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ، نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمۡ یَنۡزِلُ قَبۡلَهَا فَبَشَّرَنِیۡ أَنَّ الۡحَسَنَ وَ الۡحُسَیۡنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ وَ أَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهۡلِ الۡجَنَّةَ

ترجمہ: آیا میرے پاس فرشتہ۔ پھر سلام کیا مجھ پر۔ اُترا آسمان سے۔ نہیں اترا پہلے اس سے۔ پھر خوش خبری سنائی مجھ کو کہ بے شک حسنؓ و حسینؓ نوجوانان اہل جنت کے سردار ہوں گے اور یہ کہ حضرت فاطمہؓ اہل جنت عورتوں کی سردار ہیں۔[1]

## حضرت امام حسنؓ کی فضیلت

(۸) اِنَّ ابۡنِیۡ هٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنۡ یُصۡلِحَ بِهٖ بَیۡنَ فِئَتَیۡنِ عَظِیۡمَتَیۡنِ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ۔ (حدیث صحیح)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔[2]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر البانی حدیث ۷۹، احادیث الصیحہ البانی ۷۹۶، مسند احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، عن حذیفة

[2] حوالہ: (مسند احمد بن حنبل۔ بخاری شریف۔ عن ابی بکرہ۔ اروض ۹۲۳ الاروا ۱۵۹۷ صحیح جامع

## قتل حسین کی خبر حدیث میں

**(۹) اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیْلُ اَنَّ حُسَیْنًا یقتلُ بشاطیءِ الفراتِ**

ترجمہ: خبر دی مجھ کو جبریلؑ نے کہ حسینؓ قتل کئے جائیں گے، فرأت کے کنارے۔[1] (حدیث صحیح)

## حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

**(۱۱) اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃ**

ترجمہ: حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔[2]

## حسنؓ و حسینؓ دو پھول

**(۱۲) وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا**[3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بے شک حسنؓ اور حسینؓ دونوں

---

الصغیر البانی جلد اول حدیث ۱۵۲۸

[1] حوالہ: صحیح الجامع الصغیر، والزیادہ البانی جلد اول حدیث ۲۱۹ بحوالہ طبقات ابن سعد۔ عن علی (۳) الاحادیث الصحیحہ مؤلفہ البانی حدیث ۱۱۷۱ (۴) مسند احمد بن حنبل (۵) مسند ابی یعلیٰ (۶) مسند بزار (۷) طبرانی

[2] حسن جامع الصغیر السیوطی، البانی جلد اول حدیث ۳۱۸۱ (۱) مسند احمد بن حنبل (۲) ترمذی۔ عن ابی سعید (۳) طبرانی عن عمرو عن علی۔ و عن جابر۔ و عن ابو ہریرہ (۴) طبرانی اوسط عن اسامہ (۵) الکامل ابن عدی

[3] احادیث صحیحہ البانی (صحیح) اخرجہ البخاری (جلد دوم حدیث ۹۴۰) (۲) ترمذی (۳) مسند احمد بن حنبل (۴) ابن حبان فی صحیحہ

میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

## حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۱۳) هٰذَا مِنِّیْ یَعْنِی الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیّ

ترجمہ: یہ یعنی حسنؓ مجھ سے (مشابہ) ہیں اور حسینؓ علیؓ سے (مشابہ) ہیں۔[1]

## حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ، فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ[2]

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسنؓ اور حسینؓ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

## حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے فضائل

(۱۵) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنَ

---

1 صحیح (۱) جامع الصغیر البانی جلد دوم حدیث ۶۹۹۹ (۲) ابوداؤد (عن المقدام بن معد یکر س) (۳) مسند احمد

2 حسن جامع صغیر جلد دوم البانی حدیث ۵۹۵۴ (۲) مسند احمد بن حنبل (۳) ابن ماجہ حدیث ۱۴۳ عن ہریرہ (۴) مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ بحوالہ۔ فی الزوائد۔ اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔)

(۱۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ اَھْلِ بَیْتِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَ کَانَ یَقُوْلُ لِفَاطِمَۃَ اُدْعِیْ لِیْ ابْنَیَّ فَیَشُمُّھُمَا وَیَضُمُّھُمَا اِلَیْہِ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے سب سے زیادہ پیارے کون ہیں؟ تو فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ۔ اور آپ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلالو۔ پھر آپ ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے گلے سے لگالیتے۔[2]

(۱۷) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس

---

[1] رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ حدیث ۵۹۰۵

[2] یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے۔

عبد الوحید

سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ میری بیٹی کی اولاد میں سے ہیں۔

(۱۸) رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے متعلق فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا وَ اَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ (یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث نمبر ۱۶ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور یہ عقیدہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے از روئے قرآن اہل بیت ہونے کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ احزاب کی آیت تطہیر کے تحت لکھتے ہیں کہ:

بہر حال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے۔ بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے۔ لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں، بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں "احق" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

کر ”اللھم ھؤلاء اھل بیتی“ وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؓ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے ”الصلٰوۃ اھل البیت یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ“ سے خطاب کرنا، اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور انہی سے تخاطب ہو رہا ہے، مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں۔ باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآن کی اوّلیں مخاطب تھیں، اس لئے اس کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ (فوائد ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا)

بہر حال احادیث شریف کی روشنی میں سنی مذہب کے اندر رہ کر کوئی شخص ان حضرات کے اہل بیت اور خدا اور رسول ﷺ کے مقبول و محبوب ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب ”خلافت معاویہؓ ویزید“ میں صحیح مسلم شریف کی مندرجہ حدیث کو وضعی (من گھڑت) قرار دے دیا ہے۔ جس میں حضرت علیؓ وغیرہ کے لئے ”اللھم ھؤلاء اھل بیتی“ فرمایا گیا ہے۔ بہر حال عباسی کی ”خلافت معاویہؓ ویزید“ ہو یا ابو الاعلیٰ مودودی کی ”خلافت وملوکیت“ دونوں میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ اور دونوں کتابیں اپنے اپنے دائرہ میں خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے متعلق

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سواد اعظم اہل سنت کے صحیح عقائد کو مجروح کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلاف حق ان جدید نظریات باطلہ سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھیں۔ آمین یا اللہ العٰلمین۔ (یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۱۲)

## امام حسنؓ و حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

اَوَلَمْ یُبَلِّغْکُمْ قَوْلٌ مُسْتَفِیْضٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لِیْ وَ لِاَخِیْ اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَقُرَّۃُ عَیْنِ اَھْلِ السُّنَّۃِ فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِیْ بِمَا اَقُوْلُ وَ ھُوَ الْحَقُّ وَاللّٰہِ مَا تَعَمَّدْتُ کِذْبًا[1]

ترجمہ: کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی (حضرت حسنؓ) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہو۔ اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو اور یہی سچ ہے۔ بخدا میں نے جھوٹ نہیں بولا۔

☆☆☆☆

[1] تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۵۳۳ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۲۶ طبع بیروت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# شانِ امام حسینؓ

قائدِ اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب نے شانِ امام حسینؓ کیا خوب بیان کی ہے:

کس کے سیما سے نمایاں تھا ولایت کا نشاں؟
کس کے چہرہ کی چمک مثل چراغِ تاباں؟
کس کے دم سے ہوئی عالم میں حقیقت عریاں؟
کس کے سینہ میں منور تھا چراغِ عرفاں؟

جو نواسہ تھا محمدؐ کا، علیؓ کا پیارا
حضرتِ فاطمہؓ کی آنکھ کا جو تھا تارا

خوف دشمن کا نہ اعداء کی ستم گاری کا
تیغ و خنجر کا نہ باطل کی جفا کاری کا
چینی و رومی و ہندی کا، نہ تاتاری کا
قلب مومن میں بھروسہ تھا فقط باری کا

گرز توحید سے دشمن کے صنم کو توڑا
راہِ حق میں بخوشی جاہ و حشم کو چھوڑا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

دعویدارانِ محبت نے بھلا کیا سیکھا
تعزیہ سازی کا بس ایک تماشا سیکھا
بت پرستی کا یہ اک طرز نرالا سیکھا
ہاء و ہو، شور و شر و گریہ و غوغا سیکھا

ان خرافات کو کب رکھتا روا ہے اسلام
ہے بُرا فعل یہ، الحاد ہے، بدعت ہے حرام

امتیازِ حق و باطل تھا دکھایا اُس نے
دینِ فطرت پہ مسلماں کو چلایا اُس نے
جہل و بدعت کے اسیروں کو چھڑایا اُس نے
ڈنکا اسلام کا عالم میں بجایا اُس نے

تخت و دولت نہ حکومت کا وہ شیدائی تھا
مظہرِ حق تھا شہادت کا وہ خود داعی تھا[1]

☆☆☆☆

[1] قائد اہل سنت نمبر ماہنامہ حق چاریار ج ۱۸ ش ۳ ص ۱۲۶۵

خادم اہل سنت فاطر عبدالوحید الحنفی

باب...3

# امام حسینؓ کی مُبارک زِندگی

## عہدِ رسالت مآب ﷺ (۹ ربیع الاول ۱۱ھ)

حضور ﷺ کی وفات کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھ سال سات ماہ تین دِن تھی۔ آپؓ کا دورِ تعلیم شروع ہوا جس میں آپ نے حضور ﷺ سے بنیادی تعلیم حاصل کی۔

## عہد خلافت ابو بکرؓ صدیق (۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ)

حضرت امام حسینؓ حضور ﷺ کے وصال کے وقت ساڑھے چھ سال کے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ صدیق کی وفات ہوئی تو آپؓ کی عمر مبارک سوا آٹھ سال تھی۔ آپؓ کا یہ دور تعلیم و تربیت کا تھا۔

## عہد خلافت عمرؓ فاروق (۲۳ جمادی الثانیہ ۱۳ھ تا یکم محرم ۲۴ھ)

جب خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے تو حضرت امام حسینؓ کی عمر مبارک سوا آٹھ سال تھی اور جب حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت امام حسینؓ کی عمرؓ مبارک ۱۹ سال ۴ ماہ ۲۵ دن تھی۔

## دورِ فاروقِ اعظمؓ میں حضرت امام حسینؓ کی ایک شادی

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے دورِ خلافت راشدہ میں یزدگرد بادشاہ ایران کی بیٹیاں جب ایران کی فتح کے بعد قیدیوں میں مدینہ پہنچیں تو ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں سے شہر بانو کا نکاح حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت امام حسینؓ سے کیا۔

اصولِ کافی باب الحجہ مولا علی بن الحسینؓ میں امام باقرؒ سے روایت:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قُدِّمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدٍ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَهَا عُذَارٰی الْمَدِیْنَةِ وَ اَشْرَقَ الْمَسْجِدَ بِضَوْءِهَا لَمَّا دَخَلَتْهُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْهَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ اُفِیْزُوْجِ بَادَا هُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ اَتَشْتِمُنِیْ هٰذِهٖ وَ هَمَّ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام لَیْسَ ذٰلِکَ لَکَ خَیِّرْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ احْسِبْهَا بِفَیْءِهٖ فَخَیَّرَهَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَهَا عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اِسْمُکِ فَقَالَتْ جهان شاه فَقَالَ لَهَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَهْرُ بَانَوَیْهِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ لَیَلِدَنَّ لَکَ مِنْهَا خَیْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ۔[1]

شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ:

امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ یزدگرد بادشاہِ ایران کی لڑکی جب حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں مدینہ پہنچی تو اس کا حسن و

---

[1] اصولِ کافی باب الحجہ مولا علی بن الحسینؓ ص۲۹۶ طبع نول کشور لکھنوء، رحماء بینھم ج۲ ص۲۶۷ مولفہ محمد نافع طبع لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

جمال دیکھنے کے لئے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔ اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منور ہو گئی۔

جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اس طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ ہُرمُز کا بُرا ہو جس کی بد تدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: کیا یہ لڑکی مجھے سبّ و شتم کرتی ہے؟ کچھ تنبیہ کرنا چاہی تو اُس وقت حضرت علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں اس نے کچھ کہا ہے۔

پھر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں۔ اس کے بعد اس شخص کے حصہ ٔغنیمت میں اس کو شمار کر دینا۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسب منشاء پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے آ کر حضرت حسینؓ بن علیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ (اس طرح یہ حضرت حسینؓ کے حصہ میں دے دی گئی)۔

پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا: مجھے 'جہان شاہ' کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام 'شہر بانویہ' تجویز کیا ہے۔ پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے خوش

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خبری کے طور پر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ تیرے لئے اس سے فرزند ہو گا جو اپنے دور میں تمام اہل زمین سے بہتر ہو گا۔ اس کے بعد حضرت زین العابدینؒ اس سے متولد ہوئے۔

(۲) شیعہ کے انساب کے مشہور فاضل ابن عینیہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں لکھا ہے:

فَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهَا شَاهُ زَنَانِ بِنْتِ كِسْرٰى يَزْدَجَرْدِ بْنِ شَهْرِيَار وَ قِيْلَ اِنَّ اِسْمَهَا شَهْر بَانُوْ قِيْلَ نُهِبَتْ فِيْ فَتْحِ الْمَدَاءِن فَنَفَلَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔[1]

ابن عینیہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فتوحات مدائن میں آئی تھی اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت حسینؓ بن علیؓ کو عنایت فرمائی۔

حافظ عبدالوحید الحنفی حاکم ابالله

## فاروق اعظمؓ کے حضرات حسنینؓ کے ساتھ باہمی تعلقات

جس طرح سیدنا علیؓ المرتضیٰ اور سیدنا عمرؓ فاروق کے درمیان رشتہ مؤدت اور دوستی بالدوام قائم تھا، اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے قائم ودائم رہے۔

## حضرات حسنینؓ کے لئے یمن کے کپڑے

(۱) حماد بن زید عَنْ معمر عَنْ الزهری اَنَّ عُمَرَ كَسَا اَبْنَاءَ

[1] عمدۃ الطالب الفصل ثانی فی عقب الحسین ص ۱۹۲

الصَّحَابَةِ وَ لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَصْلَعُ لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ فَبَعَثَ اِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ الْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِيْ۔ [1]

حاصل یہ ہے کہ زہری سے منقول ہے کہ:

(فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا تو) حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کرام کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے۔ (جب یہ لباس آیا اور حضرات حسنینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی۔

یہ واقعہ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی اپنے الفاظ میں لکھا ہے:

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران ج ۴ ص ۳۲۲ تذکرہ حسینؓ

(۳) سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی ص ۹۷ طبع مصر

(۴) کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۶ بحوالہ ابن سعد

(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۸ ص ۲۰۷

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری ج ۲ ص ۲۸ طبع مصر

(۷) رحماء بینہم، مولانا محمد نافع ج ۲ ص ۲۶۴ طبع لاہور

---

[1] سیر اعلام النبلاء ذہبی ج ۳ ص ۱۹۱ تذکرہ حسین

عبدالوحید الحنفی

## حسنؓ و حسینؓ کا بیت المال سے وظیفہ بدری صحابہؓ کے برابر

(۱) حافظ ابن عساکر مشہور موٴرخ لکھتے ہیں:

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب لَمَّا دَوَّنَ الدِّیْوَان وَ فَرَضَ الْعَطَاءَ الْحَقَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ بِفَرِیْضَةِ اَبِیْهُمَا مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَفَرَضَ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ۔[1]

(۱) حاصل مضمون یہ ہے کہ

جب حضرت عمرؓ فاروق نے (اہل اسلام کی خاطر مال فے وغیرہ سے بطور وظیفہ امداد جاری کرنے کے لئے) فہرستیں بنوائیں تو اس وقت حضرات حسنؓ و حسینؓ کے لئے ان کے والد (حضرت علیؓ المرتضیٰ) کے حصہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ (یعنی بدری صحابہؓ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات سردار دوجہاں حضور ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

اس سے پہلے روایات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ

حافظ عبدالوحید حنفی خادم اہلسنت

[1] ۱۔ تہذیب ابن عساکر ج۴ ص۳۲۱ تذکرہ حسینؓ، ۲۔ تلخصف لابن بدران ج۴ ص۲۱۲ تذکرہ امام حسنؓ، ۳۔ السنن الکبریٰ مع الجواہر النقی ج۶ ص۳۵۰ کتاب القسم من الفیء و الغنیمة للصلامه البیهقی، ۴۔ تلخیص کتاب الاحوال لابی عبید القاسم بن سلام باب فرض الاعطیة من الفیء ص۲۲۴ طبع مصر، ۵۔ تلخیص شرح معانی الآثار طحاوی ج۲ ص۱۸۱ کتاب وجوہ الفیء

(۲) سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے بعض اوقات سیدنا حسنؓ و حسینؓ کے لئے اُن کی شان کے مطابق پوشاک ولباس عنایت کیا جاتا تھا۔

(۳) فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؓ و حسینؓ فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور شریک کار رہتے تھے اور آمدہ مالِ غنیمت سے اُن کو حصہ دیا جاتا تھا۔

(۴) شیعی روایات اور مجتہدین و علماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؓ کو ایک بیوی لونڈی اسلامی فتوحات میں سے حضرت فاروق اعظمؓ نے عطا کی تھی۔ انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ کا نام شہربانو رکھا گیا، جس سے حضرت امام زین العابدینؒ متولد ہوئے۔[1]

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت فاروقیؓ برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی۔ اہل بیتؓ رسولؐ سے حضرت عمرؓ فاروق کی محبت تھی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت فاروق اعظمؓ کے مشیر تھے۔

## حضرت عمرؓ فاروق حضرت حسینؓ کے بہنوئی تھے

سیدنا حضرت عمرؓ فاروق اور سیدنا علیؓ المرتضیٰ کے تعلقات اور روابط کے لئے یہ چیزیں تاریخی شواہد ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری قائم ہونا، ایک شخص کا لڑکی کا رشتہ دینا، دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم

[1] شاہ ایران کی بیٹی شہربانو تھی۔ اس وقت امام حسینؓ کی عمر تقریباً ۱۴ سال تھی۔

حافظ عبدالوحید الحنفی

اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے خود حضور ﷺ سے سنا تھا کہ قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے، مگر میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔

اس سلسلہ میں پہلی سعادت تو سیدنا عمرؓ فاروق کو مل چکی تھی کہ حضرت حفصہؓ آپ کی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا۔ جس سے آپ حضور ﷺ کے خسر بننے کی سعادت پا چکے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری دِلی آرزو ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نسبی قبیلہ کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

اس کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ سے حضرت فاطمۃؓ الزہراء کی بیٹی حضرت اُمّ کلثومؓ سے نکاح کے لئے رشتہ طلب کیا اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے منظور کر لیا۔ جس پر روایات شاہد ہیں۔

(۲) حاکم نیشاپوری المتوفیٰ ۴۰۵ھ نے لکھا ہے:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب خَطَبَ اِلٰی عَلِیٍّ اُمِّ کُلْثُوْمٍ فَقَالَ اَنْکِحِیْهَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنِّیْ اَرْصُدُهَا لِاِبْنِ اَخِیْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَر فَقَالَ عُمَرَ اَنْکِحِیْهَا فَوَ اللهِ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ یُرْصِدُ مِنْ اَمْرِهَا مَا اَرْصِدُهٗ فَاَنْکَحَهٗ عَلِیٌّ فَاَتٰی عُمَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ لَا تَهْنِءُوْنِیْ فَقَالُوْا بِمَنْ یَا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**اَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ؟ فَقَالَ بِاُمِّ کَلْثُوْمِ بِنْتِ عَلِیٍّ وَ ابْنَۃَ فَاطِمَۃُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ کُلّ نَسَبٍ یُنْقَطَعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ نَسَبٌ وَ سَبَبٌ۔** [1]

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ

امام زین العابدین رحمہ اللہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی لڑکی اُمّ کلثوم کا نکاح طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادرزادہ عبداللہ بن جعفر کے لئے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ مجھے نکاح کر دیں، اللہ کی قسم! میں اس کی نگاہ داشت کروں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی اُم

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] ھذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاہ المستدرک للحاکم ج۳ ص۱۴۲ باب فضائل علی، ۲۔ کنز العمال علامہ علی متقی ج۷ ص۹، روایت ۸۲۵ طبع قدیم بحوالہ ابن سعد، ابن راہویہ مختصر اًرواہ، ۳۔ مجمع الزوائد للہیثمی ج۹ ص۱۷۳ تحت فضل اہل بیت

کلثومؓ کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہوں گے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے پسند کیا کہ حضور ﷺ کے خاندان کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جائے۔

بعض لوگ حضرت عمرؓ فاروق سے حضرت اُمّ کلثومؓ کے نکاح کی روایات کو صرف اس بنا پر نہیں مانتے کہ اس سے حضرت عمرؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن کیا روایات کے انکار سے اُن کی فضیلت میں کوئی فرق آسکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ جو فضیلت اُن کو ملنی تھی، ازل سے لکھی ہوئی تھی، اُن کو مل گئی۔

اب اگر کوئی اُن سے بُغض رکھتا ہے تو اپنا نقصان کرتا ہے یا اہل بیتؓ رسولؐ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، اُن کو کمزور اور مجبور ظاہر کرتا ہے۔ حال یہ ہے کہ وہ نہ مجبور تھے، نہ کمزور تھے۔ وہ دلیر گھرانہ تھا۔ اس نسبت سے حضرت امام حسینؓ کی ہمشیرہ اُمّ کلثومؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی زوجہ تھیں۔ اس طرح حضرت فاروق اعظمؓ حضرت حسینؓ کے بہنوئی تھے۔

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...4

# خلافت و حکومت

## خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں حساب لگایا جائے تو خلافتِ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق کے آغاز سے لے کر جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کے اختتامِ خلافت تک تیس سال بنتے ہیں۔ جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

| خلفاء | آغازِ خلافت | اختتامِ خلافت | دِن | ماہ | سال |
|---|---|---|---|---|---|
| حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ | ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ | 10 | 3 | 2 |
| حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق | ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ | یکم محرم ۲۴ھ | 8 | 6 | 10 |
| حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین | یکم محرم ۲۴ھ | ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ | 18 | 11 | 11 |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ | ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ | ۲۱ رمضان ۴۰ھ | 3 | 9 | 4 |
| حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ | ۲۱ رمضان ۴۰ھ | ۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ | 21 | 5 | |
| میزان | | | – | – | 30 |

مصالحت کے بعد کوفہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا داخلہ ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو ہوا۔ (طبری ج ۴ ص ۲۷)

اس موقع پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اہل کوفہ! میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی ہے۔ اب تم انہیں کی بات سنو اور انہیں کی اطاعت کرو۔

(مروج الذہب حصہ دوم مؤلفہ ابوالحسن مسعودی ص ۳۶۸)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

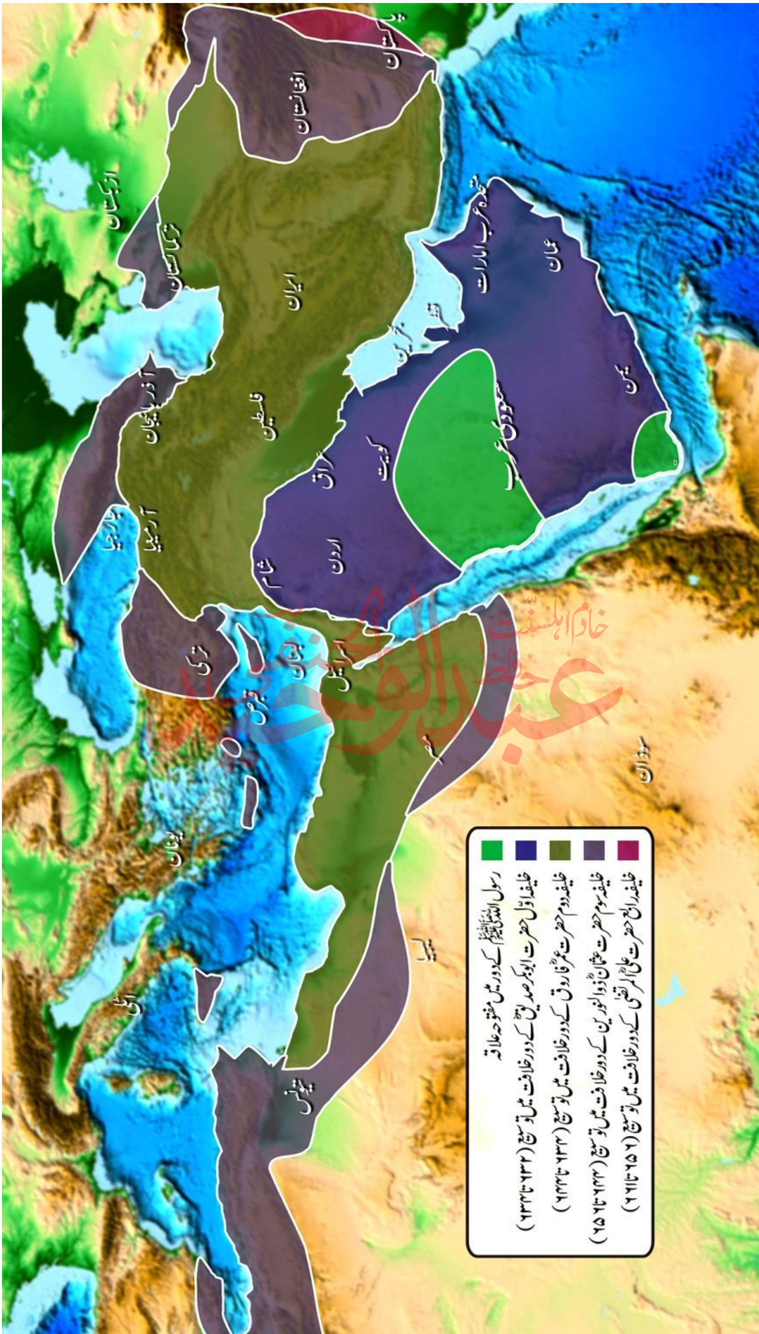
پاکستان
افغانستان
ازبکستان
ترکمانستان
ایران
آذربائیجان
فلسطین
آرمینیا
جارجیا
ترکی
شام
اردن
عراق
کویت
بحرین
قطر
متحدہ عرب امارات
عمان
سعودی عرب
یمن
سوڈان
مصر
لبنان
اسرائیل
قبرص
یونان
اٹلی
لیبیا
تیونس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مفتوحہ علاقہ
خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں توسیع (۶۳۲ تا ۶۳۴)
خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں توسیع (۶۳۴ تا ۶۴۴)
خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں توسیع (۶۴۴ تا ۶۵۶)
خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں توسیع (۶۵۶ تا ۶۶۱)

# اسلامی دورِ حکومت

## اسلامی دور حکومت اور مسلمانوں کے دور حکومت کی حدود تاریخی اعتبار سے حسب ذیل ہیں:

### خلافت الٰہی

**سید کونین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نیابتی حکومت کا عہد باسعادت... مدینہ منورہ...**

۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک
۲۴ ستمبر ۶۲۲ء سے ۹ جون ۶۳۲ء تک

بحساب ہجری ۱۰ سالہ عہد حکومت مکمل
بحساب عیسوی ۹ سال ۸ ماہ ۱۵ دن

### خلافت راشدہ دارالخلافہ مدینہ منورہ، عرب

| | |
|---|---|
| **خلیفہ اول:** سیدنا ابو بکر صدیق اکبرؓ کا عہد خلافت | ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ<br>مطابق ۹ جون ۶۳۲ء تا ۲۳ اگست ۶۳۴ء |
| **مدت خلافت** بحساب ہجری ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن | **مدت خلافت** بحساب عیسوی ۲ سال ۲ ماہ ۱۶ دن |
| **خلیفہ دوم:** سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کا زمانہ خلافت | ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ تا یکم محرم ۲۴ھ<br>مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء تا ۷ نومبر ۶۴۴ء |
| **مدت خلافت** بحساب ہجری ۱۰ سال ۶ ماہ ۸ دن | **مدت خلافت** بحساب عیسوی ۱۰ سال ۲ ماہ ۱۳ دن |
| **خلیفہ سوم:** سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا زمانہ خلافت | یکم محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ<br>مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء تا ۲۳ جون ۶۵۶ء |
| **مدت خلافت** بحساب ہجری ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۸ دن | **مدت خلافت** بحساب عیسوی ۱۱ سال ۷ ماہ ۱۵ دن |
| **خلیفہ چہارم:** سیدنا علی المرتضیٰؓ کا زمانہ خلافت | ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۸ رمضان ۴۰ھ<br>مطابق ۲۳ جون ۶۵۶ء تا ۲۷ جنوری ۶۶۱ء |
| **مدت خلافت** بحساب ہجری ۴ سال ۹ ماہ ۳ دن | **مدت خلافت** بحساب عیسوی ۴ سال ۶ ماہ ۸ دن |

## صحابہ کرامؓ کی حکومت کا دورِ ثانی

**خلافت حضرت امام حسنؓ** — ۲۰ رمضان ۴۰ھ تا ۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ

دارالخلافہ کوفہ — مطابق ۲۷ جنوری ۶۶۱ء تا جولائی ۶۶۱ء

بحساب ہجری ۵ ماہ ۲۱ دِن

**خلافت حضرت امیر معاویہؓ** (صلح کے بعد) — ۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ تا ۲۲ رجب ۶۳ھ

دارالخلافہ دمشق — مطابق جولائی ۶۶۱ء تا ۲۹ اپریل ۶۷۹ء

بحساب ہجری ۱۹ سال ۴ ماہ

**خلافت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ** — ۱۱ محرم ۶۱ھ سے ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ تک

دارالخلافہ مکہ معظمہ — ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ تا ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ

مطابق ۶۸۲ء سے ستمبر ۶۹۲ء تک

شہادت حسینؓ کے بعد ۱۱ سال ۴ ماہ ۶ دِن — یزید کی وفات کے بعد ۹ سال ۲ ماہ ۷ دِن

## مسلمانوں کی حکومت کا دورِ ثالث

**خلافت بنی امیہ:** دارالخلافہ دمشق کے تحت — ۶۱ھ تا ۱۳۳ھ مطابق ۶۸۰ء تا ۷۵۰ء (۷۰ سال)

**امارتِ بنی امیہ:** دارالخلافہ اندلس کے تحت — ۱۳۹ھ تا ۴۲۲ھ مطابق ۷۵۶ء تا ۱۰۳۱ء (۲۷۵ سال)

**خلافت عباسیہ کی حکومت:** — ۱۳۳ھ تا ۶۰۵ھ مطابق ۷۵۰ء تا ۱۲۰۸ء (۴۵۸ سال)

**خلافت عثمانیہ:** عثمانی ترکوں کی حکومت — ۶۹۹ھ تا ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۲۹۹ء تا ۱۹۲۴ء (۶۲۵ سال)

**مغلیہ سلطنت:** ہندوستان میں مغلوں کی حکومت — شعبان ۹۳۲ھ تا شعبان ۱۲۷۴ھ مطابق فروری ۱۵۲۶ء تا فروری ۱۸۵۷ء (۳۳۲ سال)[1]

## مسلمانوں کی حکومت کا دور رابع

**فروری ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ ترکی کے خاتمہ کے بعد موجودہ**

---

[1] ماخوذ دائرۃ المعارف: ج ۶ ص ۹۶ طبع بیروت ۱۸۸۲ء

دور کی مسلم حکومتیں اس تاریخی سلسلہ میں دور رابع میں داخل ہیں۔ اور تقریباً ۵۶ ملکوں میں تقسیم ہیں۔ فروری ۱۹۲۴ء سے یہ کیفیت ہے۔ نظام خلافت کے احیاء کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

## حکومت کی تعریف

حکومت ایک فعل ہے جس کا سرچشمہ حکم ہے۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (۶:۵۷ قرآن)

ترجمہ: حکم صرف اللہ کا ہے۔

اَلَا لَہُ الْحُکْمُ (۶:۶۲ قرآن)

ترجمہ: خوب سن لو! فیصلہ اللہ ہی کا ہو گا۔

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (۴۰:۱۲ قرآن)

ترجمہ: حکومت اللہ ہی کی ہے جو بالا دست اور بڑا ہے۔

اسلامی حکومت کی عام حقیقت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی بالا دست حکومت ہے۔ اس کا سرچشمہ اللہ کا پیغام ہے اور اس کی حقیقت اللہ کے حکم میں مرکوز ہے۔

**حکم:** سب سے پہلے اسلامی حکومت کی حقیقت کا اظہار قرآن کے لفظ حکم سے ہوتا ہے۔ قرآن میں جا بجا حکم کا ذکر ہے۔

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

## حکومت اعلیٰ

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (۴۰:۱۲ قرآن)

ترجمہ: حکومت اللہ ہی کی ہے جو بالا دست اور بڑا ہے۔

## حکومت الٰہی

اِسلام کی حکومت اپنے اختیار و اقتدار، اپنی زندہ اور کار فرما طاقت، اپنی مذہبی تشکیل و تنظیم اور اپنی اجتماعی شیرازہ بندی کے لحاظ سے عرش عظیم کے فرمانروا کی حکومت ہے، جو اعلیٰ اور بالا دست حکومت کی حیثیت سے حکومت الٰہی (خدا کی حکومت) کے نام سے سرفراز ہے۔ اس حکومت کی رو سے دنیا ایک تکوینی وجود ہے۔ انسانی نظام ایک ربانی نظام ہے۔ حکومت ایک بلند پایہ ربانی حق ہے۔ اور حکم ایک ربانی فعل ہے۔

دنیا کے انسان مجتمع ہو کر ایک بہترین معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ خدا کی بالا دست طاقت اس پر حکومت کرتی ہے۔ حکومت خدا کی چیز ہے۔ وہ اس کو دے بھی سکتا ہے اور دے کر واپس بھی لے سکتا ہے۔ اس کا اعلان ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران آیت ۲۶)

خادم اہلسنت عبدالمجید الحنفی

آپ یوں کہیے کہ اے اللہ! مالک تمام ملک کے، ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

**اَلْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ یضعه حَیْثُ یَشَاء** [سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۶۴]

حکومت کا معاملہ خدا سے متعلق ہے وہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ حکومت کس کو ملے گی اور کس کو نہیں ملے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد در حقیقت قرآن کے اس فرمان کے عین مطابق ہے کہ حکومت خدا کی چیز ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے نکال لیتا ہے۔

یہی وہ نظریہ ہے جو عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں کارفرما تھا۔ اور جس سے موروثی بادشاہت کی تردید ہوتی ہے۔

## الحاکم بامر اللہ

اسلامی دور کی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ اسلامی تصورات کا پہلا مرکز ایک ایسے فرمانروائے اعلیٰ کا وجود ہے جو بالادست ہے اور حکومت بالادست کا منشا ہے۔ پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الحاکم بامر اللہ" خدا کی حکومت کے ذمہ دار تھے۔ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حکومت بھی

اس حکومت اعلیٰ کا عکس تھی۔

اِنَّ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

حکم صرف اللہ کا ہے۔(القرآن ۱۲:۴۰)

مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان رکھتے ہیں اور دِین کے دائرہ کی طرح دنیا کے دائرہ میں بھی اللہ کی حاکمیت کو اپنے عقیدہ کی جان سمجھتے ہیں۔

## چار یارؓ خلفائے راشدینؓ

### آیت تمکین۔ خلافت نبوت

عبد الوحید الحنفی خادم اہلسنت

حسب ذیل دو آیتیں خلافت نبوت کے قائم ہونے کی واضح دلیل ہیں:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ۝ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ [1]

ترجمہ: ان لوگوں کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی ہے، جن سے کفار کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد کرنے پر پوری

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۳۹، ۴۰

پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد انہی مومنین مہاجرین کے بارے میں اعلان فرمایا کہ:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ [1]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں زمین پر تمکین و اقتدار دیں تو یہ لوگ نماز قائم رکھیں گے اور زکوۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اس آیت تمکین میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہؓ کے متعلق ایک اعلان فرمایا ہے (جن کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مدینہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے) کہ اگر ہم ان کو ملک میں حکومت و اقتدار دے دیں تو وہ ضرور ان چار کاموں کی تکمیل کریں گے۔ اور چونکہ ان مہاجرین صحابہ کرامؓ میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد ان چار اصحابؓ کو ہی ملکی اقتدار عطا کیا ہے، یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ ذالنورین اور حضرت علی المرتضیٰؓ۔ اس لئے حسب اعلان خداوندی قرآن پر ایمان

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۴۱

رکھنے والوں کے لئے یہ قطعی عقیدہ لازم ہے کہ ان چاروں خلفاء نے ضرور وہ کام سرانجام دیئے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اقامت صلوٰۃ، ایتاء الزکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اور کوئی شخص باوجود اس اعلان خداوندی کے ان خلفائے اربعہؓ کو برحق خلفاء تسلیم نہیں کرتا تو وہ اس آیت کا منکر ہے اور اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مذکورہ اعلان صحیح ثابت نہیں ہوا، العیاذ باللہ۔

اور اس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں لیا جا سکتا کہ مذکورہ تمکین و اقتدار کا وعدہ مابعد کے خلفاء کے لئے ہے۔ کیوں کہ یہ اعلان اَلَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ کے لئے ہے، جو مہاجرین صحابہؓ ہیں اور سوائے ان چار خلفاء کے صحابہؓ میں سے اور کسی مہاجر صحابی کو خلافت نہیں ملی۔ اسی بناء پر ان چاروں خلفاءؓ کی خلافت کو خصوصی طور پر خلافت راشدہ کہتے ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت ہے اور یہ خلافت ان چار یارؓ میں ہی منحصر ہے۔ (از روئیداد مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ مطبوعہ ۱۴۰۸ھ)

## ۲۔ آیت استخلاف۔ مہاجرین صحابہؓ سے وعدہ خلافت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ؕ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، ع ۷، آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں کہ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔ اور ضرور ان کو ان کے لئے اس دِین کی طاقت (تمکین) دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے۔ وہ خلفاء میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنائیں گے۔ اور اس کے بعد جو شخص بھی انکار (یا ناشکری) کرے گا تو وہ لوگ فاسق (نافرمان) ہوں گے۔

اس آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان ایمان و عمل صالح والے صحابہ کرامؓ کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا۔ جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے، جس پر لفظ مِنْکُمْ دلالت کرتا ہے۔ اور چونکہ نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہاجرین صحابہؓ میں سے بالترتیب صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہم کو ہی خلافت اور جانشینی کا عظیم شرف نصیب ہوا ہے۔ اس لئے یہ

تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کے متعلق اس آیت میں وعدہ فرمایا تھا وہ یہی چار ہیں۔ ان کی خلافت قرآن کی موعودہ خلافت ہے اور اگر ان چار خلفاءؓ کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور آیت میں مِنْکُمْ کی قید کی وجہ سے بعد کے خلفاء اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ خواہ حضرت امام حسنؓ ہوں یا حضرت امیر معاویہؓ اور خواہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں۔ یا قرب قیامت میں پیدا ہونے والے حضرت مہدی جو اُمت محمدیہ کے آخری ہادی اور مجدد ہوں گے۔ اور جن کی عادلانہ اسلامی حکومت کے بارے میں احادیث میں پیشگوئی موجود ہے۔ ان ما بعد کے خلفاء کو بعض حضرات نے جو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے تو وہ لغوی معنیٰ میں کہ ان کی حکومتیں بھی برحق خلافتیں ہیں اور وہ بھی رشد و ہدایت والے ہیں۔ لیکن اصل خلفائے راشدین یہی خلفائے رابعہ (چار یارؓ) ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت کا صحیح مصداق ہیں اور ان کے بعد آنے والے خلفاء اس آیت کے موعودہ خلفاء نہیں قرار دیئے جا سکتے، کیوں کہ حسب آیت تمکین اس آیت استخلاف سے مراد بھی وہی خلفاء ہیں جو مہاجرین صحابہؓ میں سے ہوں گے۔[1]

[1] از روئیداد مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ مطبوعہ ۱۴۰۸ھ

خادم اہلسنت عبدالواحد الحنفی

## آیت استخلاف میں لفظ منکم سے مراد

آیت استخلاف میں خلفائے اربعہؓ کی خلافت موعودہ کا مبنی لفظ منکم ہے اور شیعہ بھی اسی منکم سے گھبراتے ہیں۔ ۱۳۳۹ھ میں بمقام مکیریاں ضلع ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں امام اہلسنّت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور شیعہ مناظر مرزا احمد علی امرتسری آنجہانی میں مناظرہ ہوا تھا۔ چونکہ شیعہ پہلے تین خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان کے بھی منکر ہیں، **العیاذباللہ۔**

اس لئے امام اہل سنت نے خلفائے ثلٰثہ کے مومن کامل اور خلیفہ راشد ہونے پر دوسرے دلائل کے علاوہ آیت استخلاف بھی پیش کی تھی اور فرمایا تھا کہ جو لوگ حضرات ثلاثہ کو مومن نہیں مانتے وہ بتلائیں کہ یہ آیت کیوں کر سچی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ آیت میں وعدہ صرف مومنین حاضرین سے ہے، ورنہ لفظ منکم بے کار ہو جائے گا۔ اور اس وقت کے لوگوں میں صرف خلفائے ثلاثہؓ ہی کو آیت کی موعودہ تینوں نعمتیں ملیں۔ حضرت علیؓ کو بہ قول شیعہ تمکین دِین نہیں ملی۔ وہ اپنی خلافت میں بھی اپنا دِین رائج کرنے پر قادر نہ تھے۔ جیسا کہ روضہ کافی کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوا ہے۔ پس اگر حضرات ثلاثہؓ معاذاللہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مومن صالح نہ ہوں تو ان کی خلافت اس آیت کی مصداق نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی دوسرا مصداق اس آیت کا نہیں پایا گیا۔[1]

شیعہ مناظر نے مِنۡکُمۡ کا یہ جواب دیا کہ اگر "منکم" سے حاضرین ہی مراد ہوں تو پھر منکم سے قرآن میں جو خطابات ہیں، وہ سب حاضرین کے لئے مخصوص ہو جائیں گے اور بعد والوں کے لئے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔ تو اس کا جواب امام اہلسنّت نے یہ دیا کہ:

(۱) کہیں بھی لفظ مِنۡکُمۡ ہو اور حاضرین کی تخصیص نہ لینے سے یہ لفظ بے کار ہو جاتا ہو تو یقیناً وہاں بھی حاضرین کی تخصیص ہو گی۔ مگر آیات احکام میں ایسا نہیں۔

(۲) امام اہل سنت نے شیعہ مذہب کی کتب اصول سے یہ دکھایا کہ حاضر کا صیغہ حاضر کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور غائبین کا شامل کرنا کسی دلیل خارجی کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ دلیل خارجی آیت استخلاف میں دکھا دیجئے تو بے شک تخصیص باطل ہو جائے گی۔ شیعہ مناظر اس کا جواب نہ دے سکے۔[2]

☆☆☆☆

---

[1] مباحثہ مکیریاں ص۱۷

[2] از روئیداد سالانہ ۱۴۰۸ھ مدرسہ اظہار الاسلام مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

**باب...5**

# حسنینؓ کی جہادی خدمات

## عہد خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ

حضرت امام حسینؓ کی عمر مبارک جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین خلیفہ بنے تو ساڑھے انیس (19½) سال تھی چناں چہ آپ نے اسلامی جہاد میں شامل ہونے کے لیے جہاد پر جانے والے لشکر میں شمولیت اختیار کرلی۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## (۱) جنگِ سبیطلہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے عہد خلافت میں ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن ابی سرح کی امارت میں افریقہ سے جو جنگ لڑی گئی اس میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ شریک ہوئے۔ اس میں یہ عبادلہ خمسہ بھی لشکر میں شامل ہوئے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

(۳) حضرت عبداللہ بن جعفر (حضرت علیؓ کے بھائی جعفر کے بیٹے)

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ

یہ جنگ مدینہ منورہ سے تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) کلومیٹر کے

فاصلے پر قیروان کے قریب بمقام سبیطلہ لڑی گئی۔

**نوٹ** ناظرین مزید تفصیل تاریخ ابنِ خلدون ج ۲ ص ۱۸۸ پر مطالعہ فرمائیں۔

## (۲) جنگ طمیسہ

جنگِ سبیطلہ کے تقریباً ۴ سال بعد ۳۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین کے دورِ خلافت میں ہی طبرستان کے قریب بمقام طمیسہ جو مدینہ منورہ سے چار ہزار (۴۰۰۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، حضرت سعید بن عاص اموی کی قیادت میں لڑی گئی اس میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور پانچ عبادلہ عبداللہ کے نام کے جلیل القدر صحابہؓ شریک تھے اور جنگ کی تفصیل مزید تاریخِ طبری ج ۵ ص ۲۷۰ میں تاریخ وقائع ۳۰ھ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں صحابہؓ کرام اور اہل بیتؓ عظام میں کہیں کوئی مذہبی یا سیاسی اختلاف نہ تھا، مسلمان بطور امت ایک تھے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت کی

شیعہ مؤرخ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لکھتے ہیں:

"جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے دوستوں کو ہتھیار دے کر آپ کے دروازے پر ان کی مدد کے لیے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے روکیں۔

اسی طرح زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے بیٹوں کو اسی غرض سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف روانہ کیا۔ لیکن یہ لوگ بلوائیوں کو آپ کے دروازے سے دور رکھنے یا ہٹانے کے لیے جو تیر چلا رہے تھے، ان میں سے حسنؓ زخمی ہو گئے۔

قنبر کے سر میں زخم آیا اور محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جب کہ آپ کے غلام اور دوسرے لوگ بلوائیوں کو گھر میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے ان سے دست بدست لڑ رہے تھے۔

چنانچہ دو آدمیوں نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپؓ کی زوجہ کہنے لگیں: امیر المؤمنین کو قتل کر دیا گیا۔

ان کی آواز سن کر حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ جو لوگ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

تھے، مکان میں داخل ہوئے، لیکن اس وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ رو پڑے۔

جب آپ کی شہادت کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، اور دوسرے مہاجرین وانصار کو ملی تو وہاں پہنچ کر اپنے بیٹوں کو جھڑکنے لگے کہ ان کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کو کیوں کر شہید کیا گیا؟ تو انہوں نے واقعہ سنایا، جو ہم سطور بالا میں بیان کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روکا جو اپنے بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے سینوں پر مکے مار رہے تھے اور ان سے شہادتِ عثمانؓ کے سلسلے میں باز پُرس کر رہے تھے۔[1]

## حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسنؓ کی جنازہ میں شرکت

روایت کی جاتی ہے کہ بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تھا۔ لیکن حضرت علیؓ بن ابی طالب نے جھڑکا اور سختی سے روکا۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی شریک جنازہ تھے۔ اور

---

[1] تاریخ المسعودی، ج: ۲، ص: ۲۸۴

بغیر غسل کے انہیں کپڑوں میں دفن کیا جو پہنے ہوئے تھے۔[1][2]

(۲) امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے روز ہوئی۔

حکیم بن حزامؓ اور جبیر بن معطمؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس گئے۔ آپ نے دفن کرنے کی اجازت دی۔ شب کے وقت مابین مغرب وعشاء جنازہ لے کر نکلے۔ جنازے کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ، مروان بن الحکم تھے۔ جنت البقیع "حش کوکب" میں دفن کیا۔

جبیر بن معطمؓ نے نماز پڑھائی۔ لیکن بعض مؤرخوں کا خیال ہے کہ مروان نے اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے پڑھائی۔[2]

## اہل السنت والجماعت کون ہیں؟

## ہارون الرشید کا حضرت عثمانؓ کے متعلق استفسار

مصعب بن عبداللہ بن الزبیری اپنے باپ عبداللہ بن مصعب کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دِن ہارون الرشید (بادشاہ المولود ۱۵۵ھ

---

[1] شہید کو بغیر غسل دیئے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ شہید تھے اس لیے غسل نہیں دیا گیا۔

[2] تاریخ طبری ج ۳، حصہ اول ص ۳۶۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۳۶۴

المتوفیٰ ۱۹۳ھ) نے مجھ سے پوچھا کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو بُرا کہا، ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: جناب والا! ایک جماعت نے ان پر اعتراض کیا اور ایک جماعت نے ان کا ساتھ دیا۔ جن لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تھا، وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور انہیں میں شیعہ، اہل بدعت اور خارجی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، وہ آج تک اہل السنت والجماعت ہیں۔

ہارون الرشید کہنے لگے کہ اس جواب کے بعد اب مجھے آئندہ کبھی اس معاملہ پر استفسار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ (تاریخ طبری ج۸ ص ۱۲۱)

## عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت

(۱) جب ۱۸ ذی الحجہ یوم جمعہ ۳۵ھ کو عثمانؓ بن عفان شہید کر دیئے گئے اور شہادت عثمانؓ کی صبح کو مدینے میں علیؓ سے بیعت خلافت کر لی گئی تو ان سے طلحہؓ اور زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل، عمارؓ بن یاسر، اُسامہؓ بن زید، سہلؓ بن حنیف، ابو ایوبؓ انصاری، محمدؓ بن مسلمہ، زیدؓ بن ثابت، خزیمہؓ بن ثابت اور ان تمام اصحابؓ رسول اللہ ﷺ وغیرہم نے جو مدینے میں تھے، بیعت کر لی۔

☆☆☆☆

باب...6

# حضرت امام حسنؓ و حسینؓ

## دورِ خلافت علیؓ المرتضیٰ

حضرت حسنؓ و حسینؓ نے دورِ خلافت حضرت علیؓ المرتضیٰ میں آپ کا ساتھ دیا اور ہر قسم کی خدمات انجام دیتے رہے۔

**شہادت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث افراد:** حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت میں وہ لوگ از خود آکر شامل ہوئے جو شہادت حضرت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث تھے۔ اور بنیادی طور پر یہ فتنہ کھڑا کرنے والے تھے۔

جناب القعقاعؓ بن عمرو کی مصالحانہ گفتگو کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس موقع پر ایک عظیم خطبہ دیا۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا:

اَلَا وَاِنِّیْ رَاحِلٌ غَدًا فَارْتَحِلُوْا اَلَا وَ لَا یَرْتَحِلَنَّ غَدًا اَحَدٌ اَعَانَ عَلٰی عُثْمَانَ بِشَیْءٍ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِ النَّاسِ... الخ

ہم کل یہاں سے آگے پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ خبر دار! جس شخص نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں اعانت بھی کی ہو، وہ بھی ہم سے جدا ہو جائے اور ہمارے ساتھ نہ رہے۔ الخ[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ نزولی ذا قار، البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد تحت احوال الجمل

**مفسدین کی ایک مذموم کوشش:** جس وقت امیر المومنین کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو اس وقت فتنہ انگیز پارٹی کے سربر آوردہ لوگ شریح بن (اوفیٰ) علیاء بن الہیثم، مسلم بن ثعلبہ العبسی، عبداللہ بن سبا (ابن سوداء)، خالد بن ملجم وغیرہم، جن میں ایک بھی صحابیؓ نہ تھا، سخت پریشان ہوئے۔ اور انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

**وَلَيْسَ فِيهِمْ صِحَابِيٌّ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ** (البدایہ ابن کثیر ج ۷)

یعنی ان میں ایک صحابی بھی نہیں اور یہ اللہ کا شکر ہے۔

## حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش:

**فَإِنَّ بَعْضُهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوجِ عَلَى الْإِمَامِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَ عَلٰى قَتْلِهٖ لَمَّا نَادٰى يَوْمَ الْجَمَلِ بِاَنْ يَّخْرُجَ عَنْهُ قَتْلَةَ عُثْمَانَ** الخ [1]

یعنی حضرت علیؓ نے جب جمل کے موقع پر اعلان فرمایا کہ قاتلین عثمانؓ (ہماری جماعت سے) نکل جائیں تو ان بعض (مفسدین و اشرار) نے خود حضرت علیؓ کے خلاف خروج کر کے ان کے قتل کرنے پر عزم کر لیا تھا۔ الخ (کتاب الیواقیت الجواہر مولفہ امام شعرانی)

**جانبین کی صلح پر آمادگی:** حضرت قعقاعؓ اور فریقین کے درمیان

---

[1] کتاب الیواقیت والجواہر ج ۲ تالیف ۹۴۲ھ

مذکورہ گفتگو کی روشنی میں دونوں جماعتوں کے درمیان صلح اور اصلاح میں کوئی شک نہ رہا۔ یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہم حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

دوسری جانب حضرت علیؓ المرتضیٰ قاتلین عثمانؓ کو شرعی سزا دینے پر رضامند ہو گئے۔ اس صورت حال کو مؤرخ طبری نے اپنے انداز میں تاریخ طبری جلد خامس آخر عنوان "نزول علی الزاویہ من البصرہ" میں درج کیا ہے:

**سانحہ قتل عثمانؓ میں ملوث افراد کی سازش:** مفسدین اور قاتلین عثمان کے شر اور فساد نے آخر کار تاریکی میں دفعتۃً قتال کھڑا کر دینے پر اتفاق کر لیا۔ یہ ان اشرار کی طرف سے تیسرا "الفتنۃ الکبریٰ" تھا۔ ایک شہادت عثمانؓ کا سانحہ، دوسرا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے قتل کی تدبیر اور تیسرا قتال بین المسلمین کر دینا۔

ان لوگوں کا طریق کار یہ طے پایا کہ ہم میں سے کچھ لوگ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے ہم نواؤں کی قیام گاہ پر اور دوسرا گروہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت پر دفعتۃً و ناگہاں رات کی تاریکی میں دوسرے فریق کی جانب حملہ کر دے۔ اور ہر ایک فریق بلند آواز میں پکارے کہ فریق مخالف نے بدعہدی کرتے ہوئے حملہ کر دیا ہے۔

چنانچہ اس تدبیر کے موافق صبح صادق سے قبل ان مفسدین کے دو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

گروہوں نے تقسیم ہو کر جانبین کی قیام گاہوں پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح ہر ایک فریق نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم پر مخالف فریق نے بد عہدی کرتے ہوئے حملہ کر دیا ہے، پوری شدت سے جنگ کی۔ لیکن ہر ایک فریق کا مقصد اپنا اپنا دفاع کرنا تھا۔ قتال میں ابتدا کرنا ہرگز پیش نظر نہ تھا۔[1]

## بصرہ میں جنگ جمل

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کا اور اُن لوگوں کا جو اہل بصرہ وغیرہم میں سے تھے، اُن کے ہمراہ تھے۔ یوم الجمل ماہ جمادی الآخرہ ۳۶ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی۔ اُس روز حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ وغیرہما شہید کر دیئے گئے۔ مقتولین کی تعداد تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ علیؓ بصرہ میں پندرہ شب قیام کر کے کوفے واپس ہو گئے۔[2]

**جنگ جمل کا اختتام:** جنگ جمل میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے اور وہ غالب آ گئے اور دوسرے فریق کے اکابر (حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ) اور تیرہ ہزار

---

[1] ماخوذ: تفسیر القرطبی ج ۱۶ تحت سورۃ الحجرات تحت مسئلۃ الرابعہ لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۷۱ء (۲) المنتقیٰ للذہبی ص ۴۰۴ المتوفیٰ ۷۴۸ھ)، سیرت حضرت علیؓ المرتضیٰ مولفہ مولانا محمد نافع ص ۲۶۰

[2] طبقات ابن سعد ج ۴

(۱۳۰۰۰) افراد شہید ہو گئے۔ (ماخوذ تاریخ مسعودی ج ۲ ص ۲۸۹)

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کے حق میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جانب سے پورا اکرام کیا گیا۔ اور کامل اکرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف واپسی ہوئی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے دونوں طرف کے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی۔

**شہداء پر دُعائے مغفرت:** (۱) حضرت علیؓ مقتولین پر گزرے تو فرمایا:

**عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ مَرَّ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ عَلٰی قَتْلٰی مِنْ اَھْلِ الْبُصْرَۃِ فَقَالَ: اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ** (المصنف لابن ابی شیبہ ج ۵ مطبوعہ کراچی)

اے اللہ! ان کی مغفرت فرما اور ان کو بخش دے۔

**قاتلین عثمانؓ پر بددُعا:** (۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزند محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ قاتلین عثمانؓ کے بارے میں بددُعا کرتے تھے۔

**عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ الْحَنَفِیَّۃِ وَکَانَ صَاحِبُ لِوَاءِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْجَمَلِ قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ: اللّٰھُمَّ اَکِبَّ قَتَلَۃَ عُثْمَانَ لِمَنَاخِرِھِمُ الْغَدَاۃَ** (التاریخ الکبیر لامام بخاری ج ۴ ص ۳۴۳)

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو قیامت کے روز چہرہ کے بل اوندھا کر کے سزا دینا۔

(۳) فَقَالَ: اللهمَّ احْلِلْ بِقَتَلَةِ عُثْمَانَ خِزْيًا[1]

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ پر ذلت اتار اور رسوائی نازل کر دے۔

جناب علیؓ المرتضیٰ کا ان لوگوں کے حق میں بد دُعا کرنا بالکل بجا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ہی اہل اسلام کے درمیان شر انگیز اور ہلاکت خیز حالات پیدا کر دیئے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

**کوفہ کی طرف روانگی:** حضرت علیؓ المرتضیٰ واقعہ جمل کے بعد ۱۵ دن بصرہ میں رہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بروز پیر ۱۲ رجب ۳۶ھ آپ کوفہ میں داخل ہوئے۔ (البدائیہ والنہایہ ج ۷ تحت صفین)

**کوفہ کو دارالخلافہ بنایا:** حضرت علیؓ المرتضیٰ نے کوفہ کو مدینہ منورہ کے بجائے دارالخلافہ قرار دیا اور مستقل اقامت اختیار فرمائی۔

**صفین کی طرف اقدام:** حضرت علیؓ المرتضیٰ شام کی طرف تشریف لے جانے کے لئے عزم کر کے کوفہ سے نکلے اور نخیلہ کے مقام پر قیام کیا۔ اور وہاں جیوش عساکر کے متعلقہ انتظامات درست کئے۔ کوفہ پر اپنا قائم مقام حضرت ابو مسعود (عقبہ بن عامرؓ) الانصاری کو متعین کیا۔ اور شام کی طرف روانہ ہوئے اور دریائے فرات کے قریب ذوالحجہ ۳۶ھ میں قیام کیا۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ ج ۵ روایت ۱۹۶۵۶

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

**صفین کا محل وقوع:** جب حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ المرتضیٰ اور اُن کے عساکر کے متعلق خبر پہنچی تو وہ بھی اپنے جیوش کے ہمراہ ملک شام کی مشرقی سرحد کے قریب آ پہنچے۔ بلاد شام کی مشرقی جانب صفین کے ایک مقام پر فریقین کی جماعتوں کا اجتماع ہوا۔ یہ محرم ۳۷ھ کا موقعہ ہے۔

**صفین میں فریقین کا موقف:** (۱) حضرت علیؓ المرتضیٰ کی رائے یہ تھی کہ بیشتر مہاجرین وانصار نے میری بیعت کرلی ہے۔ فلہٰذا اہل شام کو بھی میری بیعت میں داخل ہونا چاہیے اور اطاعت قبول کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ یہ صورت اختیار نہ کریں تو پھر قتال ہوگا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ ظلماً شہید کئے گئے ہیں اور ان کے قاتلین علوی جیش میں موجود ہیں۔ فلہٰذا ان سے قصاص لیا جائے۔ اور ہمارا مطالبہ صرف قصاص دم عثمانؓ کے متعلق ہے، خلافت کے بارے میں ہمارا نزاع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ تحت کتاب الاعتصام (۲) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۱)

## جنگ صفین

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جو کوفہ میں اُن کے ساتھ تھے، ان لوگوں

---

[1] تاریخ مسعودی ج ۲ ص ۲۸۹

کے ساتھ نکلے۔ حضرت معاویہؓ کو جب معلوم ہوا تو وہ اُن لوگوں کے ہمراہ جو اہل شام میں سے اُن کے ساتھ تھے، روانہ ہوئے۔ صفر ۳۷ھ میں بمقام صفین طرفین برابر ۱۱۰ روز تک قتال کرتے رہے۔

لشکر شام سے پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے اور لشکر عراق سے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے۔[1] حضرت عمارؓ بن یاسر، حضرت خزیمہؓ بن ثابت اور حضرت ابو عمرہ المازنی جو علیؓ کے ہمراہ تھے، شہید ہوئے۔

**تحکیم کا عہد نامہ:** علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عمروؓ بن العاص امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔ کاتب نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ کے فرمانے پر لکھنا شروع کیا:

**هٰذَا مَا تَقَاضِيْ عَلِيّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبْ وَ مُعَاوِيَةَ بِنْ اَبِيْ سُفْيَان قَاضى عَلِيّ عَلٰى اَهْلِ الْكُوْفَةَ وَ مَنْ مَّعَهُمْ وَ مُعَاوِيَةَ عَلٰى شَام وَ مَنْ مَّعَهُمْ اِنَّنَا تَنَزل عِنْدَ حُكْم اللهِ وَ كِتَابه وَ اِنْ لَا يَجْمع بَيْنَنَا غَيْرَه وَ اِنْ كِتَابُ اللهِ بَيْنَنَا مِنْ فَاتِحه اِلٰى خَاتِمَة تحى فَا اَحْيَاء وَ نَمِيْت مَا اَمَاتَ مَا فَمَا وَاحِد الحُكْمَان فِيْ كِتَابِ اللهِ وَ هُمَا اَبُوْ مُوْسٰى عَبْدِ اللهِ قَيْس وَ عَمْرو بِنْ الْعَاص عَمَلَا بِه وَ مَا لَمْ يَجِدَاه**

[1] البدائیہ والنہایہ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ ص ۱۲۷

فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَالسُّنَّۃُ الْعَادِلَۃُ الْجَامِعَۃُ غَیْرُ الْمُعْرِفَۃ

ترجمہ: یہ وہ تحریر ہے جس کو علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علیؓ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ تھے، حکم مقرر کیا ہے اور معاویہؓ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں، حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہو گا۔ اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے، اس کو جس کو اُس نے زندہ کیا ہے اور ماریں گے اُس کو جس کو اُس نے مارا ہے۔ پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں گے، اس پر عمل کریں گے اور حکم ابو موسیٰ، عبداللہ بن قیسؓ اور عمروؓ بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔[1]

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سر بر آوردہ لوگوں نے دستخط کئے۔[2]

---

[1] تلخیص "تاریخ ابن خلدون" ج ا رسول اور خلفائے رسول ص ۴۲۱ مولفہ رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدون (المتوفیٰ ۸۰۸ھ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

[2] ابن خلدون نے یہ روایت تاریخ طبری سے لی ہے اور تاریخ طبری کی روایت ابو مخنف راوی سے

## (۲) جنگ بندی ربیع الاول ۳۸ھ اور تحکیمین کا فیصلہ رمضان ۳۸ھ

شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح المتوفیٰ ۲۸۴ھ تاریخ یعقوبی میں اپنے نظریہ کے تحت یہ واقعہ اس طرح لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ ایک تدبیر باقی رہ گئی ہے کہ مصاحف کو بلند کیا جائے اور ان میں جو کچھ ہے اس کی طرف انہیں دعوت دیں۔ اس طرح آپ ان کو روک دیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: یہ آپ کا کام ہے۔ پس انہوں نے مصاحف بلند کیے اور انہیں اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دی اور کہنے لگے: ”ہم آپ کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“

حضرت اشعثؓ بن قیس[1] نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو کہا: اللہ کی قسم! آپ کو ضرور انہیں اس بات کا جواب دینا ہو گا جس کی طرف انہوں نے دعوت دی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ”میری رائے ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھیجوں۔“ حضرت اشعثؓ بن قیس نے کہا:

---

نقل کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ابو مخنف راوی سبائی گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہؓ دشمنی میں بلوائی اور سبائی بعض مقامات پر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں سبائی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجبوراً حضرت علیؓ نے جنگ بندی کی اور بلوائی حضرت علیؓ کے اس جنگ بندی کے معاہدہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

[1] جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین شہید ہوئے تو اس وقت حضرت اشعثؓ بن قیس جو کہ صحابی رسول ﷺ ہیں، آذربائیجان میں اُن کی طرف سے عامل (گورنر) تھے۔ بعد میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی بیعت کر لی۔ (تاریخ طبری ج ۳ حصہ اول ص ۴۸۰)

حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیج رہے ہیں۔ آپ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ[1] کو بھیجیں۔ انہوں نے جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بھیج دیا۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا۔ اور انہوں نے قضیہ کی دو تحریریں لکھیں۔ ایک تحریر حضرت علیؓ کی جانب سے جو آپ کے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کے خط میں تھی۔ دوسری تحریر حضرت معاویہؓ کی جانب سے جو آپ کے کاتب عمیر بن عباد الکنبانی کے خط میں تھی۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے کاتب کو لکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے لکھا:

"علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے"۔

آپ نے قضیہ کی تحریر فریقین پر واجب کی کہ وہ اس بات پر راضی ہیں جو کتاب اللہ نے واجب کی ہے۔ اور دونوں حکمین پر دونوں تحریروں میں شرط لگائی گئی کہ وہ فاتحہ سے لے کر خاتمہ تک جو کچھ بھی کتاب اللہ میں ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس سے تجاوز نہ کریں گے اور نہ اس سے ہٹ کر خواہش کی طرف آئیں گے اور نہ مداہنت کریں گے۔ اور آپ نے ان دونوں سے سخت عہد لئے اور اگر وہ فیصلے میں کتاب اللہ سے فاتحہ سے لے کر خاتمہ تک تجاوز کریں گے تو ان

---

[1] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ فاروق کے دورِ خلافت میں گورنر رہے۔ حضرت عثمانؓ کے آخری اور حضرت علیؓ کے ابتدائی دور میں کوفہ کے گورنر رہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

دونوں کا کوئی فیصلہ نہ ہو گا۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے چار سو (۴۰۰) اصحاب کے ساتھ بھیجا اور حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے چار سو اصحاب کو بھیجا اور وہ ماہ ربیع الاول ۳۸ھ میں دومۃ الجندل میں جمع ہوئے۔ (ماخوذ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۹)

**حکمین کی مشاورت:** ماہِ ربیع الاوّل ۳۸ھ میں دونوں طرف سے چار چار سو افراد دومتہ الجندل میں جمع ہوئے۔

علامہ ابن کثیرؒ (المولود ۷۰۱ھ المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

جب حکمین نے ملاقات کی تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت پر آپس میں مناظرہ کیا اور امور کا اندازہ لگانے میں غور و فکر کیا۔

پھر ان دونوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے مشورے سے ہو، تاکہ وہ ان دونوں میں سے بہتر آدمی یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور آدمی پر متفق ہو جائیں۔ تاکہ وہ متفقہ طور پر اپنے لئے امیر کو منتخب کر لیں۔

پھر وہ دونوں لوگوں کے مجمع کے پاس آئے۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے سامنے کسی بات میں سبقت نہ کرتے تھے۔ بلکہ تمام امور میں ادب و تعظیم کی وجہ سے انہیں مقدم

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

کرتے تھے۔ آپ نے انہیں کہا: اے ابو موسیٰ! کھڑے ہو کر لوگوں کو وہ بات بتائیے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔

پس حضرت ابو موسیٰؓ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا:

"اے لوگو! ہم نے اس اُمّت کے معاملے میں غور و فکر کیا ہے اور جس امر پر میں نے اور عمروؓ بن عاص نے اتفاق کیا ہے ہم نے اس امت کی بہتری کے لئے اور اس کی پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی امر نہیں دیکھا اور وہ یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو معزول کرتے ہیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس امر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اور میں نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کر دیا ہے"۔

پھر وہ ایک طرف ہٹ گئے۔

حضرت عمروؓ بن العاص آئے اور ان کی جگہ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو بات کہی ہے تم نے سُن لی ہے۔ انہوں نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے اور میں نے بھی انہیں اُن کی طرح معزول کر دیا ہے۔

(۲) اور میں حضرت معاویہؓ کو قائم کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ حضرت عثمانؓ کے مددگار اور اُن کے خون کے بدلہ کے طالب ہیں۔ اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کی جگہ کھڑے ہونے کے حق دار ہیں۔

حضرت عمروؓ بن العاص [1] نے دیکھا کہ اگر لوگوں کو اس حالت میں بلا امام چھوڑ دیا گیا تو وہ اس سے بھی زیادہ طویل و عریض اختلافات میں پڑ جائیں گے۔ پس انہوں نے اس مصلحت کو دیکھ کر حضرت معاویہؓ کو قائم کر دیا۔ اور اجتہاد صحیح اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۵۷)

**دومۃ الجندل سے لوگوں کی اپنے شہروں کو روانگی:** حکمین کے فیصلہ کے بعد لوگ اپنے اپنے شہروں کو جانے کے لئے ہر طرف بکھر گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص اور ان کے ساتھی حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے اور انہیں سلام کہا اور فیصلہ کی اطلاع دی۔

---

[1] حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مہاجرین صحابہؓ میں سے ہیں اور دونوں نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا۔ قرآن میں ہمیں مہاجرین صحابہؓ کی پیروی میں رضامندی کی سند دی گئی ہے۔ اس لئے دونوں نے اپنے اجتہاد سے ایک مشترکہ فیصلہ کیا اور حضرت عمروؓ بن العاص نے ساتھ ہی دوسری اضافی رائے کے تحت اجتہادی فیصلہ حضرت امیر معاویہؓ کی تقرری کا بھی سنا دیا تاکہ اُمت ایک لمحہ بھی بغیر امام کے نہ رہے۔ اس طرح پوری اُمت کو اب دو اماموں تک اپنے فیصلہ سے محدود کر دیا تاکہ جب تک اُمت کی شوریٰ مشترکہ فیصلہ نہیں کرتی، اُمت میں انتشار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی اس فیصلہ کی روشنی میں بعد میں حضرت امیر معاویہؓ سے آئندہ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ کے جانشین حضرت امام حسنؓ نے مکمل صلح کر کے پوری اُمت کو ایک امیر کے تحت کر دیا۔ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ سمیت سب اہل سنت نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فیصلہ سنانے کے بعد مکہ کی طرف چلے گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور شریح بن ہانی نے واپس آکر حضرت علیؓ کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے فیصلہ کی اطلاع دی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۵۵۷)

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی معزولی پر اتفاق کرنے کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت معاویہؓ کو حاکم مقرر کر دیا تو حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ ان کی حکومت موقع کے مطابق واقع ہوئی ہے اور ان کے خیال کے مطابق ان کی اطاعت واجب ہو گئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۶۲۵، ۳۹ھ کے واقعات)

(۲) امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے حالات ناخوش گوار ہو گئے اور آپ کی فوج آپ کے خلاف متحرک ہو گئی اور اہل عراق نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کے ساتھ قیام کرنے سے رُک گئے اور اہل شام کا معاملہ سنگین ہو گیا۔ اور انہوں نے اس خیال کے پیش نظر دائیں بائیں گشت کی اور حملے کیے کہ حکمین کے فیصلے کے مطابق امارت حضرت معاویہؓ کے لئے ہے۔ کیوں کہ ان دونوں نے حضرت علیؓ کو معزول کیا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک سے امارت چھٹنے پر حضرت معاویہؓ کو حاکم مقرر کر دیا ہے۔ اور اہل شام، تحکیم کے بعد حضرت معاویہؓ کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

امیر کہتے تھے۔

اہل عراق کے امیر حضرت علیؓ بن ابی طالب اس زمانہ میں اہل ارض کے بہترین آدمی تھے اور ان سے بڑے عبادت گزار، بڑے زاہد، بڑے عالم اور اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے زندگی کو ناپسند کیا اور موت کی تمنا کی۔ اور یہ خواہش آپ نے کثرت فتن اور آزمائشوں کے ظہور کے باعث کی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۶۳۴)

**حکمین کا فیصلہ:** (پہلا اجلاس ربیع الاول ۳۸ھ، دوسرا اجلاس رمضان ۳۸ھ) شہرہ آفاق عربی کتاب تاریخ المسعودی کے شیعہ مصنف ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

جنگ صفین کے موقع پر جنگ بندی کے بعد حکمین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص نے جو فیصلہ قلم بند کرایا، اُس کے الفاظ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کے نبی ہیں اور اللہ نے اُنہیں دُنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔

(۲) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق (رضی اللہ عنہ) خلیفہ رُسول ﷺ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اپنے آخری وقت

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تک عمل کرتے رہے۔ اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عائد تھا، بحسن و خوبی ادا کیا۔

(۳) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فاروق (رضی اللہ عنہ) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اپنے آخری وقت تک عمل کرتے رہے اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عائد تھا، بحسن و خوبی ادا کیا۔

(۴) حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی مجلس شوریٰ اور اُمت مسلمہ کی متفقہ رائے سے امور خلافت سر انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور تمام مسلمانوں نے فرداً فرداً ان کی بیعت کی۔ وہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہما) کی طرح مومن تھے۔

**حکمین کی مشاورت:** حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اے بھائی! صرف اتنا بتایئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے تھے یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا: ہاں! وہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اچھا! اب بتایئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے لئے ان کا کوئی ولی تقاضا کرے تو وہ حق پر ہو گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقینا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حق پر ہو گا۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے فرمایا: تو آپ کاتب سے کہیے کہ وہ لکھے جو آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پھر خود ہی کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۵) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ولی کو ان کے حقوق کا قصاص طلب کرنے کا حق ہے۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا اشارہ پا کر کاتب یہ لکھ چکا تو حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا: میرے نزدیک حضرت عثمانؓ کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کا طالب (حضرت) معاویہؓ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ کہہ کر حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور کوئی شخص اسے قتل کرنے کی کوشش کرے لیکن قتل نہ کر پائے تو دونوں کو قاتل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقیناً سمجھا جائے گا۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۶) ہم دونوں کے خیال میں مبینہ طور پر جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے حضرت معاویہؓ ان کے خون کا قصاص لینے میں حق بجانب ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہم نے تحکیم کے بارے میں یہاں مصدقہ باتیں لکھ دیں ہیں۔[1]

**حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ایثار:** حضرت علیؓ المرتضیٰ نے تحکیم کی تجویز قبول کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ تفریق نہیں چاہتے تھے۔ آپ خلوص و للّٰہیت کا پیکر تھے۔ اور خلیفہ موعود کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن جہاں تک آپ لچک قبول کر سکتے تھے، آپ نے کی۔ مگر جب ثالث حضرات نے ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو بھی اپنے دائرہ میں منصب خلافت پر فائز کر دیا تو آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۲)

**قرآنی فیصلہ کیا ہے؟** مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

(قرآن میں) خلافت کا وعدہ صرف مہاجرین صحابہؓ سے تھا اور حضرت معاویہؓ مہاجر صحابی نہ تھے۔ اور وعدہ خداوندی کا مصداق اپنے اپنے دور میں خلفائے اربعہؓ میں سے ایک ہی خلیفہ تھا۔[2]

(۲) اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہؓ امام برحق ہیں۔ اور یہ صلح رسول پاک ﷺ کی اس عظیم پیش گوئی کے نتیجہ میں نصیب ہوئی ہے:

اِنَّ ابْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ

[1] ماخوذ از تاریخ المسعودی اردو ترجمہ شہرہ آفاق عربی کتاب فروج الذہب و معاون الجواہر مؤلفہ شیعہ مؤرخ ابو الحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفیٰ ۳۴۵ھ) ج ۲ ص ۳۳۷ ناشر نفیس اکیڈمی اسٹریچس روڈ کراچی سال اشاعت ۱۹۸۵ء

[2] خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۹

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح بخاری)

ترجمہ: یہ میرا بیٹا (حضرت حسنؓ) سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

اس سے حضرت حسنؓ کی بھی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور امام حسنؓ کا یہ بڑا ایثار ہے۔ ورنہ اگر حضرت حسنؓ صلح کر کے اپنی خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد نہ کرتے اور مقابلے میں قائم رہتے تو حضرت امیر معاویہؓ کو وہ کامیابیاں نصیب نہ ہو سکتی تھیں جو صلح کے بعد حاصل ہوئیں۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۹)

**حضرت امیر معاویہؓ کا مقام:** حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ چونکہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک مجتہد ہیں۔ انہوں نے یہ اختلاف کسی نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا۔ البتہ اس بارے میں ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ جس میں وہ معذور تھے اور اس پر بھی ان کو ایک اجر ملے گا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۹۰)

**حضرت علیؓ المرتضیٰ کا مقام:** (۲) چونکہ حضرت علیؓ کا انتخاب آیت استخلاف کے وعدہ کے مطابق بالکل صحیح تھا۔ (اسی بنا پر دورِ صحابہؓ کے بعد ہر سُنّی حضرت علیؓ کے انتخاب کو بالکل صحیح مانتا ہے۔) اس لئے حضرت

علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز قبول نہ فرمائی۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۶۴)

**حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد:** حضرت مجدد الف ثانیؒ امام ابن حزمؒ (المتوفیٰ ۴۵۶ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

**اَلصَّحَابَہ کُلُّھُمْ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃ قَطْعًا** (رسالہ رد الروافض ص ۱۴)

ترجمہ: تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں۔ (بحوالہ الفصل فی الملل والنحل ج ۴ ص ۱۴۸)

آیت: **یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ** (سورۃ التحریم آیت ۸)

ترجمہ: قیامت کے دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی ﷺ اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے، ان کے ساتھ ان کا نور ہو گا کہ دوڑے گا سامنے اُن کے اور داہنے اُن کے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اس آیت کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں:

یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ عذاب نہ ہو گا۔ اور بعد وفات پیغمبر ﷺ کے نور ان کا نہ مٹے گا، نہ زائل ہو گا۔ اور اگر نور حبط (ضائع) ہو جائے اور جاتا رہے تو قیامت میں کیوں کر ان کے کام آئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ج ۲ ص ۲۰۳)

بہر حال جو شخص حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتا ہے۔ اس آیت کے تحت اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی سیدھے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جنت میں جائیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔[1]

**حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں گروہ مومن تھے:** حضرت علیؓ المرتضیٰ سے جنگ کرنے والا گروہ بھی مومن ہے، نہ کہ کافر۔ اور خود قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا

ترجمہ: اور اگر دو فریق مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح (ملاپ) کرادو۔ (پ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع اوّل)

**اصل اختلاف مطالبہ قصاص عثمانؓ تھا:** حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ ان حالات میں معذور تھے۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا قصاص لینے یا نہ لینے پر مبنی تھا۔ چنانچہ امام غزالیؒ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۸۳ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

**حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت میں نزاع نہیں کیا:**

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ کی استنباطی خلافت کا تعلق بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کے بعد کے دور سے ہے۔ کیوں کہ حضرت علیؓ

[1] دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۵۱ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

المرتضیٰ کے دور خلافت میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں تھا۔ اور خود حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت سے کوئی نزاع نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کا اور دوسرے صحابہؓ کرام کا مطالبہ صرف حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے قاتلین سے قصاص لینے کا تھا۔

البتہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ لیکن اس میں حکمین سے بھی اجتہادی خطا کا صدور ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کی مفصل بحث (کتاب) خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کر دی گئی ہے۔[1]

**حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد:** صحابہ کرامؓ کے درمیان جو جنگیں واقع ہوئی ہیں، ان کو نیک نیتی پر محمول کرنا اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور رکھنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ مخالفتیں اجتہاد اور (شرعی) تاویل پر مبنی تھیں، نہ کہ خواہش و ہوس نفسانی پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مکتوبات ج ۱ مکتوب ۲۵۱ مجدد الف ثانیؒ)

## حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی

(۱) امام بن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس تھا اور ان کے پاس ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ بھی تھے۔ اچانک حضرت علیؓ تشریف

[1] دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۱۵ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

لائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا: کیا تم علیؓ سے محبت کرتے ہو؟

حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: تمہارے درمیان تھوڑا عرصہ رنجش ہوگی۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اس کے بعد کیا ہوگا؟

فرمایا: اللہ کا عفو اور اس کی رضا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ (البقرہ آیت ۲۵۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔[1]

## حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا اور بخشش

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پایا۔ میں سلام کرکے ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

1 تفسیر درِ منثور جلال الدین سیوطی ج ا ص ۸۳۰

میں ہنوز بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ ان دونوں کو میرے سامنے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ حضرت علیؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے: قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ میرے لیے حکم ہوا ہے۔

ان کے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہؓ یہ کہتے ہوئے نکلے: قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ میری خطا بخش دی گئی۔[1]

**وہ اختلاف اجتہاد اور اعلاء حق پر مبنی تھا:** (۲) اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے، وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا۔ کیوں کہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئنہ ہو گئے تھے۔

ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور اعلائے حق پر مبنی تھا۔ ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے، وہ بھی ایک درجہ ثواب رکھتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد صحیح ہو گا، اس کے لئے دو درجہ ثواب ہے۔

پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہیے اور سب کا ذکر نیکی سے کرنا چاہیے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ ج ا مکتوب ۸۰)

---

[1] احیاء العلوم مولفہ امام غزالیؒ (المتوفیٰ ۵۰۵)، ج ۴ باب ۱۰ فصل ۸، مردوں کے حالات، ص ۱۴۷

**حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مصالحت:** جنگ صفین کے بعد تحکیم میں ناکامی کی صورت میں اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ کو اپنا امیر بنالیا۔

اس چیز کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ماتحت بعض علاقوں میں شورشیں ہوتی رہیں۔

دونوں حضرات، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں باہم صلح کے لئے مراسلت اور مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار ۴۰ھ میں ان دونوں حضرات کے درمیان درج ذیل نکات پر صلح ہوگئی، جس کو معاہدہ جنگ بندی کہا جاسکتا ہے۔

**حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو تحریر کیا:** اگر آپ چاہیں تو ایسا کرلیں کہ عراق کی حکومت آپ کے حصہ میں ہو اور شام کی میرے حصہ میں تاکہ اس اُمت سے تلوار رُک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں۔ اس پر حضرت علیؓ راضی ہوگئے۔ حضرت معاویہؓ کے لشکر شام اور اس کے گرد و نواح کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت علیؓ ملک عراق اور اس کے گرد ونواح کا انتظام کرتے۔ (تاریخ طبری ج۳ باب ۲۳ ص ۳۴۶)

## اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ

(۱) ملک عراق اور اس کے ملحقات حضرت علیؓ المرتضیٰ کے تحت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

الحکم ہوں گے۔

(۲) ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت امیر معاویہؓ کے ماتحت ہو گے۔

(۳) کوئی فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

(۴) ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال کرنے سے گریز کریں گے۔

فریقین کے درمیان اس معاملہ پر پختہ عہد ہو گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مصالحت کے شاہد تھے۔ جیسا کہ ابنِ جریر الطبری نے مصالحت ہذا کو نقل کیا ہے۔ (تاریخ ابن جریر طبری ج۳ تحت ۴۰ھ والبدائیہ لابن کثیر)

## جنگ نہروان خوارج کی ابتداء

(۴) حضرت علیؓ پر اُن کے لشکر میں سے خارجیوں نے خروج کیا۔ انہوں نے کہا کہ سوائے اللہ کے کوئی حَکَم نہیں اور حرورا میں لشکر جمع کیا۔ اسی وجہ سے وہ "الحروریہ" کہلائے۔

بعض مورخین نے کہا یہ جماعت بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کے قریب تھی۔ حضرت علیؓ نے اُن کے پاس حضرت عبداللہؓ بن عباس وغیرہ کو بھیجا۔ انہوں نے اُن لوگوں سے بحث و حجت کی تو خارجیوں میں سے

ایک بڑی جماعت نے رجوع کیا، مگر ایک جماعت اپنی رائے پر قائم رہی۔

وہ خارجی لوگ نہروان چلے گئے۔ انہوں نے راستہ روک دیا۔ اور حضرت عبداللہؓ بن خباب بن اَرت کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ اُن کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے اور نہروان میں خوارج سے جنگ کی۔

**خوارج کی علیحدگی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ سے جنگ:** اور خوارج حروراء بستی کی جانب چلے گئے۔ اس کے اور کوفہ کے درمیان نصف فرسخ کا فاصلہ ہے اور اس کی وجہ سے انہیں حروریہ کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس کے سردار (۱) عبداللہ بن وہب راسبی، (۲) ابن الکواء اور (۳) ثبت بن ربعی تھے۔

وہ کہنے لگے: ”فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔“ جب حضرت علیؓ المرتضیٰ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”بات تو سچ ہے مگر اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔“

خوارج آٹھ ہزار (۸۰۰۰) اور بعض کا قول ہے کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) آدمیوں کے ساتھ نکلے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا اور آپ نے ان سے گفتگو کی۔

انہوں نے آپ کے خلاف دلیل پکڑی تو حضرت علیؓ ان کے پاس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

گئے اور فرمایا: کیا تم مجھ پر جہل کی شہادت دیتے ہو؟ خارجی کہنے لگے: نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تم میرے احکام کو نافذ کرتے ہو؟ خارجی نے کہا: جی ہاں۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا: اپنے کوفہ کی طرف واپس چلے جاؤ حتیٰ کہ ہم بحث کر لیں تو وہ سب کے سب واپس آ گئے۔ پھر وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور حضرت علیؓ کہنے لگے: میں تمہارے بارے میں الٰہی فیصلے کا منتظر ہوں اور وہ کوفہ چلے گئے۔

**خوارج سے جنگ:** معرکہ نہروان ۳۹ھ میں ہوا۔ خوارج چار ہزار (۴۰۰۰) ٹھہرے رہے اور زوال کے ساتھ ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دن کے دو گھنٹہ جنگ جاری رہی اور سب کے سب مارے گئے۔ ان لوگوں میں سے دس سے بھی کم آدمی بچے اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے دس سے بھی کم آدمی مارے گئے۔[1]

## خارجیوں سے قتال کے متعلق پیش گوئی

حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الضَّحَّابِ الْمَشْرِقِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِیْ حَدِيْثٍ ذَكَرَهُ قَوْمٌ يَخْرُجُوْنَ عَلٰى فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ

[1] ماخوذ تاریخ یعقوبی ج۲ ص۳۱۵

**مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ أَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ**[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان دونوں کے درمیان سے ایک گروہ نکلے گا جسے ان دو فرقوں میں سے حق کے زیادہ قریب فرقہ قتل کرے گا۔

**خارجی کون ہیں؟** امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبریٰ از اصحاب رفض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن۔

ترجمہ: اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے۔ اور اصحاب سے بیزاری اور مخالفت رفض و شیعیت ہے۔ اور محبت اہل بیت باوجود تمام اصحاب کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔

(۲) نیز مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آورد آنکہ ایں محبت ندارد اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت

ترجمہ: اہل سنت ہونے کے لئے حضرت امیر یعنی علی المرتضیٰ کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج۵ حدیث ۱۱۸۰۱، صحیح مسلم ۱۰۶۴، حدیث ۱۱۲۱۴، حدیث ۱۱۲۹۵، حدیث ۱۱۴۳۶، حدیث ۱۱۴۶۸، حدیث ۱۱۶۳۵، حدیث ۱۱۷۷۴، حدیث ۱۱۹۴۳

محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور "خارجی" نام پایا۔ (مکتوب باب مجدد الف ثانی جلد دوم)

**نہروان سے کوفہ واپسی:** (۵) جنگ میں کامیابی کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ کوفہ واپس ہوئے۔ اُس روز سے اُن کی شہادت تک (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو اُن پر خوارج کا خوف رہا۔

**بدبخت ترین قاتل:** (۱) عبید اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اے علیؓ! اگلوں اور پچھلوں میں بدبخت ترین کون ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا: اگلوں کا سب سے بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا۔ اور پچھلوں کا بدبخت ترین وہ ہو گا جو تمہیں نیزہ مارے گا۔ اور آپ نے اس مقام پر اشارہ کیا، جہاں وہ نیزہ مارے گا۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**عبدالرحمن بن ملجم المرادی اور علیؓ کی بیعت:** ابو طفیل سے مروی ہے کہ علیؓ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ تو عبدالرحمن بن ملجم المرادی آیا۔ اُس کو انہوں نے دو مرتبہ رد کیا۔ وہ اُن کے پاس پھر آیا تو انہوں نے کہا کہ اس امت کے بدبخت ترین شخص کو میرے قتل سے کوئی نہیں روکے گا۔ یہ ڈاڑھی اس سر کے خون سے ضرور ضرور خضاب کی جائے گی یا رنگی جائے گی۔

محمد بن سعد (مؤلف طبقات ابن سعد) نے کہا کہ ابو نعیم کے علاوہ دوسرے راویوں میں اسی حدیث میں اور اسی سند سے علیؓ بن ابی طالب سے اتنا اور اضافہ کیا کہ "واللہ یہ نبی امی ﷺ کی مجھے وصیت ہے"۔

**حضرت علیؓ کو قتل کی سازش کی اطلاع:** (۱) ابی مجلز سے مروی ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک آدمی علیؓ کے پاس آیا، جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے کہا کہ دربان مقرر کیجیے۔ کیوں کہ مراد کے لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں، جو اس کی اُن چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں، جو مقدر نہیں ہیں۔ جب شے مقدر آتی ہے تو وہ اس شے کے درمیان راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت ایک محفوظ ڈھال ہے۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

**تین خارجیوں میں عہد و پیان:** لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمی نامزد کئے گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم المرادی جو قبیلہ جمیر میں سے تھا۔ اس کا شمار قبیلہ مراد میں تھا۔ جو کندہ کے بنی جبلہ کا حلیف تھا۔ البرک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی۔

یہ تینوں مکے میں جمع ہوئے۔ انہوں نے یہ عہد و پیمان کیا ان تینوں آدمیوں کو ضرور ضرور قتل کر دیں گے۔ علیؓ بن ابی طالب، معاویہؓ بن ابی سفیان اور عمروؓ بن العاص۔

عبدالرحمن بن ملجم نے کہا کہ میں علیؓ بن ابی طالب کے لئے تیار

ہوں۔ البرک نے کہا کہ میں معاویہؓ کے لئے تیار ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ میں تم کو عمروؓ بن العاص سے کفایت کروں گا۔

انہوں نے اس پر باہم عہد و پیمان کر لیا اور ایک نے دوسرے کو بھروسا دلا دیا کہ وہ اپنے نامزد ساتھی کے کار خیر (قتل) سے باز نہ رہے گا۔ اور اس کے پاس روانہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر دے گا۔ یا اس کے لئے اپنی جان دے دے گا۔

انہوں نے باہم ۱۷ رمضان ۴۰ھ میعاد مقرر کرلی۔ اور ہر شخص اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس میں اس کا ساتھی (یعنی وہ شخص جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا) موجود تھا۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

**ابن ملجم کی کوفہ آمد:** عبد الرحمن بن ملجم کوفے آیا۔ وہ اپنے خارجی دوستوں سے ملا۔ مگر اُن سے اپنے قصد کو پوشیدہ رکھا۔ وہ انہیں دیکھنے جاتا تھا اور وہ لوگ اسے دیکھنے آتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

عبد الرحمن بن ملجم اس شب کو جس کی صبح کو اس نے علیؓ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ رات بھر مسجد میں رہا۔ جب طلوعِ فجر کے قریب وقت ہوا تو عبد الرحمن بن ملجم اور شبیب بن بجرہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنی تلواریں لے لیں اور آ کے اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے، جس سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

## حضرت علیؓ کی خواب میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات:

حضرت حسنؓ بن علیؓ نے کہا کہ میں صبح سویرے حضرت علیؓ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا: میں رات بھر اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا، پھر میری آنکھوں کی (نیند) نے مجھ پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ (خواب میں) میرے سامنے آئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ کی امت سے کس قدر تعب و فساد حاصل ہوا۔ فرمایا: اللہ سے ان کے لئے دعا کرو۔ میں نے کہا: اے اللہ! مجھے ان کے بدلے وہ دے جو ان سے بہتر ہو۔

**حضرت علیؓ پر حملہ:** اتنے میں ابن النباح مؤذن آئے۔ انہوں نے کہا کہ نماز (تیار ہے)۔ میں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا، تو وہ کھڑے ہو کر اس طرح چلنے لگے کہ ابن النباح ان کے آگے تھے اور میں پیچھے۔ جب دروازے سے باہر ہو گئے تو انہوں نے ندا دی کہ اے لوگو! نماز نماز۔ اسی طرح وہ ہر روز کیا کرتے تھے۔ جب نکلتے تو ہمراہ ان کا درّہ ہوتا اور لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔

دو آدمیوں نے انہیں روکا۔ کسی ایسے شخص نے جو وہاں موجود تھا، کہا کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی۔ اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: "اے علیؓ! حکم اللہ ہی کے لئے ہے، نہ کہ تمہارے لئے۔" میں نے دوسری تلوار دیکھی۔ پھر دونوں نے مل کر مارا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی

تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر اُن کے بھیجے تک پہنچ گئی۔ لیکن شیب کی تلوار، وہ محراب میں پڑی۔

**قاتل کی گرفتاری کا حکم:** میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ یہ آدمی ہر گز تم سے چھوٹنے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے اُن دونوں پر ٹوٹ پڑے، مگر شیب بچ کر نکل گیا۔ عبدالرحمن بن ملجم گرفتار کر لیا گیا۔ اور اسے علیؓ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

**ابن ملجم کے لئے حضرت علیؓ کی ہدایت:** حضرت علیؓ نے کہا کہ اُسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اس کے خون کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ مستحق ہوں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو اسے بھی میرے ساتھ کر دو۔ میں ربّ العالمین کے پاس اس سے جھگڑ لوں گا۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

**قاتل حضرت علیؓ کے متعلق ابن الحنفیہ کی روایت:** محمد ابن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ اسیر ہے، اس لئے اس کی ضیافت اچھی طرح کرو اور اسے اچھا ٹھکانا دو۔ اگر میں بچ گیا تو قتل کروں گا یا معاف کروں گا۔ اگر میں مر گیا تو اسے میرے قصاص میں قتل کر دو۔ اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ کیوں کہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

**خلیفہ کو نامزد کرنے کی رائے:** ان لوگوں نے کہا کہ ہم پر کسی کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلیفہ بنا دیجیے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں، میں تمہیں اس چیز کی طرف چھوڑ دوں گا، جس کی طرف تمہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا ہے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ پھر آپ اپنے ربّ سے کیا کہیں گے؟ جب اس کے پاس حاضر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے تجھی کو ان لوگوں میں چھوڑ دیا۔ اگر تو چاہے تو انہیں درست کر دے اور چاہے تو انہیں تباہ کر دے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام

صبغ الحنظلی لما کانت اللیلة التی أصیب فیها علی کرم اللہ وجهه، أتاہ ابن النباح حین طلع الفجر یؤذنه و هو مضطجع متشاقل، فعاد الثانیة و هو کذلک، ثم عاد الثالثة فقام علی یمشی و هو یقول:

اشدد حیاز یمسک للموت فان الموت لا فیکا
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

فلما بلغ الباب الصغیر شدّ علیه ابن ملجم فضربه۔ فخرجت أم کلثوم ابنة علی رضی اللہ عنه فجعلت تقول مالی و لصلاة الغداة! قتل زوجی أمیر المؤمنین صلاة الغداة، و قتل أبی صلاة الغداة۔ و عن شیخ من قریش أنّ علیا

کرم اللہ وجھہ لما ضربہ ابن ملجم قال: فزت ورب الکعبۃ۔ وعن محمد بن علی أنہ لما ضرب أوصی بنیہ ثم لم ینطق الا بلا الہ الا اللہ، حتی قبض۔

## حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جب وہ رات ہوئی جس کی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہیں، تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لئے عرض کیا۔ آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے۔ دوبارہ وہ پھر آئے۔ پھر آپ نے دیر کی۔ جب تیسری بار آئے تو آپ اُٹھ کر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے، جس کا مضمون یہ ہے:

موت کی تیاری کر آئے گی وہ بیگمان
موت سے گھبرائے مت جب ہو تیری مہمان

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ حضرت ام کلثوم آپ کی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمرؓ بھی اسی نماز میں شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں۔ اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی

کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ اور حضرت محمد بن علیؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے اور کچھ نہ بولے۔ (احیاء العلوم از امام غزالیؒ)

**حضرت علیؓ کی شہادت:** حضرت علیؓ جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شب کو زندہ رہے۔ شب یک شنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو اُن کی شہادت ہو گئی (رضی اللہ عنہ)۔ حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں کرتا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

**حضرت علیؓ کی نماز جنازہ:** شعبیؒ سے (متعدد سلسلوں سے) مروی ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے اُن پر چار تکبیریں کہیں۔ علیؓ کوفہ میں مسجد جامع کے نزدیک اس میدان میں جو ابواب کندہ کے متصل ہے، لوگوں کے نماز فجر سے واپس ہونے سے پہلے دفن کر دیئے گئے۔ حسنؓ بن علیؓ اُن کے دفن سے واپس ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ لوگوں نے اُن سے بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو مہینے رہی۔

**حضرت علیؓ کی عمر:** ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ جس روز حضرت علیؓ کی وفات ہوئی، وہ تریسٹھ (۶۳) برس کے تھے۔[1]

[1] حوالہ طبقات ابن سعد جلد سوم حصہ خلفائے راشدینؓ ص ۱۷۹ تا ۱۹۴

## حضرت امام حسنؓ کی ایک غلط عقیدہ کی تردید

عمرو بن الاصم سے مروی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے کہا گیا کہ ابوالحسن علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؓ دابۃ الارض تھے۔ اور وہ قیامت سے قبل پھر بھیجے جائیں گے۔ تو انہوں نے کہا:

**عن عمرو بن الاصم قال دخلت علی الحسن بن علی و هو فی دار عمرو بن حریث له ان ناسا یزعمون ان علیًا یرجع قبل یوم القیامة فضحک و قال سبحان اللّٰہ! لو علمنا ذالک مازوّجنا نسائهٗ و لا ساهنا میراثهٗ** (طبقات ابن سعد ج ۳)

دارالاہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: عمرو بن الاصم سے مروی ہے کہ میں حسنؓ بن علیؓ کے پاس گیا جو عمرو بن حریث کے مکان میں تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؓ قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ وہ ہنسے اور کہا کہ سبحان اللہ! اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو نہ ہم اُن کی عورتوں کا نکاح کرتے اور نہ باہم ان کی میراث تقسیم کرتے۔[1]

## حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

[1] حوالہ طبقات ابن سعد جلد سوم حصہ خلفائے راشدینؓ ص ۱۷۹ تا ۱۹۴

حضرت علی المرتضیٰؓ کے دورِ خلافت میں باہمی جو نزاعات ہوئے ہیں، وہ بھی فروعی اور اجتہادی ہیں۔ اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں دینی اصولی اختلاف بالکل نہیں ہوا اور سیاسی اجتہادی اختلافات میں جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف حق اور صواب تھا اور فریق ثانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔ لیکن یہ خطا چونکہ اجتہادی تھی، اس لئے آپ پر طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے فیض یافتہ صحابی اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کی نیت پر شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے بھی آپ سے خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ اور پھر ساری عمر (یعنی امام حسنؓ دس سال اور امام حسینؓ تقریباً بیس سال تک) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ بیت المال سے لاکھوں کی تعداد میں وظیفہ وصول کرتے رہے۔ حالانکہ حسب ارشاد رسالت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ان کی عظمت شان اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسلم ہے۔

اگر وہ حضرت امیر معاویہؓ کو کتاب و سنت کا مخالف پاتے تو حضرت حسنؓ اپنی اس خلافت حقہ سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوتے جو ان کو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے بعد ملی تھی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ تاریخی صلح دراصل حضور خاتم النّبیین ﷺ کی حسب ذیل پیش گوئی پر مبنی تھی کہ:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح بخاری باب ۴۵۶ حدیث ۹۳۳)

ترجمہ: تحقیق میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو باعظمت گروہوں میں صلح کرادے گا۔

اور صلح کی بعد میں جو صورت ظہور پذیر ہوئی ہے، اس کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ کی دینی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اور کوئی باشعور اور مخلص مسلمان آپ پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (دفاع حضرت امیر معاویہؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

## حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر

مسعودی لکھتے ہیں:

روایت یہ ہے کہ جب حضرت حسنؓ کی طرف سے صلح نامے کی منظوری کی خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ان کو دیکھ کر اہل خضراء نے بھی وہی نعرہ لگایا تو اس وقت مسجد میں موجود نمازیوں نے بھی نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ان نعروں کی آواز سُن کر فاختہ بنت قرظہ حیران ہوتی ہوئی گھر سے نکلی

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

اور حضرت معاویہؓ سے کہا: یا امیر المومنین! اللہ آپ کو خوش رکھے، ایسی کیا خبر آئی ہے جس سے آپ اس قدر مسرت کا اظہار فرما رہے ہیں؟ فاختہ کے سوال کا جواب حضرت معاویہؓ نے یہ دیا: حضرت حسنؓ نے ہم سے صلح کرلی ہے اور ہماری اطاعت پر راضی ہوگئے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوش خبری ہے۔

یہ سُن کر فاختہ بنت قرظہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پڑھی:

"میرا یہ بیٹا جو اہل جنت کا سردار ہے، اللہ کے حکم سے دو حریفوں میں صلح کرائے گا۔"

پھر بولی: الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے دو حریفوں میں سے ایک حریف کے ذریعے دو مخالف گروہوں میں صلح کرادی ہے۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت امام حسنؓ کی کوفہ سے مدینہ روانگی

صلح کے بعد مقام مسکن سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر اپنے حشم و خدام و ساز و سامان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت حسنؓ وہاں پہنچے اور اب زخم بھی ان کا اچھا ہو گیا تھا اور آپ نے فرمایا:

اہل کوفہ اپنے ہمسایہ، اپنے مہمان، اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے بارے میں، جن سے اللہ نے نجاست کو دور کر دیا اور طیب و طاہر

---

[1] مروج الذہب مسعودی حصہ دوم ص ۳۶۷

کیا، خوف خدا کرنا چاہیے۔

یہ سن کر لوگوں کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۸)

## مدینہ میں حضرت حسنؓ کا قیام

حضرت امام حسنؓ تاحیات مدینہ ہی مقیم رہے۔ حتیٰ کہ ۴۹ھ میں اور بروایت ابو الفرح اصفہانی ۵۱ھ میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بن الاشعث بن قیس نے بہ سازش حضرت امیر معاویہؓ زہر دے دیا، یہ شیعوں کی روایت ہے۔ جس کی کوئی اصلیت کہیں بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ امیر معاویہؓ ان افتراؤں سے بالکل بری ہیں۔[1]

## عہد خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ

جب حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت، حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی صلح کے بعد شروع ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر ان کے عہد خلافت میں جو اسلامی جہاد ہوئے ان میں شرکت کی۔

[1] تاریخ ابن خلدون ج اول حصہ اول ص ۴۴۲

## جنگ قسطنطنیہ ۴۹ھ میں شرکت

حضرت امام حسینؓ اس جنگ میں جو حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں عیسائیوں کے خلاف قسطنطنیہ (ترکی) میں لڑی گئی، اس میں شریک تھے۔ یہ جنگ ۴۹ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بھی کئی صحابہؓ اس میں شریک تھے۔ قسطنطنیہ مدینہ منورہ سے تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت خالد سے روایت ہے:

ان عمیر بن اسود العسنی حدثه انه الی عبادة بن الصامت وھو نازل ساحل حمص وھو فی بناءله معه ام حرام۔ قال عمیر فحدثنا ام حرام انها...... النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اوّل جیش من امتی یغرون البحر قد اوجبو اقالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل جیش امتی یغرون مدینه قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ لا۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۴۰۹)

آنحضرت ﷺ نے اس دوسری جنگ کو بھی جو قسطنطنیہ میں قیصر روم سے لڑی گئی، اپنی امت کی ایک قابل تعریف کاروائی کہا ہے۔ یہ جنگ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں لڑی گئی جس میں حضرت حسینؓ شامل تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

# حضرت امام حسینؓ کی تین معرکوں میں شرکت

(۱) سال ۲۶ھ خلافتِ حضرت عثمان ذوالنورینؓ

سفر جہاد مدینہ سے سبیطلہ تک تقریباً ۷۰۰۰ کلومیٹر۔

(۲) سال ۳۰ھ خلافتِ عثمان ذوالنورینؓ

سفر جہاد مدینہ سے طمیسہ تک تقریباً ۴۰۰۰ کلومیٹر۔

(۳) سال ۴۹ھ خلافت حضرت امیر معاویہؓ

سفر جہاد مدینہ سے قسطنطنیہ تک تقریباً ۴۰۰۰ کلومیٹر۔

## حضرت امام حسینؓ کا سفر جہاد ۱۵۰۰۰ کلومیٹر

عبدالوحید الحنفی

حضرت امام حسینؓ نے تین معرکوں میں جہاد کرتے ہوئے پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) کلومیٹر کے قریب زمین عبور کی۔

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں ان جنگی خدمات میں شریک ہوئے، اور جب حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت علیؓ المرتضیٰ کے جانشین بنے اور آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کرلی تو حضرت حسینؓ ان کے دورِ خلافت میں بھی قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا اپنے دورِ خلافت میں عام تعارف یہی تھا کہ آپ پہلے تینوں خلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان

ذوالنورینؓ کو برحق خلیفہ مانتے تھے اور ان کے بعد آپ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ خلیفہ بلا فصل ہونے کے ہرگز مدعی نہ تھے اور نہ ہی آپ نے کبھی اس کا اظہار کیا۔[1]

## قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت

### حدیث اُمّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ

ثم قال النبی ﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول الله۔ قال: لا

ترجمہ: پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر، میری امت کا جو قیصر (روم کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے عرض کیا، میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔[2]

### دوسری روایت حدیث ام حرامؓ

عن عبدالله بن عبدالرحمن الانصاری قال سمعت انسا رضی الله عنه یقول دخل رسول الله ﷺ علی ابنت ملحان فاتکا عندها ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول الله فقال: ناسٌ من

---

[1] حضرت امام حسینؓ کے تین سفر جہاد، مؤلفہ علامہ خالد محمود

[2] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتالِ روم حدیث ۱۸۴۔ باب ۱۳۷۔

**امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم مثل الملوک نحلی الاسرۃ فقالت: لہ مثل او مم ذلک فقال: لھا مثل ذلک فقالت ادع اللہ ان یجعلنی فیھم قال انت من الاولین و لست من لاخرین قال: قال انسؓ فتزوجت عبادۃ بن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظۃ فلما قفلت رکبت وابتھا فوقصت بھا فسقطت عنھا فماتت۔** [1]

ترجمہ: عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انسؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ، ام حرام بنت ملحان (جو کہ آپ کی عزیزہ تھیں کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سو گئے۔) پھر آپ اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے ہیں جہاد کے لیے بحر خضر پر سوار ہوں گے۔ ان کی مثال تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی سی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان سے کر دے، حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ انہیں بھی ان لوگوں میں کر دے۔

پھر دوبارہ آپ لیٹے اور سو گئے اور (جب اٹھے تو) مسکرا رہے تھے،

---

[1] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب عزو المراۃ فی البحر حدیث ۱۴۰ باب ۱۰۷۔

خاکیِ اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

انہوں نے اس مرتبہ بھی آپ سے وہی سوال کیا اور حضور ﷺ نے بھی مسکرانے کی سابقہ وجہ بتائی، انہوں نے پھر عرض کیا کہ آپ دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے لشکر میں شریک ہو گی۔(بحری غزوے میں) اور یہ کہ بعد والوں میں تمہاری شرکت نہیں ہے۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ام حرامؓ عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں اور بنت قرظ (فاختہؓ حضرت معاویہؓ کی بیوی) کے ساتھ انہوں نے دریا کا سفر کیا پھر جب واپس ہوئیں اور اپنی سواری پر چڑھیں تو اس سواری نے زمین پر گرا دیا۔ اور (اسی میں) آپ کی وفات ہوئی۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

حدیث کے پہلے حصہ میں جس بحری جہاد کا ذکر ہے وہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں سب سے پہلا سمندری بحری بیڑا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی اجازت سے تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ تھی جس میں ام حرامؓ شریک ہوئیں اور شہادت پائی اور حدیث کے دوسرے حصے میں جس بشارت نبوی کا بیان ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کے متعلق غزوہ اور جہاد کرنے والوں کے لیے مغفرت کا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ارشاد فرمایا ہے۔ یہ غزوہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں (علیٰ اختلاف الاقوال) ۵۲ھ میں پیش آیا اور اس غزوہ کے امیر جیش یزید بن معاویہؓ تھے۔ مذکورہ بشارت نبوی کے پیش نظر اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بعض علماء نے حضرت حسینؓ بن علی المرتضیٰ کی بھی اس غزوہ میں شرکت ذکر کی ہے۔[1]

## فوائد و بشارت

غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر غزوہ اور جہاد کرے گا وہ مغفور (جس کی بخشش کردی گئی) ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات

مؤرخین نے لکھا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے شرکت کی اور بیمار ہو گئے انہوں نے وصیت فرمائی کہ اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں تو مجھے باب قسطنطنیہ کے پاس جہاں غازی لڑ رہے ہوں ان کے قدموں میں دفن کیا جائے۔[2]

[1] البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۳۲ تحت سنہ ۴۹ھ و تذکرہ فقہ حسین بن علی۔ تاریخ ابن عساکر (ابن بدران) ج۴ ص ۳۱۱۔ تذکرہ امام حسین بن علیؓ

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ کتاب الجہاد ص ۳۲۰۔

چناں چہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس غزوہ کے دوران میں انتقال ہو گیا یزید بن معاویہؓ امیر لشکر نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قلعہ قسطنطنیہ کے دامن میں دفن کیا گیا۔[1]

پھر اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر سے ایک روشنی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نمودار ہوئی اور یہ منظر آس پاس کے کفار نے دیکھا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کفار کی طرف سے آدمی آئے اور کہنے لگے کہ گزشتہ رات تم نے کسی شخص کی میت کو دفن کیا ہے؟

اہل اسلام نے جواب دیا کہ وہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کے ایک صحابی تھے پس اس منظر کو دیکھ کر اطراف کے کئی کافر مسلمان ہو گئے۔

ان لوگوں نے واقعہ ہذا سے یہ تاثر لیا کہ جس پیغمبر کے یہ پیروکار ہیں وہ نبی ﷺ برحق ہیں اور ان کا مذہب صحیح ہے اور یہ دین صادق ہے۔[2]

## حدیث مغفور لھم کی بحث

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حامیانِ یزید عموماً بخاری شریف کی یہ حدیث یزید کے فاسق ہونے کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۷۸ تحت باب ما قیل فی قتال الروم۔

[2] کتاب شرح اسیر بکیر (شمس الائمہ سرخی) ج ۱ ص ۱۵۷۔ باب الشہید وما یصنع بہ۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا یا نہیں۔ اس حدیث سے یہ کیوں کر لازم آگیا کہ یزید فاسق نہیں تھا۔ کیا اتنا نہیں جانتے کہ فسق اور مغفرت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی درجے میں فاسق تھا تو گو اس کو جہنم کی سزا ہو بھی جائے مگر آخرت میں اس کی مغفرت ہو کر جنت نصیب ہو گی۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَا[1]

اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں، جس کے لیے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی فرماتے ہیں، قرآن و حدیث و اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔

(۲) حدیث کی مراد یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے اس وقت تو گناہ بخش دیے گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آئندہ بھی گناہ نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کے بعد ان سے فسق و فجور اور گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے۔

[1] پ ۵۔ رکوع ۴ سورہ النساء آیت ۴۸

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار اور التوبہ میں ہے۔

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ قَالَ كُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس آیت کے متعلق کہ بعضے تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہوں گے۔

تو اس ارشاد رسالت سے بھی ثابت ہوا کہ ظالم لوگ بھی آخر کار جنت میں ہوں گے۔ لہٰذا یزید کو مغفرت کا مستحق قرار دیتے ہوئے بھی اگر اس جہاں کے اعتبار سے فاسق اور ظالم تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یعنی فسق اور مغفرت جمع ہو سکتے ہیں۔

(۳) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا . . . الخ[1]

ترجمہ: پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو

[1] پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر رکوع ۴ آیت ۳۲ تا ۳۳

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے اُن میں متوسط درجے والے ہیں اور بعضے اُن میں وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔

وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔

پارہ ۲۲، سورہ فاطر رکوع ۴ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

**روی البغوی سنده عن ابی عثمان الهندی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قرأ هذا قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقنا سابق و مقتصدنا ناج و ظالمنا مغفور له** (تفسیر مظہری پارہ ۲۲)

بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان ہندی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہمارا سابق، سابق ہے اور ہمارا متوسط درجے کا نجات پانے والا ہے اور ہمارے ظالم (یعنی ہماری امت کے ظالم) کی مغفرت ہو جائے گی۔[1]

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ظالم ہیں ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

---

[1] الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۹۔

یہاں ظالم کے لیے مغفور لہٗ فرمایا ہے۔

اور بخاری شریف کی زیر بحث حدیث میں تمام اہل لشکر کے لیے مغفور لھم کی بشارت دی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امت میں سے جن کو مغفور لھم کی بشارت دی گئی ہے وہ ضرور صالح اور عادل ہی ہیں کیوں کہ رسول پاک ﷺ نے ظالمین کو بھی مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے۔ اور بعض امتی اس بشارت کا مصداق ہو کر بھی فاسق ہو سکتے ہیں۔ زیر بحث حدیث بخاری سے وہ یزید کا صالح اور عادل ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

یہاں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح حدیث مغفرت کا مصداق قرار دینے کے باوجود یزید کو فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کو بھی باوجود رَضِیَ اللہُ عَنۡھُمۡ وَ

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب ص ۱۳۴

رَضُوْا عَنْهُ کی قرآنی بشارت کے فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔ یعنی اس وقت (مثلاً بیعت رضوان کے موقع پر) اللہ ان سے راضی ہو گیا تھا لیکن بعد میں جب انہوں نے مخالف شریعت افعال کا ارتکاب کیا (العیاذ باللہ) تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا۔

کیوں کہ مغفرت کی بشارت اور رضا کی بشارت میں فرق ہے۔

مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ مغفرت کی مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ دوام کا ہو تو جدا بات ہے۔ جیسا کہ اصحاب بدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ (بخاری شریف)

تم جو چاہو کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔

اس میں مغفرت دائمی کے لیے اعملوا ماشئتم قرینہ ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصحاب بدر گناہ بھی کرتے رہیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہو گا، جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ چناں چہ اہل جنت کو بھی اسی طرح بشارت دی گئی ہے۔

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ (سورہ صفّٰت آیت ۳۱)

اور تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہو گا جو تمہارے نفس چاہیں گے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

لیکن جنت میں کوئی آدمی گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکے گا۔

اور بر عکس مغفرت کے اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یا دوسرے مواقع پر جو رضی اللہ عنھم و رضو عنه کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ صاحب تفسیر معارف القرآن فرماتے ہیں:

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علیٰ مشاتم الرسول" میں فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہو سکتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا۔

اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ (مقام صحابہؓ۔ مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۷۳ تا ۸۲)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورہ توبہ آیت ۱۰۰)

اور مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں۔ اور (بقیہ امت میں) جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے (یعنی اللہ سے) راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس میں مہاجرینؓ و انصارؓ اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ کے لیے ہے۔ ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مہاجرینؓ و انصارؓ کے لیے بہشتیں تیار ہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں گے۔

اگر یہ احتمال ہوتا کہ وہ کوئی کام بعد میں رضائے الٰہی کے خلاف کریں گے تو یہ نہ فرماتے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔

لہٰذا آیت ہٰذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان ہمیشہ کے

لیے ہے اور امام ابن عبد البرؒ متوفیٰ (۴۶۳ھ) نے لکھا ہے۔

**من رضی اللہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً ان شاء اللہ تعالیٰ۔**

جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے کبھی ناراض نہیں ہو گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (خارجی فتنہ حصہ دوم بحث فسق یزید ص ۱۳۵)

(ب) مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ (کہ اب ہمیشہ کے لیے بخشش ہو گئی۔ جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس بشارت کے بعد بھی وہ شخص فسق و فجور کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اصل بحث حدیث بخاری کے الفاظ مغفور لھم میں ہے کہ اس سے یزید کا بعد میں بھی عادل رہنا ضروری ہے یا نہیں۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک چونکہ وہ فاسق مسلمان ہے اس لیے خواہ بعد سزا کے ہی آخر کار فاسق کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاسق کو بجائے فاسق کے صالح و عادل ہی قرار دیا جائے۔ [1]

☆☆☆☆

---

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۴۴ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی۔ طبع اول ۱۹۸۶ء طبع دوم ص ۱۳۵ ۲۰۱۱ء ناشر ادارہ مظہر التحقیق، متصل جامع مسجد ختم نبوت کعائرک ملتان روڈ لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

**باب...7**

# تاریخ کی اہمیت

تاریخ ایک ایسا فن ہے جسے اقوام و امم ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو تاریخ میں تحقیقی نظریات بھی ہیں اور کائنات کے لطیف علل و مبادی بھی اور اسی طرح واقعات کی کیفیات و اسباب کا گہرا علم بھی ہے اس لیے تاریخ کی دنیائے فلسفہ میں گہری جڑیں ہیں اور وہ اس لائق ہے کہ علوم حکمت میں شمار کی جائے۔[1]

## مؤرخین پر تنقیدی نگاہ

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: (ا) بڑے بڑے مؤرخین اسلام نے مفصل تاریخیں لکھیں اور دنیا کے واقعات پورے پورے قلم بند کیے اور کتابوں میں محفوظ کیے لیکن افسوس بن بلائے ہوئے نالائق مہمانوں نے تاریخ میں جھوٹے اور خود ساختہ افسانے ملا دیے۔

اوہام و خیالات بھر دیے اور کمزور منقولہ اور خود تراشیدہ روایات کے خوبصورت حاشیئے۔ پھر بعد والے انہی کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے، لکیر کے فقیر بن گئے اور جو کچھ واقعات انہوں نے سنے تھے وہی

[1] مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۱۱۲

بلا کم و کاست ہم تک پہنچا دیے۔ انہوں نے واقعات کے اسباب پر غور و فکر نہیں کیا اور نہ ان کی رعایت مد نظر رکھی اور بے بنیاد اور اڑائی ہوئی باتیں بھی نہیں چھوڑیں اور نہ ان کا معقول جواب دیا غرض کہ تحقیق برائے نام بھی نہیں کی۔ اکثر واقعات میں تنقیح کی دھار مڑھی ہوئی ہے۔ اور خبروں میں اغلاط اور اوہام خبروں کے ہم نسب، ہم دم و ہم قدم ہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۱۱۲)

## تاریخ میں غلطی کے اسباب

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: مؤرخین مفسرین اور ائمہ نقل کو حکایات و واقعات میں بہت سی غلطیاں محض اس لیے پیش آئیں کہ انہوں نے صرف نقل پر خواہ غلط ہو یا صحیح قناعت کر لی اور واقعات کو ان کے اصول و معیار پر کس کر نہیں دیکھا اور اشباہ و نظائر پر قیاس نہیں کیا نہ انہیں حکمت و فلسفہ کی کسوٹی پر کسا اور نہ کائنات کی طبیعتوں پر پرکھا اور نہ ان پر نظر و بصیرت کو پینچ بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح راہ کھو بیٹھے اور اوہام و اغلاط کے میدان میں حیران و سرگرداں بھٹکتے ہوئے رہ گئے۔

خصوصاً اموال و افواج کی تعداد میں تو بے شمار غلطیوں کا شکار ہوئے۔ جب ان کا حکایات میں ذکر آیا۔ کیوں کہ حکایات میں جھوٹ کا

احتمال بہت ہوتا ہے اور لغویات کی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے حکایات کو اصول و قواعد پر کسنا ضروری ہے۔[1]

## مغالطوں پر تفصیلی روشنی ڈالنی ضروری تھی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: اس مقام پر بہت سے قابل بھروسہ علماء اور حفاظ مؤرخین ڈگمگاتے ہیں اور اس قسم کی باتیں ان کے ذہنوں میں بیٹھ گئی ہیں اور کمزور رائے اور قیاس قطع نظر کرنے والوں نے ان سے یہ واقعات نقل کر لیے ہیں جبکہ انہوں نے بھی بلا تحقیق و کرید کے انہیں حاصل کیا تھا اور یہ ان کے خزانہ معلومات میں جمع ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ فن تاریخ ایک بوسیدہ فن ہو گیا اور خلط ملط ہو کر رہ گیا، جس کے پڑھنے والے شکوک میں پڑ کر رہ جاتے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۱۳۷)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## تاریخ میں جھوٹ اور سچ کا اور غلطیوں کا احتمال

چونکہ خبر میں جھوٹ اور سچ کا احتمال ہوتا ہے اس لیے تاریخ میں بھی جھوٹ اور سچ کا اور غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔

## تاریخ میں غلطیوں کے کئی اسباب ہیں

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ ص ۱۱۷

**تاریخ میں غلطیوں کا پہلا سبب** اختلاف آراء و مذاہب ہے۔ کیوں کہ جب ذہن راہِ اعتدال پر ہوتا ہے اور کوئی بات سنتا ہے تو اس کی تحقیق کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی اور جب ذہن کسی رائے یا مذہب میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو فوراً اس خبر کو مان لیتا ہے جو اس کی رائے یا مذہب کے موافق ہو۔ کیوں کہ اس کی بصیرت پر تعصب و محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے، جو اسے تحقیق و تنقید سے روک دیتی ہے اور وہ جھوٹی خبر قبول کر کے غلطی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس جھوٹی خبر کو بلا تامل نقل کر لیتا ہے۔

**دوسرا سبب** نقل کرنے والوں پر بھروسہ ہے کہ اس زعم میں وہ ثقہ ہیں اور غلط بیانی ان کی شان کے شایان نہیں اور جرح و تعدیل کے اصول پر ان کے احوال نہیں جانچے جاتے۔

**تیسرا سبب** مقاصد سے غفلت ہے کہ بہت راوی اپنی مشاہدہ کی ہوئی یا سنی ہوئی خبروں کے اغراض و مقاصد سے ناآشنا رہتے ہیں۔ اور اپنے گمان پر روایت کر دیتے ہیں۔ اس لیے غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔

**چوتھا سبب** وہم صداقت ہے۔: یہ سبب کثیر الوقوع اور عام ہے اور کئی طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ زیادہ تر اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ راویوں پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔ کبھی اس راہ سے پیدا ہوتا ہے کہ خبروں کا خارجی واقعات سے مقابلہ نہیں کیا جاتا تاکہ احوال و واقعات میں تطبیق

ہو جائے۔ اس لیے جہالت و تطبیق سے بھی جعلی اور من گھڑت باتوں کو فروغ ہو جاتا ہے اور صحیح و غلط میں تمیز نہیں رہتی اور سننے والا خبر کو جوں کا توں نقل کر دیتا ہے۔ حالاں کہ وہ جعلی ہونے کی وجہ سے صداقت سے کوسوں دور ہوتی ہے۔

**غلطی کا پانچواں سبب** معزز اور بڑے لوگوں کی مدح و ثنا کر کے ان کو خوش کرنا اور ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اکثر خوشامدی لوگ بڑے لوگوں کی ہر بات خوبصورت رنگ میں رنگ کر اسے پھیلا دیتے ہیں اور اس طرح وہ جھوٹی خبریں دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔

**غلطی کا چھٹا سبب** جو مذکورہ بالا تمام اسباب سے اہم ہے معاشرے کے طبعی احوال سے ناواقفیت ہے۔ اگر خبر سننے والا وجود میں آنے والے حادثات و حالات کی مخصوص طبیعتوں سے اور مخصوص تقاضوں سے خبردار ہے۔ تو اس واقفیت سے اسے اس خبر کی تحقیق میں بڑی مدد ملے گی۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ ج ۱ ص ۱۴۶)

## خبروں کی جانچ کا ایک معیاری قاعدہ

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: خبروں کی جانچ پڑتال کے لیے یہ قاعدہ ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے کہ اس پر کس کر کھرا کھوٹا معلوم کر لیا جائے۔ خبروں کی تحقیقات کے لیے یہ طریقہ، ہر طریقہ سے بہتر اور انتہائی کارآمد ہے۔

## بہت سی محال خبریں مان لی جاتی ہیں

بسا اوقات لوگ محال و ناممکن خبروں پر یقین کر کے انہیں مان لیتے ہیں اور دوسروں سے روایت بھی کر دیتے ہیں۔ اور لوگ ان سے یہ خبریں نقل کرتے چلے آتے ہیں۔

خبروں کی تحقیق آبادی اور معاشرے کی طبیعتوں سے سمجھنے پر موقوف ہے اور تحقیق کا یہ طریقہ انتہائی بہتر اور قابل اعتماد ہے۔ جس سے سچی اور جھوٹی خبروں میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اگرچہ خبروں کا صدق راویوں کی عدالت سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر عدالت ثانوی درجہ رکھتی ہے اور معاشرے کے طبعی حالات سے تحقیق کا طریقہ مقدم ہے۔ راویوں کی عدالت کی تحقیق تو جب کی جاتی ہے۔ جب خبر میں صدق کا امکان ہو۔ لیکن جب بظاہر خبر ناممکن اور بعید از عقل ہو تو جرح و تعدیل سے کیا فائدہ؟ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ حصہ اول ص ۱۴۸)

## خبروں کی صحت کا معیار

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: سمجھ دار عقلا نے خبر کے سلسلہ میں یہ بھی ایک علّت بتائی ہے کہ الفاظ سے ناممکن معانی لیے جائیں یا عقل سے خارج ہو کر تاویل گھڑی جائے۔ ہاں شرعی اخبار و آثار میں راویوں کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ تا کہ کم از کم ان کی عدالت و صداقت کا گمان تو ہو کیوں کہ اکثر احادیث احکام و عبادات کے بارے میں ہیں۔ جن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کے لوگ مکلف ہیں۔ اور شارع نے ان پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور گمان کے صحیح ہونے کی راہ عدالت و ضبط کے اعتبار سے راویوں کی چھان بین ہے اور واقعات سے تعلق رکھنے والی خبروں کی صحت و صدق کا معیار خارج کی مطابقت کا اعتبار ہے۔ اس لیے ان خبروں میں امکان و قوع پر غور کرنا ضروری ہے۔ اور ان راویوں کی تعدیل اہم اور مقدم امکان ہے۔[1]

## حکومت وریاست کا فرق

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: "حکومت" کا مفہوم "ریاست" سے وسیع ہے کیوں کہ "ریاست" محض سرداری ہے اور رئیس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔

لیکن رئیس ان پر جبریہ احکام نافذ نہیں کر سکتا۔ اس کے بر عکس سلطان لوگوں سے جبریہ اپنے وضع کردہ قوانین منوانے پر قادر ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کے پاس طاقت ہوتی ہے۔ اور ڈنڈے سے ٹیڑھے بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ حصہ اول ص ۲۵۳)

## حکومت کی غرض وغایت خلق خدا کی کفالت ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: "حکومت" شرف کی انتہائی حد ہے اور

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۱۴۸

ہر "حسب" کی سب سے آخری سرحد ہے علاوہ ازیں سیاست و حکومت سے اللہ کی مخلوق کی کفالت معرض وجود میں آتی ہے اور "حکومت" اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے بمنزلہ "خلافت" کے ہے اور بندوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا مدار ان کی خیر و اصلاح پر اور پیروی پر ہے۔ جن میں ان کے مصالح کی رعایت برتی گئی ہو جیسا کہ شریعتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اور انسانی خود ساختہ قوانین کا مدار جہالت و شیطنت پر ہے کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ' نے خیر و شر ساتھ ساتھ پیدا فرمائے ہیں اور دونوں اس کی تقدیر و قدرت کے اندر ہیں اس کے سوا کوئی اور فاعل نہیں۔ [1]

## اسلام نے عربوں میں سیاست کی اہلیت پیدا کی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: جب اسلام آنے کے بعد مسلمانوں میں "جمہوری حکومت" قائم ہوئی اور اسلام نے ان میں شرعی احکام و قوانین اور سیاسی مسائل پختگی کے ساتھ نافذ کیے جس میں معاشرے اور آبادی کی ظاہری و باطنی فلاح و بہبودی مد نظر رکھی گئی تھی اور پھر اس طرز پر لگاتار خلفاء کام کرتے رہے تو ان کی حکومت کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اور ان کی طاقت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔ [2]

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۲۵۸

[2] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۲۶۹

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## حکومتوں کی ابتدا دین اور غلبہ سے ہوتی ہے

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: ”حکومت“ غلبہ سے حاصل ہوتی ہے اور غلبہ عصبیت سے اور ایک ہی تحریک پر اتفاق آراء سے ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اتحاد و اتفاق حق تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جب کہ وہ اس کا دین قائم کرنے میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔

چنانچہ خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ [1]

(یعنی اے نبی ﷺ) ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اگر آپ دنیا کی ساری دولت صرف کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو آپ لوگوں کے دلوں کو جوڑنے پر قادر نہ تھے۔ لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔ بے شک وہ زبردست حکمت والے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دل لوگوں کو باطل خواہشوں کی طرف اور دنیوی رجحان کی طرف جذب کرتے ہیں اس لیے باہمی حسد کا اور اختلاف کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

لیکن اگر اس کے بر عکس ”دل حق کی طرف مڑ جائیں“ اور دنیا کا

---

[1] الانفال آیت ۶۳

خیال چھوڑ دیں اور باطل سے منہ موڑ لیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ان کے مقاصد کی سمت ایک ہی رہتی ہے۔

اس لیے ”حسد“ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ ان میں باہمی تعاون کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اختلاف مشکل ہی سے رونما ہوتا ہے۔ اس لیے اتحاد کی برکت سے ان کی ”حکومت“ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہے اور حدود سلطنت پھیلتے جاتے ہیں اور دنیا میں ایک ”عظیم حکومت“ قائم ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم بعد میں اس پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص۲۷٦)

## کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ

جب حکومت پر ”بڑھاپا“ طاری ہوتا ہے اور اس میں کمزوری آنے لگتی ہے تو پہلے وہ اپنے اطراف و جوانب سے سمٹتی ہے اور مرکز محفوظ رہتا ہے۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ کا مرکز کی فنا کے لیے بھی حکم آ پہنچتا ہے۔ اور حکومت سمٹتے سمٹتے مرکز کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ اگر کسی حکومت کے مرکز پر شروع میں قبضہ کر لیا جائے تو اطراف کا باقی رہنا غیر مفید ہے۔ اور اطراف اپنے مرکز پر خود ہی کمزور ہوتے ہوئے فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں کیوں کہ مرکز کی مثال ”دل“ کی سی ہے۔ جس سے روح اٹھ کر تمام جسم میں پھیلتی ہے اگر دل ہی کی حرکت بند ہو جائے تو اطراف

محض ناکارہ ہیں۔ کسریٰ کی حکومت پر غور کیجیے کہ اس کا مرکز "مدائن" تھا۔

پھر جب مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا تو کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے اطراف میں جو ملک یزدجرد کے پاس رہ گئے تھے وہ بھی اس کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اس کے برعکس ملک شام میں قیصر کی سلطنت پر غور کیجیے اس کا مرکز "قسطنطنیہ" تھا جب مسلمانوں نے شام کے مختلف ممالک پر قبضہ کر لیا تو قیصر اپنے مرکز میں جا کر محفوظ ہو گیا۔ اور اس کا ملک محفوظ رہا حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ مسلمانوں نے مرکز پر بھی قبضہ کر لیا۔ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۲۸۲)

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

## غلبہ اسلام

اس طرح اُس دور کی دو بڑی سپر طاقتوں "کسریٰ و قیصر" کا خاتمہ ہو گیا اور اسلام پوری دنیا پر غالب آ گیا۔

☆ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دورِ رحمت میں فتح مکہ ہونے سے کفار مکہ کے شکست کھانے سے عرب میں اسلام غالب آ گیا۔

☆ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکرؓ صدیق کے دور "خلافت" میں قیصر اور کسریٰ کی طرف مسلمانوں کی فتوحات شروع ہو گئیں۔

☆ حضور ﷺ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں مدائن فتح ہو گیا جو کہ کسریٰ کا دار السلطنت تھا۔

☆ حضور ﷺ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دورِ خلافت میں افغانستان، ایران اور افریقہ کے ممالک فتح ہو گئے اور قیصر قسطنطنیہ تک محدود ہو گیا۔ اور اسلام پوری دنیا پر غالب آ گیا۔

☆ حضور ﷺ کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دورِ خلافت میں پاکستان کا علاقہ مکران فتح ہو گیا۔

☆ چاروں خلفاء راشدینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے ادوارِ حکومت و خلافت میں پوری دُنیا میں اسلام غالب آ گیا تھا۔ گویا اُس وقت مسلمان پوری دُنیا میں غالب تھے اور حکومت کر رہے تھے۔

## عروج وزوال کا قرآنی دستور

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: شروع اسلام میں عربوں کے حال پر غور کیجیے جب کہ ان کی جماعتیں بہت تھیں اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے ان پر بٹنے کے بعد بھی تعداد ختم نہیں ہوتی تھی تو وہ کس طرح اپنے پڑوسی ملکوں شام، عراق اور مصر پر آناً فاناً چھا گئے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے اور سندھ حبشہ اور افریقہ پر پھر اندلس پر قابض ہو گئے پھر ملکوں اور سرحدوں میں بٹ گئے اور ممالک محروسہ کی حفاظت کے

لیے ان میں جا اترے اور اس طرح ان کے افراد کی تعداد ختم ہو گئی تو پھر آئندہ کے لیے فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اور "حکومت اسلامیہ" اپنے شباب کی آخری حد تک پہنچ گئی اور آگے نہ بڑھ سکی اور یہیں سے زوال آنا شروع ہوا اور گھٹتے گھٹتے آخر کار فنا کے گھاٹ اتر گئی اس کے بعد، بعد میں آنے والی حکومتوں کا بھی یہی حال ہوا کہ ان کی حفاظت و بقا کا سلسلہ ان کی حفاظت کرنے والوں کی اقلیت و اکثریت پر منجمد رہا اور جب بٹ بٹا کر ان کے افراد کی تعداد ختم ہوئی تو فتوحات و اقتدار بڑھانے کا سلسلہ بھی ختم ہوا دنیا والوں میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ کار فرما ہے۔ (تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۸۲)

## اسلامی حکومت کے تحت مسلمان ساتوں اقلیموں میں چھا گئے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے عربوں کا بکھرا ہوا شیرازہ جوڑ دیا۔ اور انہیں متحد کر دیا اور سب اسلام کی ایک ہی لڑی میں منسلک ہو گئے۔

تو غزوہ تبوک تک جو نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا آخری غزوہ ہے۔ مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں مضری (قریش) بھی تھے قحطانی بھی اور پیدل فوج بھی تھی۔ اور سوار بھی، پھر آپ کی وفات حسرت آیات تک مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی پھر جب مسلمانوں کا ریلا اقوام عالم کے ممالک محروسہ کو مسخر کرنے کے لیے

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد حنفی

پیش قدمی کرتا تو دنیا کی کوئی طاقت اس بڑھتے ہوئے ریلے کو نہ روک سکی اور اس مقدس سیلاب کے آگے ہر طاقت خس و خاشاک کی طرح بہنے لگی اور مسلمانوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اس وقت کی دو سپر طاقتوں کو شکست فاش دے کر ان کے ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے مشرق میں ترکوں کو اور مغرب میں فرنگیوں کو اور بربر قوم کو اور اندلس میں گاتھ قوم کو مسخر کر لیا اور یہ حجاز سے سوس اقصیٰ تک اور یمن سے شمال اقصیٰ میں ترکوں تک پہنچ گئے اور انہیں زیر نگیں کر لیا اور ساتوں اقلیموں پر چھا گئے۔

حکومتوں کی عمروں کی نسبتیں انہیں چلانے والے کی نسبتوں کے بمقدار ہوتی ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ جاری و ساری ہے۔[1]

## لوگوں کی طرح حکومت کی عمریں بھی طبعی ہوتی ہیں

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یاد رکھیے اطباء کی رائے کے مطابق انسان کی طبعی عمر ۱۲۰ سال ہے۔

صحیح حدیث کی رو سے مسلمانوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوتی ہیں۔ اور کسی کی عمر ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اگر شاذ و نادر کوئی مثال پائی جائے تو دوسری بات ہے۔ جیسے حضرت نوحؑ کی عمر لمبی ہوئی ہے۔ اور عادیوں اور ثمودیوں کی لمبی لمبی عمریں ہوتی تھیں۔

[1] تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۸۴

اگرچہ حکومتوں کی عمریں بھی قرانات و کواکب کی حیثیت سے مختلف ہوتی ہیں لیکن کسی حکومت کی عمر تین نسلوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور نسل سے ایک شخص کی اوسط درجہ کی عمر مراد ہے جو چالیس سال ہے۔ کیوں کہ یہ انسانی نشوونما کی انتہائی مدت ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً [سورہ الاحقاف آیت ۱۵]

”یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور چالیس سال کے ہو گئے۔“

ان تین پشتوں کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوتی ہے۔

لہٰذا انسان کی طرح حکومت کی عمر ابتدائی چالیس سال تک بڑھتی ہے اور سن وقوف تک پہنچتی ہے اور پھر گھٹنے لگتی ہے اور سن رجوع تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے لوگوں کی زبانوں پر یہ بات مشہور ہے کہ حکومت کی عمر سو سال کی ہوتی ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۹۲)

## حکومت کی حقیقت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: ملک و حکومت انسان کا ایک طبیعی ”منصب“ ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

چونکہ منصب و مملکت ایک شریف اور سب سے بلند "منصب" ہے اس لیے اس کی "طلب ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے"۔ پھر جسے خوش قسمتی سے یہ "منصب" مل جاتا ہے اسے دفاع کے بعد بھی چارا نہیں ہوتا اور دفاع کے سلسلہ میں بلا عصبی طاقت کے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاتا جیسا کہ اوپر گزر گیا۔

پھر عصبیتوں میں تفاوت ہوتا ہے اور ہر عصبیت کا غلبہ و حکم اپنے قبیلہ اور خاندان ہی پر ہوتا ہے اور مملکت ہر عصبیت (خاندان) کو نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ حقیقت اس کو نصیب ہوتی ہے جو رعایا کو غلام بنانے پر، محاصل وصول کرنے پر، دشمنوں کے خلاف فوج روانہ کرنے پر اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنے پر قادر ہو اور اس کی طاقت سے بالا کوئی دوسری طاقت نہ ہو۔

"بادشاہ" کی یہی حقیقت ہے اور اس کا یہی معنیٰ لوگوں میں مشہور ہے۔ اگر اس کی عصبیت (خاندان) مذکورہ بالا کسی مسئلہ سے قاصر رہ جائے مثلاً ملکی سرحدوں کی حفاظت نہ کر سکے یا محاصل وصول کرنے پر قادر نہ ہو یا لشکر بھیجنے سے عاجز آ جائے تو وہ "ناقص بادشاہ" ہے۔[1]

## نرمی و خوش اخلاقی حکومت کی عمدگی کی جڑ ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: حکومت کی عمدگی اور بہتری کی جڑ

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۳۱۲

"نرمی اور خوش اخلاقی" ہے۔ کیوں کہ اگر "بادشاہ" تند خو اور سخت گیر ہو گا، لوگوں کے عیب ٹٹولے گا اور ان کا ایک ایک قصور گن گن کر دماغ میں رکھے گا تو رعایا پر ہیبت و ذلت چھا جائے گی اور وہ دروغ گوئی سے، مکر و فریب سے اور چالاکیوں سے اس سے اپنی جانیں بچائیں گے۔ اگر "بادشاہ" رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے اور ان کے قصوروں سے درگذر کرتا ہے تو رعایا معرکہ کارزار میں اپنے "محبوب بادشاہ" پر جانیں چھڑک دیتی ہے۔ اس طرح ملک کے گوشہ گوشہ میں امن و سلامتی کا دور دورہ رہتا ہے۔ رہے اچھی اور قابل تعریف حکومت کے لوازمات سو وہ یہ ہیں کہ بادشاہ رعایا کو انعام و اکرام سے نوازتا رہے۔ اور اس کی جان و مال کی کماحقہ حفاظت کرتا رہے لفظ "بادشاہ" کے مفہوم کی حقیقت اسی حفاظت سے درجہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

## حقیقت خلافت ولامت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: چوں کہ "حکومت" کا وجود انسانی معاشرے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اور یہی حکومت کی حقیقت ہے۔

جو "حکومت" جور و استبداد اور تشدد سے حاصل ہو اور اس میں قوتِ عصبیہ (خاندان) کی رعایت مد نظر نہ رکھی گئی ہو۔ اسے شریعت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جور و ستم اور ظلم و تعدی کا نام دیتی ہے اور شارع کی نگاہ میں مذموم و قابل نفریں ہے۔

"خلافت" عوام کو شرعی نقطۂ نظر کے تقاضوں کے بموجب دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کی طرف راہنمائی کرنے کا نام ہے۔ کیوں کہ دنیوی کام بھی آخرت ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ شرع کی نگاہ میں آخرت کی مصلحتوں ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے "خلافت" حقیقت میں شارع کی نیابت و جانشینی ہے۔ تاکہ "خلیفہ" دین کی حفاظت کرے اور دنیوی حکومت شرح کے مطابق قائم کرے۔ لہٰذا طبعی حکومت اور "خلافت یا امامت" کے معانی ذہن میں رکھیے کیوں کہ آنے والی گفتگو میں کار آمد ثابت ہوں گے اور اللہ بڑی حکمت والا ہے اور وسیع علم والا ہے۔

## خلافت و امامت کا مفہوم

چونکہ ہم خلافت کی حقیقت بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ "خلافت" دین کی حفاظت کے لیے اور دنیا کی سیاست کے لیے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔ لہٰذا اس جانشین اور نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا انتظام کرتا ہے اسے "خلیفہ" کہتے ہیں۔

## خلیفہ کو امام کہنے کی وجہ

"خلیفہ" کو امام اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے امام نماز کے مشابہ قرار

دیا گیا ہے جیسے مقتدی کو اپنے امام کی پیروی لازم ہے۔ اسی طرح تمام رعایا کو اپنے خلیفہ کی پیروی لازم ہے۔ اس لیے خلافت کو امامت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اور خلیفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ امت میں پیغمبر کی جانشینی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ خلیفہ کو کبھی خلیفہ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اور کبھی صرف خلیفہ اضافت کے بغیر ہی کہا جاتا ہے۔[1]

## کیا تقرر امام ضروری ہے؟

ہاں ضروری ہے اور اس کا وجوب شرع سے اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے اجماع سے ثابت ہے کیوں کہ رحمت عالم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے یہی کام کیا تھا اور صدیق اکبرؓ کو خلیفہ چن لیا تھا اور تمام ملکی انتظامات ان کے حوالے کر دیے تھے۔ پھر آپ کے بعد ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا۔

اور لوگوں کو کسی زمانہ میں بھی مطلق العنان اور خلیفہ کے بغیر آزاد نہیں چھوڑا۔ اس اعتبار سے تقرر خلیفہ پر امت کا بھی اجماع ثابت ہوا۔[2]

## امام کے قریشی النسب ہونے کی شرط

قریشی النسب ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اس پر سقیفہ بن ساعدہ کے دن صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا۔ اس دن انصارؓ نے سعد بن عبادہؓ انصاری

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۳۱۷

[2] مقدمہ تاریخ ابن خلدون ص ۳۱۸

کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تھی اور یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ دو امیر چن لیے جائیں: ایک انصار کا اور دوسرا قریش کا۔ تو قریش نے حق امامت پر نبی ﷺ کے فرمان عالیشان (الائمة من قریش[1]) "یعنی امام قریش ہی ہوں گے۔" سے استدلال کیا تھا اور اس سے بھی کہ نبی ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے کہ ہم تمہارے مخلصوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور دوسروں سے جو بڑے ہیں در گزر کریں۔ اگر امارت انصارؓ میں ہوتی تو قریش کو انصار کے بارے میں یہ حکم نہ کیا جاتا۔ انصارؓ نے یہ دلیل مان لی اور امارت سے ہٹ گئے اور سعدؓ کی بیعت کا ارادہ ترک کر دیا۔ علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث ہے:

**لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ عَزِيْزًا اِلٰى اثْنَى عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔** (مسلم شریف حدیث ۴۷۰۹، ابن حبان، مسند احمد)

اسلام کا معاملہ بارہ (۱۲) خلفاء کے پورا ہونے تک غالب رہے گا۔
سب خلفاء قریش کے خاندان سے ہوں گے۔

## شرط نسب کی حکمت کیا ہے؟

ہمیشہ یاد رکھیے کہ تمام احکام شرعیہ کے مقاصد کے ساتھ ساتھ مصالح و حکم بھی ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر احکام شروع کیے جاتے ہیں۔

قریش نبی کا خاندان ہے اور شرط و نسبت سے صرف برکت کا

[1] الخلافة فی قریش یعنی خلیفہ قریش سے ہوں گے۔ [مسند احمد بن حنبل، طبرانی]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حاصل کرنا مقصود ہے۔ بلاشبہ برکت کا حصول بھی مقصود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی مقصود ہے۔ امام کے سلسلہ میں اختلافات کے خاتمہ سے قوم میں اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ملت و ارباب ملت امام سے خوش ہو جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ (قبیلہ) ”مضر“ کے تمام خاندانوں میں قریش ہی ایک ایسا بنیادی خاندان تھا جسے (قبیلہ) ”مضر“ کے تمام خاندانوں کی جڑ اور ان کا مرکزی ستون کہنا چاہیے اسی کو تمام خاندانوں پر عزت و بزرگی حاصل تھی۔ یہی غلبہ و اقتدار کے مالک تھے انہیں کو اکثریت اور عصبیت (خاندانی) حاصل تھی۔ اور تمام عرب انہیں کے شرف کے قائل تھے اور انہیں کا لوہا مانتے تھے۔ انہیں کے شرف کے معترف تھے اور انہیں کے مطیع و منقاد تھے۔ اگر ”خلافت“ ان کے علاوہ کسی دوسرے قبیلہ کو مل جاتی تو عجب نہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جاتی کیوں کہ عرب قریش کے علاوہ دوسرے قبیلہ کی مخالفت کرتے اور اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کرتے۔

اسی لیے ”منصب امامت و خلافت“ میں قریشی نسب کی شرط لگائی گئی کہ وہ مستحکم عصبیت والے ہیں تا کہ امام ملت کے انتظامات بہترین طریقہ سے انجام دے سکے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم رہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قریش بر سر اقتدار آئے تو تمام قبیلوں نے ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کی حمایت کی اور تمام عرب ان کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور عربوں کے علاوہ دوسری قومیں بھی مشرب بہ اسلام ہوئیں اور اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں اور اسلامی فوجوں نے دور دراز کے شہر بھی روند ڈالے اور مشرق و مغرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ جیسا کہ عہد (خلافت راشدہ) فتوحات میں واقعات پیش آئے اور بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانوں میں بھی فتوحات کی یہی شان قائم رہی حتیٰ کہ خلافت میں اضمحلال و کمزوری آگئی اور عربوں کی عصبیت (دینی و خاندانی) ختم ہو گئی۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ۳۲۲)

خادم اہلسنّت عبدالواحد الحنفی

## خلافت وبادشاہت

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد حاضرہ پر غرور کو اور "نسب" پر فخر کو مٹا دیا ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ[1]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

[1] سورۃ الحجرات آیت ۱۳

تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

## بادشاہت کیا ہے؟

اگر کوئی ”بادشاہ“ غلبہ حاصل کرنے کے بعد لوگوں کا مخلص خیر خواہ ہو کہ اس کا اقتدار محض اللہ کا دین پھیلانے کے لیے ہو اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کا شوق دلانے کے لیے ہو اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے ہو تو وہ قابل مذمت نہیں بلکہ قابلِ تعریف و تحسین ہے۔

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

## مطلق بادشاہت بری نہیں

اگر مطلق بادشاہت بری ہوتی تو حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کیوں بادشاہ ہوئے؟

حضرت سلیمانؑ نے دعا مانگی تھی:

رَبِّ هَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ۔

اے میرے ربّ! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔

کیوں کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ باطل سے کنارہ کش رہنے کے عادی رہیں گے نبوت کے زمانہ میں بھی اور بادشاہت کے زمانہ میں بھی۔

## حضرت فاروقؓ کا سوال اور حضرت امیر معاویہؓ کی وضاحت

جب حضرت فاروق اعظمؓ ملک شام تشریف لے گئے اور آپ سے حضرت امیر معاویہؓ نے شاہانہ کرّ و فر اور آن بان کے ساتھ ملاقات کی تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے فرمایا: معاویہؓ! یہ کسریٰ کی ادائیں کہاں سے سیکھ لیں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا:

امیر المومنینؓ! میں سرحدوں پر ہوں اور ہر وقت دشمن کے مقابلہ پر ہوں ہمیں جہاد و طاقت اس شایانہ عصبیت سے ان پر رعب ڈالنے کے لیے سخت ضروری ہے۔

یہ جواب سن کر حضرت فاروق اعظمؓ خاموش ہو گئے۔ اور ان کے جواب کی تردید نہیں فرمائی۔ کیوں کہ حضرت معاویہؓ کی نیت بخیر تھی۔ اور آپ نے ایک صحیح مقصد کے لیے استدلال کیا تھا۔ جس سے دین کی مصلحت بھی وابستہ تھی۔

اگر "بادشاہت" کی برائی سے شارع کا مقصد اس کا مطلق چھوڑ دینا ہوتا تو حضرت فاروق اعظمؓ جیسی شخصیت حضرت معاویہؓ کے جواب پر قانع نہ ہوتی اور آپ حکم فرما دیتے کہ یہ شایانہ ٹھاٹھ بالکل چھوڑ دو۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی کسرویت سے پارسی سلاطین کا ٹھاٹھ باٹ مراد ہے کہ یہ سلاطین اللہ سے غافل و بے خبر تھے۔

حضرت معاویہؓ نے آپ کو یہ جواب دیا کہ اس تزک و احتشام سے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میری نیت کسرویت نہیں بلکہ میری نیت اس کروفر سے محض اللہ کی رضا ہے تاکہ اس شایانہ رعب داب کا دشمنوں پر اثر پڑے چناں چہ فاروق اعظمؓ خاموش ہوگئے۔

یہی صحابہ کرامؓ کا حال تھا کہ وہ حکومت و ملک گیری سے کنارہ کش رہا کرتے تھے۔ جب رحمت عالم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے نماز کے لیے حضرت ابو بکرؓ صدیق کو اپنا خلیفہ چنا۔ کیوں کہ نماز دینی عبادتوں میں ایک بنیادی اور انتہائی اہم عبادت ہے۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ ہی کو خلافت کے لیے چنا۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۴۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## خلافت کیا ہے؟

"خلافت" عوام سے احکام شرعیہ پر عمل کرانا اور انہیں شریعت کے موافق چلانا ہے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ میں حکومت و ملک گیری کا تصور بھی نہ تھا۔ کیوں کہ ملک گیری میں باطل کا سو فیصد احتمال ہے۔ اور اس زمانہ میں حکومت و ملک گیری کافروں اور دشمنان دین کا طریقہ تھا۔

## حضرت ابو بکرؓ صدیق کو کیوں خلیفہ چنا گیا؟

چناں چہ حضرت ابو بکرؓ نے جب تک اللہ کو منظور تھا خلافت کا نظام بہترین طریقہ سے چلایا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق چلایا اور مرتد ہو جانے والوں سے جنگ کر کے انہیں سیدھا کیا حتیٰ کہ تمام

عرب اسلام پر متحد ہو گئے۔

## صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ کو ولی عہد مقرر فرمایا

پھر آپؓ نے حضرت عمرؓ فاروق کو ولی عہد مقرر فرمایا۔ فاروق اعظمؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چلتے رہے اور آپؓ نے دنیا کی قوتوں سے جہاد کیا اور انہیں زیر نگیں کر لیا۔ اور انہیں عربوں نے آپ کے زیر سایہ اقوام عالم کی دولت و ثروت ان سے چھین لی۔ اور ان کے ملکوں پر قبضہ کر لیا پھر خلافت حضرت عثمانؓ کی طرف منتقل ہوئی پھر ان کے بعد اس کے حضرت علیؓ مالک ہوئے۔

## خلفائے راشدینؓ بادشاہت سے بیزار تھے

یہ سب خلفائے راشدینؓ، بادشاہت سے بیزار تھے اور ان کی راہوں سے ہٹے ہوئے تھے اور ان کے اس جذبہ میں اسلام کی ترو تازگی اور عربوں کی بدویت نے اور زور پیدا کر دیا تھا۔ کیوں کہ عرب دنیا کی تمام قوموں میں دنیا کی عیاشیوں سے اور اس کے عیش و عشرت سے بہت دور تھے۔ دینی حیثیت سے تو اس لیے دور تھے کہ دین انہیں دنیوی عیش میں پھنسنے سے روکتا تھا اور بدویت اور وطنی حیثیت سے اس لیے کہ شروع ہی سے وہ سادگی پسند اور محنت و مشقت کے عادی تھے۔[1]

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۳۳

## حضرت حسینؓ وعبداللہ بن زبیرؓ کا اجتہاد درست تھا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نواسہ ٔصدیق اکبرؓ ہیں اور صحابیؓ رسولؐ ہیں۔
انہوں نے یزید سے اختلاف اپنے اجتہاد کی بنا پر کیا۔
جس طرح حضرت امام حسینؓ، نواسہ ٔرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابیؓ رسولؐ ہیں۔ انہوں نے یزید سے اختلاف اپنے اجتہاد سے کیا۔
الحمدللہ! ہم اہل سنت والجماعت دونوں کے اجتہاد کو درست مانتے ہیں۔ اس لیے دونوں کو راہِ حق کے شہید جانتے ہیں۔

## حضرت عثمانؓ نے جان دی مگر اتحاد پر آنچ نہ آنے دی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: دیکھئے جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا انہی کے گھر میں محاصرہ کر لیا گیا تو حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور ابن جعفرؓ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پاس دفاع کی غرض سے پہنچتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ دفاع سے انہیں روک دیتے ہیں اور اختلاف کے ڈر سے حفاظت اتحاد کے لیے جس کی بنا پر مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہے۔ اُنہیں مسلمانوں کے درمیان تلوار کھینچنے سے منع فرمادیتے ہیں۔ اگرچہ عدم دفاع ان کی شہادت کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔[1]

[1] تاریخ ابن خلدون مقدمہ حصہ اول ص ۳۳۸

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

## خلافت ولامت میں نیابت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: اگر خلافت دیگر ارکان دینیہ کی طرح دینی رکن ہوتی تو اس کا نماز جیسا حال ہوتا اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اس میں سے کسی کو جانشین بنا جاتے جیسے نماز میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کو جانشین بنا گئے اور خلافت کی جانشینی بھی نماز کی جانشینی کی طرح لوگوں میں مشہور ہوتی۔ پھر صحابہؓ کرام کا صدیق اکبرؓ کی خلافت کا نماز پر قیاس کر کے اس طرح استدلال کرنا کہ رحمت عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آپ سے ہمارے دین کے لیے راضی تھے تو کیا ہم آپؓ سے اپنی دنیا کے لیے راضی نہ ہوں۔ وصیت کے واقع نہ ہونے کی صریح دلیل ہے۔[1]

## حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت میں ایک سوال کا جواب

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا! یہ کیا بات ہے کہ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ لیکن صدیقؓ وفاروقؓ کے خلیفہ بنائے جانے پر کسی نے چوں بھی نہیں کی! حضرت علیؓ المرتضیٰ نے جواب دیا کہ: صدیقؓ وفاروقؓ مجھ جیسے لوگوں پر حاکم تھے اور میں تم جیسے لوگوں پر حاکم ہوں۔ یعنی اس زمانے میں لوگوں میں دینی جوش پورے شباب پر تھا اور میرے زمانے میں وہ جوش

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ دوم ص ۲۷

ٹھنڈا پڑ گیا۔[1]

## عہد خلافت راشدہؓ میں دینی زور

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: خلافت راشدہ کا وہ مبارک زمانہ تھا جس میں ملک گیری کی ہوس نہ تھی۔ اور ہر ایک میں دینی جذبہ کار فرما تھا۔ چناں چہ انہوں نے اسی کو خلیفہ چنا جس میں زیادہ سے زیادہ دینی جھلک دیکھی اور خواہش مند خلافت کو اس کے جذبہ دینی کے حوالے کر دیا پھر خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہی خلافت سلطنت سے بدل گئی۔ دینی جذبہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ دلوں میں قومی جذبہ کروٹیں لینے لگا۔ اور سلطانی اقتدار کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تاکہ قومی حمایت حاصل ہو۔ اگر اس جماعت کے تقاضہ کے خلاف کسی کو ولی عہد بنایا جاتا تو اسے کوئی بھی تسلیم نہ کرتا، اس پر بہت جلدی زوال آجاتا۔ اسلامی اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا اور ملک میں ابتری پھیل جاتی۔[2]

## علامہ ابن خلدونؒ کی مسلمانوں کو نصیحت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دل و زبان سے کسی صحابیؓ یا کسی تابعیؒ کے پیچھے اختلاف میں نہ پڑیں اور ان دونوں کے بارے زبان پر کنٹرول رکھیں۔ نیز ان کے افعال کے بارے میں دل

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ دوم ص ۲۶

[2] تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۲۵ حصہ دوم

میں کوئی شک و شبہ نہ آنے دیں۔ اور بد گمانی سے بچ کر ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔

اور مقدور بھر ان کے افعال کی ان کی شان کے مطابق توجیہ ڈھونڈیں کیوں کہ وہ اس حسن ظن کے بہت زیادہ مستحق ہیں۔ ان میں جو کچھ اختلاف ہوئے (اجتہادی) دلیل ہی کی روشنی میں ہوئے اور انہوں نے اجتہاد سے حق ہی کی خاطر دوسروں کو مارا یا خود شہید ہوئے۔

O اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ ان کا اختلاف بعد والوں کے لیے سبب رحمت ہے تاکہ ہر شخص جس کی چاہے اقتداء کرے اور اس کو اپنا امام بنائے۔ یہ مقام بے حد غور و فکر کا ہے۔ اسے خوب سمجھیے اور کائنات عالم میں اللہ کی حکمت کو پہچانیے۔ حق تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔[1]

## امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری یزید پر ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یہ بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہؓ کرام نے اجتہاد سے امام حسینؓ (کے اجتہاد) کا ساتھ نہیں دیا، اسی طرح امام حسینؓ کی شہادت بھی اجتہاد ہی سے واقع ہوئی، حاشا و کلا یہ بات نہیں ہے۔ آپؓ کی شہادت کی ذمہ داری

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۱ مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۳۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

محض یزید پر اور اس کے ساتھیوں پر ہے۔[1]

## باغیوں سے جنگ نہ کرنے کے لیے امام کا عادل ہونا ضروری ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یہ بھی نکتہ چینی نہ کی جائے کہ یزید فاسق تھا اور صحابہؓ نے اس کی بغاوت جائز نہیں سمجھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک اس کے یہ افعال صحیح تھے۔ کیوں کہ فاسق کے مسنون افعال ہی صحیح ہوتے ہیں۔

O صحابہؓ کے نزدیک باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان سے امام عادل کے ساتھ جنگ کی جائے۔

یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لیے امام حسینؓ کی یزید سے جنگ اور یزید کی امام حسینؓ سے جنگ جائز نہ تھی۔ بلکہ اس کے یہ کرتوت اس کے فسق میں اضافہ کا باعث ہی ہوئے اور امام حسینؓ کے مقدر میں شہادت تھی، جس کا انہیں ثواب ملا۔ کیوں کہ آپ حق پر تھے اور اجتہاد کی روشنی میں لڑے۔ اور وہ صحابہؓ بھی جو یزید کے ساتھ تھے حق پر تھے اور انہیں بھی اجتہاد کی روشنی حاصل تھی۔

اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لیے امامت و عدالت

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۱ مقدمہ حصہ دوم ص ۳۰

میں امام حسینؓ سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ان کی شہادت ہوئی نہ کہ بغاوت کی رو سے قتل ہوئے۔[1]

## بیعت خلافت کی تعریف

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: دیکھئے! بیعت ایک قسم کا پیمانِ اطاعت ہے۔ بیعت کر کے نہ صرف اپنے کاموں میں بلکہ مسلمانوں کے تمام کاموں میں اپنے امیر کی بالا دستی تسلیم کرتا ہے اور یہ بھی کہ وہ اس بات کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور جو حکم اسے ملے گا اسے بلا چوں وچرا ان بجا لائے گا۔ خواہ اس سے خوش ہو یا ناخوش۔

## بیعت کی وجہ تسمیہ

جب امام سے بیعت یا پیماں اطاعت کا وعدہ کیا جاتا ہے تو عہد کو مضبوط بنانے کے لیے بیعت کرنے والا اپنے ہاتھ امیر کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جو مصافحہ کی ایک قسم ہے۔ چوں کہ بیعت کا فعل لین دین والوں کے فعل کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس لیے بیعت کو بیعت کہا جاتا ہے۔

(بیع کے معنی بیچنے کے ہیں یعنی بیعت کرنے والے نے اپنے اختیارات اس کے ہاتھ بیچ ڈالے جس سے بیعت کر لی ہے)

بیعت کے لغوی معنی اور شرعی معنی یہی ہیں۔

---

[1] ایضاً ابن خلدون ص ۳۱

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

احادیث میں لیلۃ العقبہ والی بیعت کا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے پاس والی بیعت کا جو بیان آیا ہے۔ یا جہاں کہیں لفظ بیعت کا استعمال کیا گیا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں۔ بیعت خلفاء اور بیت الایمان بھی اسی تعریف میں داخل ہیں۔

## حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مکتوب بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و من كتاب علی علیه السلام الی معاویه رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان

اِنَّهٗ بَايَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰی مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَرُدَّ وَ اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَ سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رَضًی فَاِنْ خَرَجَ مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰی مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْهُ عَلٰی اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰی وَ لَعَمْرِیْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّیْ اَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ لَتَعْلَمَنَّ اَنِّیْ فِیْ عُزْلَةٍ عَنْهُ اِلَّا اَنْ تَتَجَنّٰی فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ وَ السَّلَامُ (نہج البلاغہ مکتوب ۶ ص ۶۸۴ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: بنام معاویہ بن ابی سفیانؓ

حقیقت یہ ہے کہ میری بیعت ان ہی لوگوں نے کی جنہوں نے

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی تھی۔ انہیں شرائط پر جن پر وہ ان تینوں کی بیعت کر چکے تھے۔ پس (ان شرائط کے مطابق) نہ تو (بوقت بیعت) موجود رہنے والے کو کسی نئے چناؤ کا اختیار رہ جاتا ہے نہ غیر حاضر رہنے والے کو (منتخب خلیفہ کے) ردّ کرنے کا حق ہے۔ اور جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے سو وہ صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اس (متفقہ علیہ شخص) کا نام امام رکھ لیں تو اس کاروائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا جائے گا۔

اب اگر کوئی علیحدگی پسند اس کاروائی پر طعنہ زنی کرتا ہو یا کوئی نئی راہ نکال کر ان کے فیصلے سے الگ ہو جائے تو وہ اُسے لوٹا کر اُسی مقام پر لائیں گے، جہاں سے وہ نکل بھاگا تھا۔ اور اگر وہ اپنے ہی موقف پر اڑا رہے تو اس سے بایں دلیل مقاتلہ کریں گے کہ وہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر گامزن ہوا ہے۔ اور جدھر اس نے منہ کیا، اللہ اُس کا رُخ اُدھر ہی رکھے گا۔ اے معاویہؓ! مجھے اپنی جان کی قسم! اگر تم اپنی عقل کی روشنی میں دیکھو گے، اپنی خواہشات سے کنارہ کر کے تو مجھے یقین ہے کہ تم مجھے خون عثمانؓ سے سب سے زیادہ بری الذِمّہ پاؤ گے اور تمہیں خود یقین ہو جائے گا کہ میں اس خون سے قطعاً الگ تھلگ ہوں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تم ان

باتوں پر پردہ ڈالنے لگو جو تم پر بخوبی ظاہر ہیں۔ والسلام

**حاصل:** حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی شہادت پر جب امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ کو مہاجرین و انصار نے مشاورت کے بعد خلیفہ منتخب کیا اور اہل مدینہ مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت کر لی، جن میں حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے، اس کے بعد بلوائی اور سبائی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا، جب وہ بھی بیعت ہو گئے تو اس سے اہل مکہ اور اہل شام کو تشویش ہوئی۔ اس تشویش کے ازالہ کے لیے وضاحتی مکتوب حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت امیر معاویہؓ کے نام ارسال کیا۔ اس خط سے بلوائیت اور سبائیت کی دیواریں ہل گئیں۔

اس مکتوب میں حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا کہ میری بیعت انہیں لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی ہے۔ اگر حضرت علیؓ المرتضیٰ کے بارے میں حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے برحق خلیفہ ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کا عقیدہ اور نظریہ حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے الگ ہے تو وہ ہرگز بیعت نہ کرتے۔ پہلے پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلفائے ثلاثہ کے ماننے والے ہی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی بیعت ہوئے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کا اعلان مہاجرین و انصار کی شوریٰ نے کیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

اور اسی شوریٰ نے ہی حضرت ابو بکرؓ صدیق کی خلافت کا بھی جب اعلان کیا تھا حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اتفاق کرتے ہوئے صدیق اکبرؓ کی بیعت کرلی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد جب شوریٰ نے حضرت عمرؓ فاروق پر اتفاق کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی فاروقؓ اعظم کی بیعت کرلی۔ پھر ان کی شہادت کے بعد شوریٰ نے جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی خلافت پر اتفاق کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت بھی کرلی۔ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کی شوریٰ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت پر اتفاق کیا تو ان کی خلافت بھی قائم ہو گئی اور انہیں شرائط پر قائم ہوئی جن شرائط پر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافتیں قائم ہوئی تھیں۔ اس لیے حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس کاروائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا ہے۔

اس مکتوب میں حضرت علیؓ المرتضیٰ نے صاف صاف اپنا عقیدہ اور نظریہ واضح کر دیا کہ مہاجرین و انصار کے فیصلہ کے مطابق جس طرح پہلے تین خلفاء کی خلافت برحق تھی اور ان کو اللہ کی رضا حاصل تھی، اب ان کی خلافت بھی حضرت عثمانؓ کے بعد برحق ہے اور اللہ کی رضا اسے حاصل ہے۔ اب اس خلافت سے اختلاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے وضاحت فرما دی کہ عقل کی روشنی میں دیکھو گے تو شہادتِ عثمانؓ میں تم (حضرت امیر معاویہؓ) مجھے

سب سے زیادہ بری الذمہ پاؤ گے اور تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں (حضرت علیؓ المرتضیٰ) خونِ عثمانؓ سے قطعاً الگ تھلگ ہوں۔

(۳) حضرت علیؓ المرتضیٰ کی اس وضاحت سے بلوائیوں اور سبائیوں کے خوفناک منصوبے خاک میں مل گئے اور وہ خود بخود حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لشکر سے کم و بیش بارہ ہزار کی تعداد میں آپ سے جدا ہو گئے، جو کہ خارجی کہلائے اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے خارجیوں سے جنگ کی۔

## حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چٹھی

حضرت امیر معاویہؓ ایک مومن اور جلیل القدر صحابی تھے اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی ان کے اور ان کی جماعت کے مومن ہونے کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حسب ذیل حکم نامہ منقول ہے: (مکتوب ۵۸ نہج البلاغہ عربی مع اُردو ص ۷۹۱ مطبوعہ لاہور)

وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَا جَرٰى بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَهْلِ الصِّفِّيْنَ وَ كَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَ الْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَ الظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَّ نَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَّ دَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَ لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَ التَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَآءٌ

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ایک دستخطی چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار (شہروں) میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا کہ ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک رہا ہے۔ ہم ان سے در بارۂ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے کہ اختلاف صرف خونِ عثمانؓ کے متعلق تھا حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ گشتی چٹھی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ آپ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ (صفین) اسلام و کفر کی جنگ نہ تھی۔ دونوں فریق ایک ہی اسلامی عقیدہ رکھتے تھے۔ دونوں توحید و رسالت پر یکساں ایمان رکھتے تھے۔ دونوں اہل ایمان تھے۔ اس جنگ وجدل باہمی کا مبنی دَم (خون) عثمانؓ تھا۔ یعنی حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت اہل شام حضرت عثمان ذالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کے طالب تھے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ اس وقت کے پیچیدہ حالات کے تحت فوری طور پر قصاص لینے میں معذور تھے ورنہ قتل

[1] آفتابِ ہدایت از مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

عثمانؓ سے آپ بری الذمہ تھے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک نہج البلاغۃ کے خطبات و مکتوبات لفظ بہ لفظ حضرت علی المرتضیٰؓ ہی کے ہیں جیسا کہ شارحین نہج البلاغۃ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کیا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے اس قطعی فیصلہ کے بعد بھی کوئی شیعہ عالم حضرت امیر معاویہؓ کے ایمان و اسلام میں شک کر سکتا ہے؟

(۲) یہ ایک وقتی اجتہادی نزاع و اختلاف تھا، جس میں اہل السنت و الجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰؓ کا اجتہاد صحیح و صواب تھا اور حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے اجتہاد میں غلطی سرزد ہو گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ بعد اپنی خلافت حقہ سے دستبردار ہو گئے اور اپنا مقبوضہ علاقہ بھی حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور آخر کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی امام حسنؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور دونوں بھائی (جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) حضرت معاویہؓ کے بیت المال سے وظائف لیتے رہے۔[1]

مقامِ غور ہے کہ کیا جوانانِ جنت کے سردار کسی مخالف اسلام اور منافق شخص کو اپنی خلافت حقّہ سپرد کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود

[1] ملاحظہ ہو کتاب جلاء العیون مترجم ج ا ص ۲۵۸

شیعہ علماء و مصنفین حضرت معاویہؓ کو معاف نہیں کرتے اور ان کے خلاف جارحانہ کتابیں اور رسائل شائع کرتے رہتے ہیں۔[1]

## اہل السنت کی تعریف حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے

"احتجاج طبرسی" شیعہ مذہب کی مستند کتاب میں ہے کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰؓ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپؓ سے دریافت کیا کہ اَهْلُ الْجَمَاعَةِ، اَهْلُ الْفِرْقَةِ، اَهْلُ الْبِدْعَةِ اور اَهْلُ السُّنَّةِ کون لوگ ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا:

اَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِی وَاِنْ قَلُّوْا وَ ذٰلِکَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَنْ اَمْرِ رَسُوْلِهٖ وَ اَهْلُ الْفِرْقَةِ الْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ كَثُرُوْا اَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ وَاِنْ قَلُّوْا۔ وَاَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَ لِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهِ الْعَامِلُوْنَ بِرَاْیِهِمْ وَ اَهْوَاءِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا (احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۶)

ترجمہ: اہل الجماعت میں ہوں اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور اس کے رسول ﷺ کے امر سے اور اہل الفرقہ وہ ہیں جو میرے اور

[1] ماہنامہ حق چاریارؓ لاہور ج ۵ ش ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء ص ۳ تا ۱۰

میری پیروی کرنے والوں کے مخالف ہیں، اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

اور اہل السنّت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں تھوڑے ہوں۔ اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں، جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں زیادہ ہوں۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۶)

## حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایات

### ابو بکرؓ و عمرؓ، حسنؓ و حسینؓ کو برا کہنے کی ممانعت

(۱) وَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا تَسُبُّوْا الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَ مَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ وَ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ عَذَّبَهُ اللّٰهُ (ابن عساکر و ابن النجار کنز العمال)

اور حسین بن علی علیہما السلام نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابو بکرؓ اور عمرؓ کو گالی نہ دو کہ وہ جنت کے پہلوں اور پچھلوں ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں، سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ اور حسنؓ حسینؓ کو گالی نہ دو کہ وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، پہلوں اور پچھلوں کے۔ اور علیؓ کو گالی نہ دو کہ جس نے علیؓ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے اللہ کو گالی دی۔ جس نے اللہ کو گالی دی، اللہ اسے سزا دے گا۔

## ابو بکرؓ و عمرؓ خلفاءِ راشدین میں سے تھے

**(۲) عَنْ عَلِیّ بْنِ حُسَیْنٍ قَالَ: قَالَ فَتًی مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ لِعَلِیّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ حِیْنَ انْصَرَفَ مِنْ صِفِّیْنَ: سَمِعْتُکَ تَخْطُبُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! فِی الْجُمُعَةِ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِیْنَ، فَمَنْ هُمْ؟ فَاغْرَوْرَقَتْ عَیْنَاهُ ثُمَّ قَالَ: اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰی وَ شَیْخَا الْاِسْلَامِ وَ الْمُهْتَدٰی بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، مَنِ اتَّبَعَهُمَا هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، وَ مَنِ اقْتَدٰی بِهِمَا یُرْشَدُ، وَ مَنْ تَمَسَّکَ بِهِمَا فَهُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰهِ، وَ حِزْبُ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** [1]

ترجمہ: علی بن حسینؒ کی روایت ہے کہ بنی ہاشم کے ایک لڑکے نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے پوچھا جب آپؓ جنگ صفین سے

[1] اللالکائی و ابو طالب العشاری فی فضائل الصدیق و نصر فی الحجة

واپس لوٹ رہے تھے: اے امیر المؤمنین! میں نے جمعہ کے دن آپ کو خطبہ دیتے سنا اور آپ فرما رہے تھے: یا اللہ! ہماری اس طرح سے اصلاح فرما، جس طرح تو نے خلفائے راشدینؓ کی اصلاح فرمائی ہے۔ ذرا یہ تو بتا دیجیے کہ خلفائے راشدین کون لوگ ہیں؟

حضرت علیؓ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبانے لگیں، پھر گویا ہوئے: وہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ جو کہ آئمہ ہدیٰ، شیوخ الاسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مہتدیٰ بہما ہیں۔ جو بھی ان کی اتباع کرے گا، اسے سیدھی راہ کی ہدایت مل جائے گی۔ جو ان کی اقتداء کرے گا، وہ رشد تک پہنچ جائے گا۔ جو شخص ان کا تمسک (سہارا) کرے گا، وہ حزب اللہ میں سے ہو گا، جب کہ حزب اللہ (اللہ کا لشکر) ہی فلاح پانے والا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## خلفاء ثلاثہؓ کی فضیلت حضرت علیؓ اور حسینؓ کی روایت

### حضرت علی المرتضیٰؓ کا خطبہ

(۳) وَعَنِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سبطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا قدِمَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلاَمَ البصرۃَ قَامَ اِلَیْہِ اِبْنُ الْکَوَّاءِ وَقَیْسُ بْنُ عُبَادَۃَ فَقَالاَ لَہٗ اَلاَ تُخْبِرُنَا عَنْ مَسِیْرِکَ ھٰذَا لَنَا اَسِرْتَ فِیْہِ تَتَوَلّٰی عَلَی الْاُمَّۃِ تَضْرِبُ

بَعۡضُھُمۡ بِبَعۡضًا عَھۡدٌ مِنۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ اَوۡ
عَھِدَ اِلَیۡکَ فَحَدِّثۡنَا فَاَنۡتَ الۡمُوَثِّقُ الۡمَامُوۡنُ مَا سَمِعۡتَ فَقَالَ
اَمَّا اَنۡ یَکُوۡنَ عِنۡدِی عَھۡدٌ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ
فَلَا وَ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتَ اَوَّلَ مَنۡ صَدَّقَ بِہٖ فَلَا اَکُوۡنُ اَوَّلَ مَنۡ کَذَبَ
عَلَیۡہِ وَ لَوۡ کَانَ عَھۡدٌ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ عَھۡدٌ
فِیۡ ذَالِکَ مَا تَرَکۡتُ اَخَاتِیم بنِ مُرَّۃَ وَ عُمَرَ بۡنَ الۡخَطَّابِ
یَقُوۡمَانِ عَلٰی مِنۡبَرِہٖ وَ لَقَاتَلۡتُھُمَا بِیَدِیۡ وَ لٰکِنۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی
اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ لَمۡ یُقۡتَلۡ قَتۡلًا وَ لَمۡ یَمُتۡ فُجَاءَۃً فِیۡ مَرَضِہٖ
اَیَّامًا وَ لَیَالِیَ یَأۡتِیۡہِ الۡمؤَذِّنُ فَیُوۡذِنُہٗ لِلصَّلٰوۃِ فَیَأۡمُرُ اَبَابَکۡرٍ
فَیُصَلِّیۡ بِالنَّاسِ وَ یَرٰی مَکَانِیۡ وَ لَقَدۡ اَرَادَتۡ امۡرَاءَۃٌ مِّنۡ نِّسَائِہٖ
اَنۡ یَّصۡرِفَہٗ عَنۡ اَبِیۡ بَکۡرٍ فَاَبٰی وَ غَضِبَ وَ قَالَ اَنۡتُنَّ صَوَاحِبُ
یُوۡسُفَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ مُرُوۡا اَبَابَکۡرٍ یُصَلِّیۡ بِالنَّاسِ فَلَمَّا قَبَضَ اللّٰہُ
نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ نَظَرۡنَا فِیۡ اُمُوۡرِنَا فَاخۡتَرۡنَا لِدُنۡیَانَا
کَانَ مِنۡ رَضِیَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ لِدِیۡنِنَا وَ کَانَتِ
الصَّلٰوۃُ اَصۡلُ الۡاِسۡلَامِ وَ ھِیَ اَمِیۡرُ الدِّیۡنِ وَ قِوَامُ الدِّیۡنِ فَبَایَعۡنَا
بِاَبِیۡ بَکۡرٍ وَ کَانَ لِذَالِکَ اَھۡلًا لَمۡ یَخۡتَلِفۡ عَلَیۡہِ مِنَّا اِثۡنَانِ وَ لَمۡ
یَشۡھَدۡ بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ وَ لَمۡ نَقۡطَعۡ مِنۡہُ بَرَاءَۃً فَاَدَّیۡتُ اِلٰی اَبِیۡ
بَکۡرٍ حَقَّہٗ وَ عَرَفۡتُ طَاعَتَہٗ وَ غَزَوۡتُ مَعَہٗ فِیۡ جُیُوۡشِہٖ وَ کُنۡتُ
اٰخُذُ اِذَا اَعۡطَانِیۡ وَ اَغۡزُوۡا اِذَا اَغۡزَانِیۡ فَاَضۡرِبُ بَیۡنَ یَدَیۡہِ

الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا قُبِضَ وَلَاهَا عُمَرَ فَاَخَذَ بِسُنَّةِ صَاحِبِهٖ وَ مَا يَعْرِفُ عَنْ اَمْرِهٖ فَبَايَعْنَا عُمَرَ وَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنَّا اِثْنَانِ وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَمْ نَقْطَعْ مِنْهُ الْبَرَآءَةَ فَاَدَّيْتُهٗ اِلٰى عُمَرَ حَقَّهٗ وَ عَرَفْتُ طَاعَتَهٗ وَ غَزَوْتُ مَعَهٗ فِیْ جُيُوْشِهٖ وَ كُنْتُ اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ وَ اَغْزُوْا اِذَا اَغْزَانِیْ وَ اَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا قُبِضَ تَذَكَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ قَرَابَتِیْ وَ سَابِقَتِیْ وَ فَضْلِیْ وَ اَنَا اَظُنُّ اَنْ لَا يَعْدِلَ بِیْ وَلٰكِنْ خَشِيْتُ اَنْ لَا يَعْمَلَ الْخَلِيْفَةُ بَعْدَهٗ ذَنْبًا اِلَّا لَحِقَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ فَاَخْرَجَ مِنْهَا نَفْسَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَلَوْ كَانَتْ مُحَابَاةً مِنْهُ لَاٰثَرَ بِهَا وَلَدَهٗ فَبَرِئَ مِنْهَا اِلٰى رَهْطٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سِتَّةٍ اَنَا اَحَدُهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعَ الرَّهْطُ تَذَكَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ قَرَابَتِیْ وَ سَابِقَتِیْ وَ فَضْلِیْ وَ اَنَا اَظُنُّ اَنْ لَا يَعْدِلُوْا بِیْ فَاَخَذَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مَوَاثِيْقَنَا عَلٰى اَنْ نَسْمَعَ وَ نُطِيْعَ لِمَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَنَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِ ابْنِ عَفَّانَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرْتُ اَمْرِیْ فَاِذَا اَطَاعَتِیْ سَبَقَتْ بَيْعَتِیْ وَ اِذَا مِيْثَاقِیْ قَدْ اُخِذَ لِغَيْرِیْ فَبَايَعْنَا لِعُثْمَانَ فَاَدَّيْتُ لَهٗ حَقَّهٗ وَ عَرَفْتُ طَاعَتَهٗ وَ غَزَوْتُ مَعَهٗ فِیْ جُيُوْشِهٖ وَ كُنْتُ اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ وَ اَغْزُوْا اِذَا اَغْزَانِیْ وَ اَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا اُصِيْبَ وَ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا الْخَلِيْفَتَانِ الَّذَانِ اَخَذَاهَا بِعَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اِلَيْهِمَا بِالصَّلٰوةِ قَدْ مَضَيَا وَ هٰذَا

عبد الوحید الحنفی

**اَلَّذِیۡ قَدۡ اَخَذَ لَهُ الۡمِیۡثَاقَ قَدۡ اُصِیۡبَ فَبَایَعَنِیۡ اَهۡلُ الۡحَرَمَیۡنِ وَ اَهۡلُ هٰذَیۡنِ الۡمَصرَیۡنِ فَوَثَبَ فِیۡهَا مَنۡ لَیۡسَ مِثۡلِیۡ وَلاَ قَرَابَتُهٗ کَقِرَابَتِیۡ وَلاَ عِلۡمُهٗ کَعِلۡمِیۡ وَلاَ سَابِقَتُهٗ کَسَابِقَتِیۡ وَ کُنۡتُ اَحَقَّ لَهَا مِنۡهُ**(ابن عساکر)

ترجمہ: اور حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے، تو ابن کواء اور قیس بن عبادہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ سے سوال کیا: کیا آپ ہم کو اس سفر کی روئیداد نہ بتائیں گے کہ جو سفر آپ نے کیا ہے؟ آپ اُمت کے والی ہیں اور بعض بعض سے جنگ کر رہے ہیں۔ کیا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں عہد ہے یا اگر کوئی عہد آپ سے کیا ہوا ہو تو آپ ہمیں بتائیں؟ آپ پر اعتبار کیا جائے گا اور آپ محفوظ ہیں۔ بتائیں آپ نے کیا سنا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اگر یہ بات ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہو تو یہ بات بالکل نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی اور اب میں ہی سب سے پہلے آپ پر جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور اگر اس معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہوتا تو میں تیم بن مرۃ کے بھائی (ابو بکرؓ) اور عمر بن خطابؓ کو کبھی آزاد نہ چھوڑتا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوں اور میں ان سے

اپنے ہاتھ سے لڑائی کرتا۔ لیکن رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ تو قتل ہوئے اور نہ آپ کی موت ناگہانی طور پر ہوئی۔

آپ اپنی بیماری میں کئی دن اور کئی راتیں رہے۔ آپ کے پاس موذن آتا اور آپ کو نماز کی اطلاع دیتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابو بکرؓ کو حکم دیتے تو وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے، حالانکہ میں بھی اپنے تعلق کے باوجود ہوتا اور آپ کی بیویوں میں سے ایک عورت نے آپؐ کو ابو بکرؓ سے پھیرنے کا ارادہ بھی کیا۔ تو آپ نے انکار کیا اور ناراض ہوئے اور فرمایا: تم یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو ورغلانے والی عورتوں جیسی ہو۔ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دنیا سے اٹھالیا تو ہم نے اپنے امور میں غور کیا تو ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسی کو پسند کر لیا۔ جس کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمارے دِین کے لئے پسند کیا تھا اور نماز تو اِسلام کی جڑ تھی۔ اور یہی دِین کو قائم رکھنے والی ہے۔ تو ہم نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی اور وہ اس کے لائق بھی تھے۔ ان پر ہم سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اور نہ ہمارے بعض نے بعض پر شہادت دی اور ہم نے ان سے بیزار ہو کر ان کی بیعت بھی نہ توڑی۔ تو میں ابو بکرؓ کو ان کا حق دیتا رہا اور ان کی اطاعت کو سمجھتا رہا۔ اور ان کے ساتھ شامل ہو کر ان کے لشکروں میں جنگیں لڑیں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور جب وہ مجھے دیتے تھے تو میں لیتا تھا۔ اور مجھے جہاد پر بھیجتے تو میں جاتا۔ میں اپنے کوڑے کے ساتھ ان کے سامنے حدیں لگاتا رہا۔

پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو خلافت کے والی عمرؓ کو بنایا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کا راستہ اختیار کیا۔ اور جو کچھ وہ اپنے معاملہ میں بہتر سمجھتے تھے، اختیار کرتے۔ تو ہم نے عمرؓ کی بیعت کی اور ان کے متعلق ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اور بعض نے بعض پر شہادت دی۔ اور نہ بیزار ہو کر ہم نے ان کی بیعت توڑی۔ تو میں نے عمرؓ کو ان کے حق ادا کئے اور ان کی اطاعت کو سمجھا اور ان کے لشکروں میں شامل ہو کر جنگیں لڑیں۔ اور جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا اور جب مجھے جنگ پر بھیجتے تو میں جاتا۔ اور میں ان کے سامنے کوڑے کے ساتھ حدیں قائم کرتا رہا۔

پھر جب وہ فوت ہو گئے تو میرے دل میں اپنی قرابت اور اپنا پہلے ایمان لانا اور فضیلت کا خیال آیا اور میں سمجھتا تھا کہ میرے مقابل کوئی نہ ہو گا۔ لیکن میں ڈرتا تھا کہ خلیفہ جو بھی کام اس دنیا میں اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا، وہ بھی اس کی قبر میں اس کو ملے گا۔ تو عمرؓ نے اس سے اپنے نفس کو اور اپنی اولاد کو بالکل نکال دیا۔ اور اگر یہ کوئی پیاری چیز ہوتی تو وہ خلافت اپنی اولاد کو دے جاتے۔ تو وہ اس سے بری ہو گئے۔ اور قریش کے چھ آدمیوں کی جماعت پر یہ معاملہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

چھوڑ دیا۔ ایک ان میں سے میں بھی تھا۔

پھر جب یہ جماعت اکھٹی ہوئی تو میرے دل میں اپنی قرابت اور سابقت اور اپنی فضیلت کا خیال آیا اور میرا خیال یہ تھا کہ وہ میرے برابر کسی کو نہ کریں گے۔ عبدالرحمٰنؓ نے جس سے ہمارا عہد تھا کہ ہم اس کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، جسے اللہ تعالیٰ ہمارے معاملہ کا والی بنادے گا۔ پھر اس نے عثمانؓ بن عفان کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا تو میری اطاعت میری بیعت سے بھی سبقت کر گئی اور میرا عہد دوسرے آدمی تک پہنچ گیا۔ تو ہم نے عثمانؓ کی بیعت کرلی۔ تو میں نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی اطاعت اپنے اوپر لازم سمجھی اور اس کے لشکروں میں شامل ہو کر جنگیں لڑیں اور میں جب وہ مجھے دیتے تھے تو لے لیتا تھا اور جب مجھے جنگ پر بھیجتے تو جنگ کرتا۔ اور ان کے سامنے میں اپنے کوڑے سے حدیں قائم کرتا رہا۔

پھر جب وہ فوت ہوئے تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا تو وہ ۲ خلیفے جن کے متعلق رسول ﷺ کے زمانہ میں نماز کا عہد کیا تھا، وہ بھی فوت ہوگئے اور وہ خلیفہ بھی جس کے متعلق عہد لیا تھا، فوت ہو گیا تو حرمین والوں نے میری بیعت کرلی اور ان دو شہروں والوں نے بھی۔ (تاریخ ابن عساکرؒ)

باب...8

# بیعت خلافت

## بیعت خلافت یزید کا مسئلہ

مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں: استخلاف یزید کے متعلق مختلف النوع روایات پائی جاتی ہیں۔۔۔ مختصر یہ ہے کہ مسئلہ بیعت یزید میں اگرچہ بعض حضرات نے اختلاف رائے کیا تھا لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور (حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لڑکے) محمد بن حنفیہؒ وغیرہ نے بیعت ہذا تسلیم کر لی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ المرتضیٰ اور عبداللہ زبیرؓ اپنے نظریاتی اختلاف پر قائم رہے لیکن اس دور کے باقی اکابر صحابہ کرامؓ اور تابعین اور دیگر لوگوں نے عموماً مسئلہ بیعت کو تسلیم کر لیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس موقع پر کوئی تشدد اور ظلم وزیادتی نہیں کی بلکہ مسئلہ ہذا کو بہتر طریق سے انجام دیا۔ اس چیز کی تائید میں ہم حضرت امیر معاویہؓ کے مخالفین شیعہ حضرات کا بیان پیش کرتے ہیں جس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ

**"ولم یکرھھم علی البیعة"**[1]

[1] تاریخ یعقوبی ص۲۲۹ ج۲ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بیعت یزید پر مجبور نہیں کیا۔ اور جبراً اکراہ سے کام نہیں لیا۔

## حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت

مؤرخین نے حضرت امیر معاویہؓ کی ایک وصیت سیدنا حسینؓ کے متعلق ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا:

**(۱) ان له رحماماسة و حقا عظیما و قرابة من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و لا اظن اهل العراق تارکیه حتی یخرجوه فان قدرت علیه فاصفح عنه فانی لو انی صاحبه عفوت عنه**[1]

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حسینؓ کے لیے بہت قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی رشتہ داری ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اہل عراق ان کو اپنی حالت پر نہیں چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ پس اگر تو ان پر قدرت پائے تو ان سے رعایت کرنا۔ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آئے تو میں ان سے درگزر کروں گا۔

**(۲) ثم ان معاویه رضی اللہ عنہ لما حضرته الوفاة دعا ابنه یزید**

[1] تاریخ طبری ج ٦ ص ٨٠ تحت ذکر ما کان فیہ من الاحوات سنہ ٦٠ ھ طبع مصر کتاب انساب الاشراف (بلازری) ص ١٢٣ ج ٤ تحت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ٨ ص ١١٥ تحت سنہ ٦٠ ھ طبع اول مصر

خادم اہلسنت عبدالوحید

**فاوصاه بما اوصاه به وقال له انظر حسين بن علي يعني ابن فاطمه بنت رسول الله ﷺ فانه احب الناس الى الناس فصل رحمه وارفق به يصلح لك امره**[1]

اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی وفات سے قبل بلایا اور اس کو جو وصیت کرنی تھی وہ وصیت کی۔ ان وصایا میں یہ بات خاص طور پر فرمائی کہ حضرت حسین بن علیؓ یعنی حسین بن فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا احترام ملحوظ رکھنا۔ تحقیق وہ لوگوں کی نظروں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، تو تیرے لیے معاملہ اپنی جگہ پر درست رہے گا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳) شیعہ مؤرخین نے بھی یہ وصیت اسی طرح لکھی ہے، چناں چہ اس سلسلے کے مؤرخین میں قدیم مؤرخ دینوری لکھتے ہیں:

**فاما الحسين بن علي رضي الله عنه فاحسب اهل العراق غير تاركيه حتى يخرجوه، فان فعل، فظفرت به، فاصفح عنه،**[2]

مطلب یہ ہے کہ یزید کو حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میرا

---

[1] کتاب تلخیص ابن عساکر (ابن بدران) ص ۳۲۷ ج ۴۔ ذکر قصہ واقعہ الحسین وفضلہ تاریخ سیرت امیر معاویہؓ ص ۳۸۳۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ مطبوعہ دار الکتاب اردو بازار لاہور

[2] بحار الانوار (ملا باقر مجلسی) ص ۲۳۸ طبع قدیم تحت ماجری علیہ بعد بیعت الناس یزید

گمان ہے کہ اہل عراق جناب حسینؓ کو نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ اور اگر ان سے یہ بات صادر ہو تو ان پر غلبہ حاصل کرے تو ان سے در گزر کرنا۔

(۴) اور شیعہ کے مؤرخ ابن طقطقی اس طرح لکھتے ہیں:

**فان خرج (الحسین رضی اللہ عنہ) و ظفرت به فاصفح عنه فان له رحما ماسة و حقا عظیما و قرابة من محمد صلوات اللہ علیه و سلامه**[1]

یعنی (حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید سے کہا) اگر جناب حسینؓ مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر کامیابی پاؤ تو ان سے اعراض کرنا۔ تحقیق جناب حسینؓ کے لیے قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی رشتہ داری ہے۔[2]

(۴) شیعہ مؤرخ باقر مجلسی نے بھی اسی مسئلہ کو شیخ قدوس ابن بابویہ قمی شیعی سے معتبر سند کے ساتھ اس وصیت کو روایت کیا ہے۔[1]

## ولی عہدی

امام قوم کا بہی خواہ، مخلص ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے جو زندگی کی

---

[1] تاریخ الفخری (محمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن طقطقی ص ۱۰۳ تحت حالات معاویہ

[2] جلاء العیون فارسی از ملا باقر مجلسی شیعی ص ۳۸۸ تحت فصل از دوازدہم

حالت میں قوم کے مصالح پیش نظر رکھتا ہے اور سوچ سمجھ کر آنے والے حالات کا ایسا انتظام کر جاتا ہے جو اس کی وفات کے بعد ملک و قوم میں انتشار اور ابتری نہ پیدا ہونے دے چناں چہ وہ اپنی زندگی ہی میں کسی ایسے شخص کو ولی عہد نامزد کر جاتا ہے جو اس کا صحیح جانشین ہونے کی اہلیت رکھتا ہو اور وہی فرائض انجام دے سکتا ہو جو آج تک امام دیتا چلا آ رہا ہے۔ اور قوم کو بھی اس پر اس طرح اعتماد ہو جس طرح موجودہ امام پر تھا۔

الغرض امام کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنا ولی عہدی ہے اور نامزد شخص کو ولی عہد کہا جاتا ہے۔[1]

## حضرت امام حسینؓ کی عظمت، حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں

(ا) شیعہ مؤرخ ملا باقر مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ نے بوقت رحلت یزید کو آخری وصیت کرتے ہوتے کہا:

امام حسین پس نسبت و قرآبت او بحضرت رسالت میدانی داد پارہ تن آنحضرت ست و از گوشت و خون آنحضرت پروردہ است و من میدانم کہ اہل عراق اور را بسوئے خود خواہند بر دو یاری او نخواہند کرد اور تنہا خواہند گزاشت اگر بر او ظفر یابی: حقوق حرمت اور

[1] جلاء العیون فارسی ص ۴۲۱، ۴۲۲۔ از ملّا باقر مجلسی ایرانی

ابشناس و منزل و قرابت اور ابا حضرت رسالت بیاد دارد اورا بکردہ ہائے او مواخذہ مکن و روابطے کہ من درین مدت باو محکم کردہ ام قطع ممکن وزنہار کہ باد آسیبے و مکروہے مرسان۔[1]

ترجمہ: لیکن امام حسینؓ پس ان کی نسبت و قرابت جناب رسالت سے تجھے معلوم ہے وہ آنحضرت ﷺ کے بدن کے ٹکڑے ہیں، انہیں کے گوشت و خون سے انہوں نے پرورش پائی ہے، مجھے علم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کریں گے۔ تنہا چھوڑ دیں گے اگر تو ان پر کامیابی پائے تو ان کے حقوق عزت کو پہچاننا۔ ان کا مرتبہ اور قرابت جو رسول ﷺ سے ہے اس کو یاد رکھنا ان کے افعال کا ان سے مواخذہ نہ کرنا اس مدت میں جو روابط کہ میں نے ان سے مضبوط کئے ہیں ان کو نہ توڑنا اور خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔[1]

(۲) شیعہ مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ:

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو وصیت میں یہ بھی لکھا ہے:

ای پسر ہوس باز آرد خویشتن رانیک واپائے کہ چوں در حق حاضر شوی، خون حسین بن علی در گردن نداشتہ باشی کہ ہیچگاہ روئی

[1] جلاء العیون فارسی ص ۴۲۱، ۴۲۲۔ از ملّا باقر مجلسی ایرانی

آسائش دیدنه کنی و مؤید و مخلد فرسائش عقاب و عذاب بنی۔[1]

اے بیٹا! ہوس نہ کرنا اور خبردار! جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن میں حسینؓ بن علیؓ کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

(۳) شیعہ مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ مدینہ لکھتے ہیں:

و مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت اوبرند و بیرون ایں مبلغ ہموا اخد متش رابہ عروض و جوائز متکاثرہ متواتر میداشت۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: اور معاویہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام (حسینؓ) کی خدمت میں بھیجتے، اس کے علاوہ بیش بہا تحفے تحائف بھی بکثرت روانہ کرتے تھے۔[1]

## سیدنا معاویہؓ کی یزید کو حضرت حسینؓ کے احترام کی وصیت

• علامہ ابن کثیرؒ وصیت کے متن میں لکھتے ہیں:

انظر حسین بن علی بن فاطمه بنت رسول الله...

فَاِنَّهٗ أَحَبُّ النَّاسِ اِلَی، فَصِلْ رَحِمَهٗ، وَ ارْفُقْ بِهٖ یَصْلُحْ لَکَ أَمْرُهٗ فَاِنْ یَکُنْ مِنْهُ شَیْءٌ فَاِنِّی أَرْجُوْانْ یَکْفِیکَهُ اللهُ بِمَنْ قَتَل

[1] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۱۱

أباهُ وَخَذَّلَ أَخَاهُ[1]

حسینؓ بن علیؓ کا خیال رکھنا وہ سرور کائنات آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی سیدنا فاطمۃ الزہراءؓ کے بیٹے ہیں۔......

اور وہ لوگوں کو بہت محبوب ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی اور نرمی کرنا ان کا معاملہ تمہارے لیے درست ثابت ہو جائے گا۔......

اور اگر ان سے کوئی بات سرزد ہوئی ...... تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تجھے ان لوگوں سے (کافی ہو گا) کفایت کرے گا جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا...... اور ان کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## خلافتِ یزید

حافظ ابنِ کثیر محدث لکھتے ہیں:

**ولما اخذت البیعۃ یزید فی حیاۃ معاویۃ کان الحسین ممن امتنع من مبایعتہ ھو و ابن الزبیر و عبدالرحمٰن بن ابوبکر و ابن عمر و ابن عباس ثم مات ابن ابی بکر وھو مصم علیٰ**

[1] تاریخ کامل ابن کثیر ج ص ۱۱۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ص ۱۷۵ ج ۸۔ اعلام النبلاء ص ۱۹۸ ج ۳۔ تاریخ ابن عساکر لابن منظور ج ۸ ص ۱۳۸۔ بحار الانوار علامہ باقر مجلسی الشیعی ص ۳۳۸۔ جلاء العیون باقر مجلسی الشیعی ص ۳۸۸

**ذالک فلما مات معاویۃ سنۃ ستین و بویع لیزید۔ بایع ابن عمر و ابن عباس و صمم علی ذلک الحسین و ابن الزبیر و خرج من المدینۃ فارینی الیٰ مکۃ فاقاماھا .........الخ**[1]

جب حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی بیعت لی گئی تو

(۱) حضرت حسینؓ (۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ (۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اسی عدم بیعت پر برقرار رہنے کی حالت میں وفات پا گئے۔ پھر جب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور یزید کی بیعت لی گئی تو عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت کرلی اور حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ مخالفت پر قائم رہے اور مدینہ سے مکہ چلے گئے اور دونوں وہاں مقیم رہے۔

(۲) علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

۵۶ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی۔ اس میں یزید کے جانشین کرنے کا یہ مضمون تھا:

"اگر معاویہؓ کی موت واقع ہو تو یزید ولی عہد ہو گا یہ سن کر پانچ شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) حضرت حسینؓ بن علی (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ
(۳)حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۴)عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ
(۵)عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی۔[1]

## حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے مشاورت

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ آکر حضرت حسینؓ بن علیؓ کو بلایا اور کہا:

اے فرزند برادر! قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن میں سے ایک آدمی آپ ہیں اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

حضرت حسینؓ نے فرمایا: ان لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کرلیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرو۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کروگے؟

حضرت حسینؓ نے فرمایا: جی ہاں!

یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں۔

حضرت حسینؓ بن علیؓ نے پہلے تو انکار کیا آخر قبول کرلیا۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۱۶

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ولی عہد مقرر کرنے کی حکمت

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا اور ان کے ساتھ بہت نرمی کی باتیں کیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

**انی خفت ان ذر الرعیة بعدی کالغنم المطیرہ لیس لھا راعٍ۔** (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸)

میں نہیں چاہتا کہ امت محمد ﷺ کو اپنے بعد بکریوں کے ایسے پراگندہ گلے کی طرح چھوڑ جاؤں جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔[1]

قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن میں ایک آپ ہیں، سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

## عبداللہ بن عمرؓ کی تجویز

حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برا بھی نہیں، خون ریزی بھی نہ ہو آپ کا کام بھی ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: آپ اپنی کرسی باہر نکالیں۔ میں یہ کہہ کر آپ سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ آپ کے بعد

---

[1] البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا۔ و اللہ! تمہارے بعد اگر کسی حبشی غلام پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہو جاؤں گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: جی ہاں!

ابنِ عمرؓ یہ کہہ کر گھر تشریف لے گئے۔ (طبری ج ۴ ص ۱۱۷)

## حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے دعا

• حافظ ذہبیؒ اور حافظ علامہ ابنِ کثیرؒ محدث نے لکھا ہے:

**وقال ابوبکر بن ابی مریم عن عطیه بن قیس خطب معاویه رضی اللہ عنہ فقال: اللهم ان كنت انما عهدت يزيد لما رأيت من فضله فبلغة ما املت و اعنه و ان كنت انما حملنى حب الوالد لولده ليس باهل فاقبضه قبل اب يبلغ ذالک۔**[1]

یعنی: حضرت امیر معاویہؓ نے دعا کرتے ہوئے خطبہ میں فرمایا:

اے اللہ! میں نے یزید کو اس کی اہلیت کی بنا پر ولی عہد بنایا ہے اس کے متعلق مجھے جو امید ہے اس تک پہنچا دے اور اس کی اعانت فرما۔ اور اگر میں نے محبت پدری کی بنا پر (ولی عہد) بنایا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ تو اس مقصد تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح

[1] تاریخ اسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۶۷ تحت بیعت یزید

قبض کر لے۔

**فائدہ:** اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کسی خود غرضی اور مفاد پرستی کی بنا پر یہ اقدام نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنی رائے میں مخلص اور دیانت دار تھے اس بنا پر وہ مجمع عام میں اس قسم کی دعا کر رہے ہیں۔

• شیعہ مؤرخ تاریخ یعقوبی میں لکھتے ہیں:

**ولم یکرھم علی البیعة۔** یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بیعت یزید پر مجبور نہیں کیا اور جبراً اکراہ سے کام نہیں لیا۔ [1]

**حل اشکال**

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین ؒ لکھتے ہیں:

• اگرچہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کا پہلو بظاہر سخت قابل اعتراض ہے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو ایسا ہے جس کے پیش نظر حضرت معاویہؓ کی پوزیشن مجروح نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ سابقہ جنگ جمل اور جنگِ صفین کی لڑائیاں ان کے اور دیگر صحابہ کرامؓ کے سامنے تھیں جن میں ہزارہا مسلمان شہید ہوئے شام بنو امیہ کا مضبوط مرکز تھا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے جنتی خلیفہ راشد کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کیا تھا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۹ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

• ان حالات میں اگر حضرت معاویہ کسی جلیل القدر صحابی کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے یا انتخاب خلیفہ کے لیے شوریٰ کا تقرر کرتے تو اتفاق بہت مشکل تھا۔

• شامی مرکز کی طرف سے پھر اس کی شدید مزاحمت کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے اپنے اجتہاد میں اھون البلیتین پر عمل کیا۔ یعنی دو متوقع مصیبتوں میں سے کمزور مصیبت کو اختیار کیا۔

• اگر یزید کو ولی عہد مقرر نہ کیا جاتا تو عموماً بنو امیہ کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی جس کے نتیجہ میں بہ نسبت جمل و صفین کے زیادہ خون ریزی کا خطرہ تھا۔

• تو امت مسلمہ کو مزید تفرقہ و انتشار اور جنگ و قتال سے بچانے کے لیے حضرت معاویہؓ نے دیانت داری سے یہی راستہ اختیار کیا۔

• ہم اہل سنت و الجماعت حضرت معاویہؓ کے خلوص نیت میں شبہ نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ اس کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## شہید کربلا حضرت امام حسینؓ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: یوں تو دنیا کی تاریخ کا ہر ورق انسان کے لیے عبرتوں کا مرقع ہے۔

[1] خارجی فتنہ ح ۲ بحث فسق یزید مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین۔ ص ۱۷۶

سیدنا و سید شباب اهل الجنة حضرت حسین ابن علیؓ کا واقعہ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

اس میں ایک طرف ظلم و جور اور سنگ دلی اور بیچائی و محسن کشی کے ایسے ہولناک اور حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کو ان کا تصور بھی دشوار ہے دوسری طرف آلِ اطہار رسول اللہ ﷺ کے چشم و چراغ اور ان کے ستّر بہتّر متعلقین کی چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ پر جہاد اور اس پر ثابت قدمی اور قربانی اور جان نثاری کے ایسے محیر القول واقعات ہیں جن کی نظیر تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اور ان دونوں میں آنے والی نسلوں کے لیے ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

یہ ایک دریائے خون ہے جس میں داخل ہونا آسان نہیں۔ ان واقعات کے لکھنے اور دیکھنے سننے کے لیے بھی جگر تھام کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

## خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ

حضرت ذی النورین عثمان غنیؓ کی شہادت سے فتنوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں منافقین کی سازشیں، بھولے بھالے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے

واقعات پیش آتے ہیں۔

مسلمانوں کے آپس میں تلوار چلتی ہے۔ مسلمان بھی وہ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔[1]

وفات سے پہلے حضرت معاویہؓ نے یزید کو کچھ وصیتیں فرمائیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ اہل عراق حسینؓ کو تمہارے مقابلہ پر آمادہ کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو اور مقابلے میں تم کامیاب ہو جاؤ تو ان سے درگذر کرنا اور ان کی قرابت رسول ﷺ کا پورا احترام کرنا ان کا سب مسلمانوں پر بڑا حق ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## کیا باپ کا جانشین بیٹا ہو سکتا ہے؟

باپ کا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا شریعت میں ناجائز نہیں ہے۔

## حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانا

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ شریعت میں ناجائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت حسنؓ کو ہرگز خلیفہ نامزد نہ کرتے۔

[1] شہید کربلا مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۱۰

تاریخ طبری میں ہے کہ جب حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کو اپنی جگہ مصلائے خلافت پر متعین کیا۔

(۲) نیز جب لوگوں نے حضرت حسنؓ کو ان کے بعد خلیفہ بنا لینے کے بارے میں معلوم کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا: میں تمہیں اس کا نہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں تم لوگ زیادہ مناسب سمجھتے ہو۔[1]

## اہل تشیع کے نزدیک بھی حضرت علیؓ نے بیٹے کو خلیفہ بنایا

شیعہ مجتہد و محقق باقر مجلسی ایرانی لکھتے ہیں کہ:

"وقت وصیت جناب امیرؑ نے تمام فرزندان و اہل بیت اور اپنے مردان کو جمع کیا اور امام حسن کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔[2]

اب ان دونوں روایتوں سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹے کو خلیفہ نامزد کرنا شریعت میں منع ہوتا تو ہرگز حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو خلیفہ نامزد نہ کرتے۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ بھی ہرگز اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر نہ کرتے اگر شریعت میں یہ ناجائز ہوتا۔ اب جو حضرات

---

[1] تاریخ طبری ج۴ ص ۵۰۲

[2] جلاء العیون ج ۱ ص ۲۶۹، ۳۳۳

امیر معاویہؓ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اپنے بیٹے یزید کو کیوں خلیفہ نامزد کیا۔ دراصل وہ حضرت علی المرتضیٰؓ پر بھی اعتراض کرنے کا راستہ دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسنؓ بیٹے کو کیوں نامزد کیا۔ اہل سنت کے نزدیک دونوں کا عمل شریعت کے مطابق ہے اس لیے کہ شریعت میں بیٹے کو نامزد کرنا منع نہیں ہے۔

## حضرت معاویہؓ کا انتقال اور ان کا وصیت نامہ

شیعہ مؤرخ راوی ابو مخنف لکھتا ہے: جب حضرت معاویہؓ اپنے مرض کی شدت سے قریب الوفات تھے تو یزید ان کے پاس نہ تھا کیوں کہ وہ شہر حمص کا حاکم تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت معاویہؓ نے دوات اور قلم منگا کر اس طرح ایک خط یزید کے نام لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک مقرر وقت کے لیے خلق کیا ہے۔ اگر کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو اس کے لیے پیغمبر خدا سے زیادہ سزاوار کوئی اور ہستی نہ تھی۔

(۱) بیٹا! تجھے میں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو اس پر عمل پیرا رہے گا تو ہمیشہ شاداں و مسرور رہے گا۔

(۲) اہل شام کے متعلق میں تجھے سفارش کرتا ہوں کہ ان سے تیرا گہرا تعلق ہے اور ان لوگوں کا تجھ سے ہے۔ ان میں سے جو شخص

تیرے پاس آئے اس کا احترام کر اور جو غیر حاضر ہو جائے اس کی خبر رکھ۔ جہاں تیرے دشمن تجھے تنہا گھیر لیں تو انہیں ان دشمنوں کے مقابلے میں لا کھڑا کر۔ جب تو فتح مند ہو جائے تو ان سب کو اپنی جگہ پر واپس لا۔ مبادا دوسرے ملک و شہر میں رہ کر دوسروں کی روش پر چل نکلیں۔

(۳) اہل حجاز میں سے جو بھی تیرے پاس آئے اس سے نیکی سے پیش آنا۔

(۴) اہل عراق کے حالات و معاملات پر خوب نظر رکھنا۔ اگر وہ یہ چاہیں کہ ہر روز ان کے حاکم کو تو معزول کرے تو اس پر عمل کر لینا۔ کیوں کہ ان کو تیرے خلاف بر سر پیکار رہنے سے روکنے کے لیے یہ بہتر طریقہ ہے۔

(۵) بیٹا![1] میں تیرے لیے صرف چار اشخاص کی نسبت ڈرتا ہوں کہ وہ تیری بیعت نہ کریں گے بلکہ تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

(الف) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔ وہ تیرے کسی نفع میں کام آنے والا

---

[1] میں نے تیرے لیے بہت سے ممالک پر قبضہ کیا ہے اور بہت سے لوگوں کو تیرے لیے کمزور اور ضعیف کر دیا ہے۔ یہ ابو مخنف شیعہ راوی کے بعض الحاقی الفاظ ہیں۔ یہ نہ تو امیر معاویہؓ ایسا کہہ سکتے ہیں نہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لیے ممالک پر قبضہ کیا ہے۔ یہ صریح حضرت امیر معاویہؓ پر بہتان ہے۔ اس لیے وصیت نامہ میں شیعہ راوی کے یہ الفاظ اس کے اپنے ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

نہیں نہ تیرا مخالف ہو گا۔[1]

(ب) عبداللہ بن عمرؓ۔ قرآن اور مسجد و محراب سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دنیا سے اپنے آپ کو الگ کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہے۔ میرا گمان نہیں کہ وہ تجھ سے کسی معاملے میں جھگڑا کرے گا۔ لیکن پھر بھی اس کے عزم اور ارادے سے باخبر رہنا۔

(ج) عبداللہ بن زبیرؓ۔[2] جلد ہی وہ شیر کی طرح مقابلے پر کھڑا ہو گا۔ لہٰذا اگر وہ تجھ سے صلح کرے تو صلح کرنا اور جنگ کرے تو جنگ کرنا اور کوئی مشورہ دے تو قبول کرنا۔

(د) حسینؓ بن علیؓ۔ لوگ انہیں اس امر کی دعوت دیں گے کہ وہ تجھ سے جنگ کریں، اگر تم ان پر فتح مند ہو جاؤ تو رسول اللہ ﷺ سے ان کی قرابت کی نسبت کا خیال رکھنا۔ کیوں کہ تجھے معلوم ہونا

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] "وہ دنیا پرست ہے۔ اس کو دنیاوی لالچ سے قابو کرنا اور اس کو اس کی خواہشات پوری کرنے کو چھوڑ دینا۔" اس کی شق الف میں بھی یہ الفاظ الحاقی ہیں اور شیعہ راوی کا پیوند ہے حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر پر بھی صریح بہتان ہے کہ وہ دنیا پرست تھے اور حضرت امیر معاویہؓ پر بھی الزام ہے کہ انہوں نے وصیت نامہ میں نعوذباللہ یہ لکھا۔ اس لیے روایت کے بعض الفاظ موضوع ہیں۔

[2] اس شق میں بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں کہ "وہ لومڑی کی طرح تجھ سے فریب وچالاکی سے پیش آئے گا"، یہ سب ابو مخنف راوی کے الحاقی الفاظ ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مزاج سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے یہ سب شیعہ راوی کا بہتان ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ پر سراسر الزام ہے وہ ایسا نہیں لکھ سکتے۔ نہ ہی یہ ان کے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ راوی نے صرف اپنا بغض سینہ و قلم سے نکالا ہے۔ اس لیے موضوع الفاظ وصیت نامہ کے غلط ہیں جو کتب تاریخ میں درج ہیں۔

چاہیے کہ ان کے والد تیرے والد سے بہتر ہیں۔ ان کے جد
تیرے جد سے بہتر ہیں اور ان کی والدہ تیری والدہ سے بہتر ہیں۔
ان کے ذہن میں تیری طرف سے وہ تمام خدشات موجود ہیں جو
تیرے دل میں ان کی طرف سے ہیں۔ میری یہ وصیت تیرے
لیے ہے۔ والسلام

اس کے بعد اس خط کو بند کر کے ضحاک بن قیس فہریؓ کو دیا اور ہدایت کی کہ یہ میرے بیٹے یزید کے حوالے کرے۔ اس کے فوراً بعد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۵ رجب ۶۰ھ کا ہے۔ ان کی موت سے شہر دمشق میں نالہ فغاں بلند ہو گیا۔[1]

## وصیت نامہ اصلی ہے یا جعلی

یہ وصیت نامہ شیعہ راوی ابو مخنف نے روایت کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف کے نام سے "واقعہ کربلا" پر یہ پہلی "داستان" شیعہ نکتہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اور یہ ابو مخنف، ابو المنذر، ہشام، محمد بن سائب کلبی وغیرہ کے حوالے سے واقعات بیان کرتے ہیں جن کو محدثین نے شیعہ قرار دیا ہے۔[2]

1 مقتل ابی مخنف مؤلفہ شیعہ مورخ ابو مخنف ص ۲۵ مترجم سید مبشر الرضا کاظمی۔ ناشر المعراج کمپنی۔ کریم پبلکیشنز سمیع سنٹر غزنی سٹریٹ ۳۸ اردو بازار لاہور

2 المنذر طریقی کوفی خالص شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۳۷۶)

امام نسائی اور مسلمہ بن حاکم نے بھی اس کو شیعہ محض ہی لکھا ہے۔[1]

محمد بن سائب الکلبی الکوفی: یہ شیعہ تھے اور بالکل ہی متروک الحدیث تھے۔

مؤرخ ابو مخنف شیعہ نے اس وصیت نامہ کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی فراست اور دور اندیشی بھی ظاہر ہوتی ہے اور عبد الرحمن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی مخالفت اور ان کی توہین بھی پائی جاتی ہے جس سے صاف نظر آرہا ہے کہ یہ عبارت شیعہ راوی کا اپنا نقطہ نظر ہے حضرت امیر معاویہؓ جیسے عظیم مدبر اور صاحب فراست دور اندیش کے یہ الفاظ نہیں ہوسکتے۔ جو عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے بارے میں درج ہیں۔

(۲) شیعہ مؤرخ شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ابی مخنف کی اور کتب کے ساتھ اس کتاب ''مقتل'' کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(۳) طبری نے بھی ''مقتل ابی مخنف'' کی راویات کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ لیکن طبری نے تاریخ کے مقدمہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ان خبروں کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ طبری نے جس طرح سے بغیر تحقیق کے واقعات آگے نقل کر دیئے، پھر تاریخ طبری سے ابن اثیر اور ابن

---

[1] میزان الاعتدال ج۲ ص۲۳۹

خادم اہلسنت عبد الوحید حنفی

کثیر نے بھی نقل در نقل یہ واقعات اپنی تاریخوں میں درج کر دیے۔[1]

لیکن بعض مؤرخین یہ تحقیق نہ کر سکے کہ یہ شیعہ روایتیں کیا عقل اور نقل کے مطابق بھی ہیں؟ اس لیے اہل سنت محققین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تاریخی واقعات تاریخ طبری کے اندر ہوں یا ابن اثیر یا تاریخ ابن کثیر کے اندر ہوں، جو واقعات شانِ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خلاف ہوں وہ راوی کے اپنے خیالات تو ہو سکتے ہیں لیکن حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

## حضرت امیر معاویہؓ سے منسوب جعلی وصیت نامہ

ابو مخنف نے یہ وصیت نامہ جو لکھا ہے، اس کے جعلی ہونے کے کئی شواہد موجود ہیں۔ دیکھیے! حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا بھی وصیت نامہ میں ذکر ہے۔ حالانکہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تاریخی روایات کی روشنی میں سات سال قبل وفات پا چکے تھے۔

(۱) مشہور مؤرخ علامہ ابی قتیبہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

**مات فجاءة سنة ثلاث و خمسين بجبل بقرب مكة**[2]

---

[1] آپ نے پہلے یہ پڑھ لیا ہے کہ طبری تاریخ میں روایات امام طبری نے تحقیق کی بجائے من و عن جس طرح صادق و کاذب راویوں سے سنیں جمع کر دیں۔ اس طرح ابن اثیر اور ابن کثیر نے ان روایات کی تلخیص تو کی لیکن سب روایات کی تحقیق نہیں کی۔

[2] المعارف ابن قتیبہ ص ۲۶

ترجمہ: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۵۳ھ میں مکہ کے قریب ایک پہاڑ پر اچانک انتقال فرما گئے۔

(۲) مستدرک میں امام ابو عبداللہ محمد النیشاپوری کا ارشاد ہے:

**مات عبد الرحمن بن ابی بکر فجاءة و کنبة ابو عبداللہ و مات سنة ثلاث و خمسين**[1]

ترجمہ: ۵۳ھ میں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ فوت ہو گئے۔

مؤرخین کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۵۳ھ یعنی سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات سے تقریباً سات سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وصیت نامہ میں جعلی عبارتیں بھی شامل ہیں۔

یہ جو وصیت نامہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کوفی نے لکھا ہے اور کتاب "مقتل ابی مخنف" میں درج کیا ہے، اس وصیت نامہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف جو الفاظ تحریر ہیں، یہ من گھڑت اور سفید جھوٹ ہیں۔ وصیت نامہ کی حضرت امیر معاویہؓ کی طرف نسبت کر کے بعض جملوں میں اصحابِؓ رسولؐ پر سب و شتم کیا گیا ہے جو کہ حضرت امیر معاویہؓ کے مزاج کے مطابق ہرگز صحیح نہیں ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۴۷۵

**باب...9**

# یزید بن معاویہؓ کا دور حکومت

علامہ طبری لکھتے ہیں:

رجب کی پندرویں یا بائیسویں ۶۰ھ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔[1]

## امام حسینؓ اور یزید

☆ یزید کی پیدائش ۲۶ھ مطابق ۶۴۷ء میں ہوئی تھی۔ وہ حضور ﷺ کے وصال کے ۱۵ سال بعد پیدا ہوا۔

☆ حضرت امیر معاویہؓ ۲۲ رجب ۶۰ھ مطابق 29 اپریل ۶۸۰ء بدھ کے دن جب انتقال فرما گئے تو یزید بن معاویہؓ والی ملک ہوا۔

☆ واقعہ کربلا کے وقت یزید کی عمر ۳۳ سال تھی جب کہ امام حسینؓ کی عمر ۵۶ سال تھی۔

☆ حضرت امیر معاویہؓ کی عمر وفات کے وقت ایک روایت کے تحت پچھتّر (۷۵) برس تھی اور بعض روایتوں میں ۷۸، ۸۲ یا ۸۶ سال تھی۔

☆ قریش کی تین اہم شخصیتوں نے یزید کی بیعت نہ کی تھی:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

[1] طبری ج چہارم ص ۱۳۸ حصہ اول

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## (۳) حضرت حسین بن علیؓ

☆ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت یزید دمشق میں موجود نہ تھا۔ حضرت ضحاک بن قیسؓ جو کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

☆ یزید اس وقت مقام حوارین میں تھا اور حمص کا حاکم تھا۔ نمازِ جنازہ میں شمولیت سے محروم رہا۔

☆ یزید عیسوی حساب سے تین سال آٹھ ماہ پندرہ دِن حکمران رہا اور ہجری کے حساب سے ۲۲ رجب ۶۰ ؁ھ مطابق ۲۹ اپریل ۶۸۰ء سے ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ؁ھ مطابق ۱۴ نومبر ۶۸۳ ؁ء تک ۳ سال ۷ ماہ ۲۲ دن تک حکمران رہا۔ پھر دردِ قلنج سے انتقال کر گیا۔

☆ یزید فاسق تھا اور اس کا فسق اتنا مشہور اور متفق علیہ ہے کہ کربلا، حرّہ اور محاصرہ مکہ کے بعد کسی ایک صحابیؓ سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے یزید کو واضح طور پر صالح وعادل کہا ہو۔[1]

### یزید کا ولید بن عتبہ گورنر کے نام خط

حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنے بعد اس کو ولی عہد کرنے کے لیے لوگوں سے بیعت طلب کی تو جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے کہنے پر بیعت ابھی تک نہ کی تھی یزید نے ولید بن عتبہ گورنر مدینہ کو خط

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۲۶۱ مؤلفہ قاضی مظہر حسین

لکھا کہ ان سے بیعت لیں۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ حضرت معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ اللہ نے ان کو کرامت و خلافت و عطایا و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمر ان کی لکھی ہوئی تھی، اس وقت تک زندہ رہے۔ جب مدت تمام ہو گئی، وفات پا گئے۔ اللہ ان پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور نیکوکار و پرہیز گار ہو کر وفات پا گئے۔ والسلام

اور ایک رقعہ میں یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا کہ:۔ (۱) حسینؓ (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لے لیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد حنفی

---

[1] (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۳۹) مقتل ابی مخنف مؤلفہ شیعہ مؤرخ ابو مخنف ص ۲۹ میں یزید سے اس رقعہ میں والی مدینہ کو چار اشخاص کے نام لکھے ہیں جن میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا نام بھی ابو مخنف نے لکھا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید سے منسوب خط جو گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا ہے وہ بھی جعلی ہے۔ کیوں کہ اس میں بھی یہ مضمون ہے: اے ابا محمد! جس وقت میرا یہ خط تو پڑھے تو عام لوگوں سے میری بیعت لے اور ان چار اشخاص عبدالرحمن بن ابی بکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ سے خصوصی طور پر بیعت حاصل کر۔ میرا یہ خط انہیں دکھلا۔ جو بیعت پر تیار نہ ہو تو اس کا سر اس خط کے جواب کے ہمراہ مجھے بھیج دے۔ والسلام [مقتل ابی مخنف ص ۲۹]

ابو مخنف لکھتے ہیں کہ یہ خط ۱۲ شعبان ۶۰ھ کو مدینہ پہنچا۔ جب کہ طبری کی تحقیق یہ ہے کہ امام

## ولید بن عتبہ اور امام حسینؓ کی ملاقات

**حضرت امیر معاویہؓ کی وفات سے ولید بن عتبہ گورنر مدینہ کو تشویش ہوگئی؟ ایک امر عظیم سمجھا۔**

**اس نے عبداللہ، بنی عمر بن عثمان کے ایک نوجوان کو امام حسینؓ اور**

---

حسینؓ رجب کی ۲۸ ویں شب کو مکہ روانہ ہوگئے تھے۔[طبری ج۴ ص ۱۴۲]

(۲) ابومخنف نے لکھا ہے کہ گورنر مدینہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھی بیعت کے لیے بلایا لیکن وہ کہنے لگے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اُس (ولید) کے لیے اپنے گھر کے دروازے بند کرتا ہوں اور میں بیعت نہیں کروں گا۔[مقتل ابی مخنف ص ۳۰] جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اُس وقت وہ زندہ ہی نہ تھے۔ اس طرح یہ سب گفتگو من گھڑت ہے جو ابومخنف نے بیان کی ہے۔

اور یہ خط بھی جعلی ہے کیوں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تو سات سال پہلے وفات پاچکے تھے۔ اور ایک روایت کے تحت انہوں نے دو سال قبل ۵۸ھ میں وفات پائی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے دونوں روایتیں لکھی ہیں: كان قد توفي قبل موت معاوية بستين كما قدمنا [البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۱۱۵] جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا انتقال حضرت معاویہؓ کی وفات سے سات سال پہلے ہوچکا تھا۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: توفي عبدالرحمن بحشي و هو اثني عشر ميلاً من مكة فحمل الى مكة فدفن بها و قال ابن سعد و غير واحد كان ذلك سنة ثلاث و خمسين [تہذیب التہذیب ج۶ ص ۱۷۷] حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی وفات حشیٰ نامی مقام پر ہوئی جو مکہ مکرمہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی میت کو مکہ لاکر دفن کیا گیا۔ مؤرخ محمد بن سعد اور بہت سے مؤرخین کا بیان ہے کہ ان کا سن انتقال ۵۳ھ ہے۔

(۴) حافظ ابن کثیر دمشقی بھی لکھتے ہیں: ان عبدالرحمن توفي سنة ثلاث و خمسين قال له الواقدي و كاتبه محمد بن سعد و ابو عبيد و غيره [البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۸۹] بلاشبہ عبدالرحمٰن ۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ مؤرخ واقدی، ان کے کاتب محمد بن سعد اور ابوعبید نیز بہت سے مؤرخین کا یہی بیان ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

عبداللہ بن زبیرؓ کو بلانے بھیجا۔ اس نے جا کر حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اطلاع کی کہ ولید بن عتبہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

انہوں نے اس کو کہا کہ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔

حضرت امام حسینؓ، ولید کے پاس پہنچے اور السلام علیک یا امیر کہا اور بیٹھ گئے۔ تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔

حضرت امام حسینؓ نے یہ سن کر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن" پڑھا اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ معاویہؓ پر رحم کرے اور تمہارا اجر زیادہ کرے۔

بیعت کا جو آپ نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کا خیال نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت لینا چاہیے۔ ولید نے کہا اچھا!

حضرت حسینؓ نے کہا: جب لوگوں کے مجمع میں آکر آپ سب لوگوں سے بیعت لیں گے تو ان کے ساتھ ہی ہم سے بھی لے لینا بات تو ایک ہی ہے۔ ولید بن عتبہ کا مزاج عافیت پسند تھا۔ اس نے کہا: بہت اچھا۔ آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

---

[1] تلخیص تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۰ اباب ۸، ابنِ خلدون ج ۲ ص ۵۰۸

## حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طلبی

عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بھی ولید نے آدمی بلانے کے لیے بھیجا۔ عبداللہ زبیرؓ نے واپسی پیغام بھیجا کہ میرے ساتھ جلدی نہ کریں۔ میں ضرور ان شاء اللہ آؤں گا۔ مجھے ذرا مہلت دو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں کہ ان کی رائے اور ان کا حکم معلوم ہو۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بھائی جعفر بن زبیرؓ کو امیر کے پاس بھیجا انہوں نے جا کر کہا کہ اللہ کے واسطے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ شدت کرنے سے باز رہیں۔ صبح ان شاء اللہ وہ آپ کے پاس آجائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیں کہ ہمارے مکان پر سے چلے جائیں۔ ولید بن عتبہ نے اپنے لوگوں کو بلا لیا وہ سب واپس چلے گئے۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## عبداللہ بن زبیر کی مکہ روانگی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رات ہی کو گھر سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے بھائی جعفر بن زبیرؓ کے سوا کوئی شخص ساتھ نہ تھا۔ بڑے راستہ کو تعاقب کے اندیشہ سے انہوں نے ترک کیا اور مکہ کی طرف چلے۔ صبح ہوئی تو ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ رات کو نکل گئے۔[2]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۱

[2] ایضاً تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۱، ابنِ خلدون ج ۲ ص ۵۰۹

# حضرت امام حسینؓ کی مکہ روانگی

حضرت امام حسینؓ اس کے بعد کی رات یعنی رجب کی ۲۸ ویں شب اتوار کو مدینہ سے نکلے۔ عبد اللہ بن زبیرؓ اس سے ایک شب پہلے روز شنبہ کی رات کو نکلے تھے۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

حضرت امام حسینؓ اپنے بیٹوں بھائیوں کو اور محمد بن حنیفہ کے سوا تمام اہل بیت کو لے کر نکلے تھے۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۲)

## عبد اللہ بن عمرؓ کا بیعت سے انکار

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

ولید نے عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا: سب لوگ جب بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔ غرض عبد اللہ بن عمرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کوئی ان کو ڈراتا دھمکاتا نہ تھا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۳)

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؓ کی مکہ آمد

عبد اللہ بن زبیرؓ مکہ پہنچ گئے۔ وہاں عمرو بن سعید بن عاصؓ حاکم تھے۔ عبد اللہ بن زبیرؓ مکہ میں داخل ہوئے تو کہا: میں پناہ لینے آیا ہوں۔ ان کے بعد امام حسینؓ بھی مکہ میں داخل ہوئے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۳

## حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کی بیعت

واقدی کی روایت[1] یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی خبر وفات اور یزید کی بیعت کا حکم ولید کو پہنچا تو ابن عمرؓ مدینہ میں نہ تھے اور ابن زبیرؓ اور امام حسینؓ کو بیعت کے لیے جب بلایا تو وہ دونوں بیعت کے بجائے اس رات مکہ کو روانہ ہو گئے۔

ابن عباسؓ و ابن عمرؓ مکہ سے آ رہے تھے راستہ میں ملے اور پوچھنے پر بتایا کہ حضرت معاویہؓ وفات پا گئے ہیں اور بیعت یزید کے لیے کہا جا رہا ہے۔

پھر ابن عمرؓ مدینہ چلے آئے۔ وہیں ٹھہرے رہے۔ کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے۔ جب تمام شہروں کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو ولید بن عتبہ کے پاس آ کر انہوں نے بیعت کر لی اور ابن عباسؓ نے بھی بیعت کر لی۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

## امام حسینؓ سے اہل کوفہ کی خط و کتابت مکہ میں

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ مکہ میں تھے کہ ان کے پاس اہل کوفہ اور ان لوگوں کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ:

---

[1] واقدی کی یہ روایت ہے، اس میں یہ الفاظ جو ابن عمرؓ سے منسوب کیے ہیں کہ ”تم دونوں اللہ سے ڈرو، جماعت مسلمین میں تفرقہ مت ڈالو۔“ یہ الفاظ الحاقی ہیں، واقدی ضعیف ہے۔

[2] طبری عربی ج ۶ ص ۱۹۱، تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۴۴

"ہم سب لوگ آپ پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں۔
ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔
آپ ہم لوگوں میں آجائیے۔"
اس زمانہ میں نعمان بن بشیر انصاریؓ والی کوفہ تھے۔[1]

## کوفیوں نے ۱۲ ہزار جعلی خطوط امام حسینؓ کو لکھے

شیعہ مؤرخ علامہ باقر مجلسی نے جلا العیون میں لکھا ہے کہ: کوفیوں کے خط کا مضمون یہ تھا:

"بعد حمد و نعت گذارش ہے کہ تمام صحرا سبز اور میوے تیار ہیں اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو آپ کے لیے یہاں لشکر مہیا و حاضر ہے اور ہم شب و روز آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔"

ہر چند ہر طرح کے خطوط خدمت آنحضرت میں پہنچے تھے۔ مگر حضرت حسینؓ ٹال دیتے تھے۔ اور جواب ان کا نہ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ چھ سو (۶۰۰) خطوط ان مکاروں[2]، غداروں کے امام حسینؓ کے پاس پہنچے۔ اور جب مبالغہ و اصرار از حد ان کا ہوا۔ اور متعدد قاصد حضرت

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۷، مقتل ابی مخنف ص ۳۷

[2] یہ شیعہ مؤرخ باقر مجلسی کا نظریہ ہے کہ خط لکھنے والے سب مکار اور غدار تھے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ سب اہل کوفہ مکار اور غدار نہیں تھے، ان میں مخلص بھی تھے۔ کیوں کہ خطوط لکھنے والوں میں سیدنا سلمان بن صردؓ اور ہانیؓ بھی تھے جو کہ اصحابِ رسولؐ میں سے ہیں۔ اور امام حسینؓ کے حامی تھے، جنہوں نے جامِ شہادت بھی اپنے اپنے موقع پر پیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

حسینؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ اور بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) خطوط کوفہ سے آ گئے۔ حضرت حسینؓ نے ان کے آخری خط کا جواب لکھا:

## حضرت امام حسینؓ کا خط اہل کوفہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسینؓ بن علیؓ کا شیعوں مومنوں مسلمانوں، اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد، بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی و سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا۔ مجھے پہنچا سب خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔

بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیلؓ کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم بن عقیل مجھے لکھیں جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے، بمشورہ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں بہت جلد ان شاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام

حسین بن علی بن ابی طالب [1]

**اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطوط لکھنے والے بعض خارجی بھی تھے اور امام حسینؓ کے جوابی خط کے مضمون سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط میں بھی جعلی عبارت ہے۔ امام حسینؓ نے ہرگز وہ نہیں لکھا ہوگا۔ خارجی**

---

[1] (جلاء العیون ج ۲ فصل ۱۲۔ ص ۱۹۰) یہ خطوط اصلی تھے یا جعلی تھے؟ واللہ اعلم۔ شیعہ مصنف کوثر بھریلوی لکھتے ہیں: ”مذہب امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امام اس وقت تک عالم خاک سے نہیں جاتا جب تک اپنے بعد کے لیے امام کا نام اور بازو پکڑ کر نہ دکھا جائے۔ ایک لحہ بھی دنیا میں ایسا ہرگز نہیں گزرا کہ دنیا حجت خدا سے خالی رہی۔ لہٰذا جنہوں نے کوفہ سے امام حسینؓ کو خط لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں وہ شیعہ مذہب نہیں رکھتے تھے۔ شیعہ مذہب میں امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے بنانے سے نہیں بنتا۔ (عقیدہ امامت مؤلفہ آیت المعظمیٰ سید محمد کاظم قم ایران ص ۸ مختصر الاحکام)

کوفہ میں بلانے والے وہ تھے جو امامت کے لیے اجماع کے قائل تھے کیوں کہ شیعہ تو اجماع کے قائل نہیں ہیں یہی وجہ رہی ہے جب امام حسینؓ کے نائب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو کوفی امامت حسین پر اجماع کر گئے، بعد میں امامت یزید پر اتفاق کر گئے۔ اگر وہ شیعہ ہوتے تو یہ نہ لکھتے کہ اس وقت کوئی ہمارا امام اور پیشوا نہیں ہے۔ شیعہ مسلمات میں ہے: **الحجۃ قبل الخلق مع الخلق بعد الخلق**۔ حجت امام مخلوق سے پہلے مخلوق کے ساتھ ہے اور مخلوق کے بعد ہے۔ لہٰذا ایک لحہ بھی بلا امام نہیں گزر سکتا۔ [کوثر بھریلوی حاشیہ جلاء العیون مترجم اردو ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ عباس بک ایجنسی، رستم نگر درگاہ حضرت عباس لکھنوء انڈیا]

کوثر بھریلوی نے تو مسئلہ صاف کر دیا کہ اہل کوفہ خطوط لکھنے والے شیعہ نہ تھے۔ پھر وہ کون تھے؟ یا تو وہ خارجی ہوں گے یا یزیدی شیعہ ہوں گے۔ کیوں کہ انہوں نے پہلے تو حسینی شیعہ بن کر خطوط لکھے۔ جب ابن زیاد نے ڈرایا تو یزیدی شیعہ بن گئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس وقت تک شیعہ مذہب وجود میں نہیں آیا تھا۔ شیعہ کے لغوی معنیٰ پیرو، رفقاء مراد تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تو حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے سخت خلاف تھے۔ خارجیوں نے یہی دھوکہ حضرت حسینؓ سے کیا۔ بارہ ہزار خطوط لکھنے والے بعض بظاہر امامت حضرت حسینؓ پر اتفاق کر کے ان کی بیعت کر گئے لیکن انہوں نے یہ جو لکھا ہے کہ اس وقت کوئی ہمارا امام و پیشوا نہیں، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خطوط لکھنے والے خارجی بھی تھے۔ بظاہر شیعہ کہلا کر انہوں نے امام حسینؓ کو دھوکہ دیا اور امام حسینؓ نے اپنے اجتہاد سے خیال کیا کہ یہ واقعی میرے رفقاء و پیرو کار ہیں۔

## اہل کوفہ کا ایک اور جعلی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نخبہ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر از جمیع شیعان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمت ہائے کاملہ خدا پر، جو ہم پر ہے حمد کرتے ہیں[1]۔ اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجیے اور

[1] اور ہم شکر خدا کرتے ہیں۔ کہ اس نے آپ کے دشمن جبار کہ بغیر رضامندی امت، ان پر حاکم ہوا تھا، ہلاک کیا اور وہ بجور و عدوان امت پر حاکم اور ان کے اموال میں بناحق تصرف کیا۔ اور نیکان امت کو قتل کیا۔

**تبصرہ:** یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں خط میں ابو مخنف نے سلمان بن صردؓ صحابی کی طرف منسوب کر کے جعل سازی کی ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ نہایت ذلیل وخوار دار الامارۃ میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ کو اور عیدین میں وہاں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور جب آپ کی خبر تشریف آوری ہم کو ملے گی۔ ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔ کہ اہل شام کے پاس چلا جائے۔ والسلام اہل کوفہ [1] [2]

## مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

حضرت امام حسینؓ نے مسلم بن عقیلؓ اپنے ابن عمؓ کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو، یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں؟ اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو وہاں چلا جاؤں۔

مسلم بن عقیلؓ مکہ سے چل کر مدینہ میں آئے۔ یہاں سے دو رہبروں کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف چلے۔ دونوں راہبر صحرا کی طرف سے لے چلے۔ راستہ میں ایک رہبر مارے پیاس کے وفات پا گیا۔

---

[1] جلاء العیون۔ ملا باقر مجلسی حصہ دوم فصل بارہویں ص ۱۸۹

[2] اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط لکھنے والے شیعہ جو بظاہر شیعہ کے لبادہ میں تھے، ان میں خارجی بھی تھے۔ وہ شیعہ بن کر دھوکہ دے رہے تھے لیکن غیب کا علم سوائے رب العالمین کے کسی کو نہیں ہے۔ اس خط کو انہوں سلیمان بن صردؓ خزاعی صحابی سے منسوب کیا ہے۔ یہ ان کا خط نہیں ہو سکتا وہ تو صحابی رسولؐ تھے۔ اور نعمان بن بشیرؓ انصاری بھی صحابی تھے۔ یہ سب خارجیوں اور یزیدیوں کی جعلی خط وکتابت ہے اور یہ خطوط اصلی نہیں۔ ان میں روافض وخوارج نے کمی بیشی کی ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

مسلم بن عقیلؓ آگے بڑھے آخر کوفہ تک پہنچ گئے۔[1]

## مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں آمد

مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں ایک شخص کے یہاں اترے جس کا نام ابن محوسہ تھا ان کے آنے کا اہل کوفہ میں چرچا ہوا کہ لوگ آکر ان سے بیعت کرنے لگے۔ بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ (طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۷)

ایک شخص نے گورنر کوفہ نعمان بن بشیرؓ سے کہا: کہ تم کمزور ہو یا کمزور بنتے ہو شہر میں یہ ہو رہا ہے؟

نعمانؓ نے کہا کہ اگر اطاعت خدا میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر صاحب قوت کہلاؤں۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر اللہ نے پردہ ڈال دیا ہے، میں اس کا پردہ فاش کر دوں۔

اس شخص نے یہ تقریر یزید کو لکھ بھیجی۔[2]

O شیعہ راوی ابن بشیر آشوب وغیرہ کی روایت ہے کہ پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) اہل کوفہ نے مسلم بن عقیلؓ سے بیعت کی۔ جب چاہا خروج کریں، ہانیؒ نے منع کیا اور کہا: جلدی نہ کیجیے۔[3]

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۷، ابن خلدون ج ۲ ص ۵۱۲، دوسرا رہبر بھی پیاس سے فوت ہو گیا۔

[2] تاریخ طبری ج چہارم حصہ اول ص ۱۴۷

[3] جلاء العیون ج ۲ ص ۱۹۶ مؤلفہ شیعہ مؤرخ ملا باقر مجلسی

## امارت کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر

یزید کو کوفہ کے حالات معلوم ہوئے تو حاکم بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بھی مقرر کرتے ہوئے لکھا کہ مسلم بن عقیلؓ کا پتہ لگائیں۔

عبید اللہ بن زیاد، رؤسائے بصرہ کو ساتھ لیے ڈھاٹا باندھے ہوئے کوفہ میں وارد ہوا جس مجمع کی طرف سے گزرتا تھا اور السلام علیکم کہتا تھا۔ جواب میں لوگ علیک السلام یا ابنِ بِنْتِ رَسُول اللہ کہتے تھے۔ ان لوگوں کو اس پر شبہ حسین بن علیؓ کے ہونے کا تھا۔[1]

## امام مسلم بن عقیلؓ کا حضرت امام حسینؓ کو خط

عبید اللہ بن زیاد جب کوفہ میں آیا تو مسلم بن عقیلؓ نے اس سے قبل حضرت حسینؓ بن علیؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰ ہزار) کوفیوں نے بیعت کر لی ہے۔ (ایضاً طبری ج ۴ ص ۱۴۷)

## یزید کا خط بنام ابن زیاد

علامہ طبری نے ایک روایت نقل کی ہے:

یزید نے مسلم بن عمرو باہلی کو بلایا اور فرمان اسے دے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بصرہ روانہ کیا۔ فرمان کے ساتھ یہ خط بھی ملا۔

میرے شیعہ[2] جو کوفہ میں ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ:

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۴۷

[2] طبری کی روایت میں لفظ شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں شیعہ کے دو سیاسی گروپ تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جا کر ابن عقیل کو اس طرح ڈھونڈو جیسے نگینہ کو ڈھونڈتا ہے۔ انہیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے نکال دینا۔ والسلام (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۵۴)

## ابن زیاد کا بصرہ سے چل کر کوفہ میں داخل ہونا

ابن زیاد خط ملتے ہی اس کے دوسرے روز اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو جانشین بنا کر اور مسلم بن عمرو باہلی۔ شریک بن اعور حارثی۔ تمام حشم و خدام و اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھانٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں کوفہ میں حسینؓ کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی، سب لوگ ان کے منتظر تھے، عبید اللہ بن زیاد کو لوگ حسینؓ سمجھے جس جس مجمع کی طرف سے وہ گزرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے: یا ابن بنتِ رسول اللہ ﷺ، مرحبا آپ کا آنا

---

ایک یزید کے ساتھ تھا۔ اس لیے یزید نے لکھا کہ میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں۔ دوسرا گروپ حضرت حسینؓ کی محبت کا دعوے دار تھا، وہ شیعان حسینؓ کہلاتا تھا۔ ان دونوں گروپوں کے سیاسی مفاد تھے۔ دونوں حضرت حسینؓ کے ہمدرد نہ تھے۔ ورنہ بیعت توڑ کر ابن زیاد کے ساتھ ہر گز نہ ہوتے۔ دونوں نے سازش سے جنگ تک نوبت پہنچادی۔ جس طرح جنگ جمل اور صفین کے گروپ بلوائی، سبائی کہلائے، اب یہ شیعہ کہلا کر یہ خطرناک کھیل حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

کیسا اچھا ہوا۔ حسینؓ کے لیے خوش ہونا عبید اللہ کو ناگوار گزرا۔ جب ان لوگوں کو زیادہ خوشی کرتے دیکھا۔ ابن زیاد کے ساتھ اس وقت دس بیس ہی آدمی تھے۔ جب وہ قصر (گورنر ہاؤس) میں داخل ہوا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ اس پر سب لوگوں کو بے انتہا رنج اور قلق ہوا۔[1]

## ابن زیاد کے کوفہ میں داخل ہونے کی دوسری روایت

یہ بھی مذکور ہے کہ یزید کا خط ابن زیاد کو جب پہنچا تو اس نے اہل بصرہ میں سے (۵۰۰) پانچ سو آدمی چن لیے، ان میں عبد اللہ بن حارث (۲) شریک بن اعور بھی تھا یہ شخص شیعہ علی میں سے تھا۔ سب سے پہلے یہی اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی راستہ میں تھک کر رہ گئے اور کہا کہ زحمت سفر سے وہ تھک گئے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔

ان کے بعد عبد اللہ بن حارث اور ان کے ساتھ والے راستہ میں ہی سب تھک کر رہ گئے ان کو امید تھی کہ ہم لوگوں کے رہ جانے سے ابن زیاد بھی راستہ میں توقف کرے گا۔ اور اس سے پہلے حسینؓ بن علیؓ کوفہ میں پہنچ جائیں گے۔

مگر ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ تھکے ہوئے لوگوں کی طرف مڑ کر بھی نہ

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۵۶

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

دیکھتا تھا اور برابر چلا ہی جارہا تھا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو اس کا غلام آزاد مہران بھی تھک کر رہ گیا۔

ابن زیاد نے کہا: اے مہران! اسی حالت سے اگر تو خود کو سنبھال کر چلتا رہے کہ قصر کوفہ دکھائی دینے لگے تو لاکھ درہم تجھے دوں گا اس نے کہا بخدا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد یہ سن کر سواری سے اتر پڑا۔ لباس فاخرہ یمنی نکال کر پہنا، یمنی چادر کو اوڑھا اور اپنے خچر پر سوار ہو کر اکیلا ہی چلتا چلتا کوفہ کے قریب پہنچ گیا۔ (ایضاً تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۵۷)

## کوفیوں نے ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھا

ابن زیاد تن تنہا کوفہ میں جس پہرے پر سے یہ گزرتا تھا، لوگ اسے دیکھتے تھے، سب سمجھتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب پکار کر کہتے تھے: یا ابن بنتِ رسول اللہ! یہ کسی کو جواب ہی نہ دیتا تھا۔ لوگ گھروں سے نکل نکل کر اس کے پاس چلے آرہے تھے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ عامل (گورنر) کوفہ نے جب لوگوں کا یہ حال سنا تو اس نے قصر (گورنر ہاؤس) کا دروازہ اندر سے بند کرا دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے (گورنر ہاؤس میں) نہ آنے پائیں۔ عبید اللہ بن زیاد دروازہ پر پہنچ گیا، اس وقت تک نعمان کو یہی یقین تھا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام خلق خدا ان کے گرد جمع ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جائیں۔ میں امانت آپ کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے آپ کا قتل کرنا بھی منظور نہیں۔

عبید اللہ بن زیاد نے کچھ جواب نہ دیا پھر دونوں کنگروں کے درمیان جا کر کہا: ”دروازہ کھول تیرا بھلا نہ ہو بڑی دیر سویا“۔

اس کے پیچھے ایک شخص نے اس کی آواز سن لی۔ اس نے سب سے کہہ دیا: قسم ہے اللہ کی! یہ تو ابن مرجانہ (ابن زیاد) ہے۔ لوگوں نے کہا: واہ! یہ تو حسینؓ ابن علیؓ ہیں۔

نعمانؓ نے اب دروازہ کھولا۔ ابن زیاد قصر (گورنر ہاؤس) میں داخل ہو گیا اور دوسرے لوگوں کے لیے دروازہ بند کر لیا گیا۔ سب لوگ منتشر ہو گئے۔[1] (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۵۷)

## مسلم بن عقیلؓ کی ۱۸ ہزار آدمیوں نے بیعت کی

مسلم بن عقیلؓ کی اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) آدمی بیعت کر چکے تھے اور مسلم بن عقیلؓ کے گرداگرد تمام مکانوں میں ان کے چار ہزار (۴۰۰۰) اصحاب بھرے ہوئے تھے[2]۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۶۳)

---

[1] واقعہ کربلا سے تقریباً ۱۶۴ سال بعد ۲۲۴ھ میں امام طبری پیدا ہوئے اور امام طبری کی وفات ۳۱۰ھ میں ہے۔ گویا واقعہ کربلا سے دو سو سال بعد انہوں نے لوگوں سے سن سنا کر یہ واقعات تاریخ طبری میں نقل کیے۔ اب حقیقت حال کیا ہوئی اور کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی غلط، یہ تحقیق مشکل ہے۔ اس لیے جس طرح امام طبری نے سب روایات یکجا کر دیں، ہم نے ان کی تلخیص کر کے خلاصہ نقل کر دیا ہے۔ واللہ اعلم، اللہ بہتر جانتے ہیں کہ صحیح واقعہ کیا ہے؟

[2] روایات میں بہت تضاد ہے۔ حقیقت حال کیا تھی؟ واللہ اعلم

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

## مسلم بن عقیلؓ کی ۸۰ ہزار نے بیعت کی

شیعہ راوی ابو مخنف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

کوفہ کے لوگ دس دس بیس بیس یا اس سے کم و بیش مسلم کے پاس آتے رہے یہاں تک کہ اسی ہزار (۸۰۰۰۰) لوگوں نے بیعت کی۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۱)

**تبصرہ:** اسی ہزار میں سے کیا کوئی ایک بھی آپ کا حامی نہ رہا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خارجی راوی اس روایت میں کس کی ترجمانی کر رہا ہے؟

اس میں وہ امام حسینؓ اور امام مسلمؒ کو ناکام ثابت کر رہا ہے؟ یا اس میں امام حسینؓ کی عزت بڑھا رہا ہے؟ صاف نظر آ رہا ہے کہ اس روایت میں جہاں امام حسینؓ اور امام مسلمؒ مظلوم ہیں جو کہ حقیقت ہے لیکن راوی خارجیوں اور ابن زیاد کے بارے میں کیا تاثر دے رہا ہے کہ ابن زیاد کے آتے ہی سب کوفی یزیدی شیعہ بن گئے؟

کیا یہی وہ اسی ہزار تھے جو پہلے حسینی بنے اور پھر یزیدی خارجی بن کر ابن زیاد کے ساتھ مل گئے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

## مسلم بن عقیلؓ کی قصر ابن زیاد کی طرف پیش قدمی

(۱) مسلم بن عقیلؓ نے ارباع کوفہ میں سے بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبید اللہ بن عمرو کندی کو دیا۔ اور کہا کہ تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔

(۲) بنی مذلج اور بنی رسد قبیلہ کا علم مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیا۔ اور کہا تم پیادوں کو لے کر میدان میں اترو یہ فوج تمہارے حوالے ہے۔

اب وہ قصر (گورنر ہاؤس) کی طرف چلے۔

ابن زیاد کو جو مسلم بن عقیلؓ کے ادھر آنے کی یہ خبر پہنچی تو اس نے قصر میں اپنی حفاظت کا اہتمام کیا اور سب دروازے مستحکم بند کر لیے۔

(۳) عباس جذلی کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ چلے تھے۔ جب قصر تک پہنچے تو تین سورہ گئے تھے۔ مسلم بن عقیلؓ قبیلہ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اس کو گھیرے میں لے لیا۔ پھر لوگ آنے لگے اور جمع ہونے لگے۔ ہمیں تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ لوگوں سے بازار اور مسجد بھر گئی اور شام تک سب جمع ہوتے چلے گئے۔[1]

## ابن زیاد کی پریشانی گورنر ہاؤس میں صرف بیس افراد

عبید اللہ بن زیاد بہت مضطرب ہو گیا۔ سبب یہ تھا کہ دروازہ قصر کے سوا کوئی اس کے لیے پناہ نہ تھی۔ کل تیس سرہنگ اہل شرطہ (پولیس) میں سے اس کے پاس تھے۔ اور بیس اشراف اور گھر کے لوگ

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۶۳

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اور نوکر چاکر ملا کرتے تھے۔ قصر کا دروازہ رومی محلہ کے متصل تھا، ادھر سے ابن زیاد کے پاس اشراف شہر آمد و رفت کرتے تھے۔ ابن زیاد کے پاس جو لوگ تھے، یہ بلند ہو ہو کر اس ہجوم کو دیکھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ وہ کہیں پتھر نہ ماریں۔

۲۔ عبید اللہ بن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلا کر حکم دیا کہ قبیلہ مذلج کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں۔ انہیں ساتھ لے کر کوفہ میں پھرے اور مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑنے پر لوگوں کو آمادہ کرے۔ ان کو جنگ کا خوف دلائے۔ ان کو عقوبت شاہی سے ڈرائے۔

۳۔ محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ کندو حضر موت کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں ان کو ساتھ لے کر نکلے اور ایک علم بلند کر دے کہ جو شخص اس کی طرف آجائے امان ہے۔

۴۔ اس طرح کے احکام (۱) قعقاع (۲) شبت بن ربعی (۳) حجار (۴) شمر ذی الجوشن کو دیے۔

## اہل کوفہ کی عہد شکنی اور گھروں کو واپسی

عبید اللہ بن زیاد نے اشراف شہر کو بلا کر آگاہ کیا کہ ان کے لیے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔

لوگوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے جو اطاعت کریں انہیں انعام و اکرام کا امیدوار کرو۔ اور جو نافرمانی کریں ان کو محروم رہنے اور سزا

پانے کا خوف دلاؤ۔[1]

## کثیر بن شہاب کی تقریر پر اہل کوفہ گھروں کو چل دیے

مسلم بن عقیلؓ کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ شام تک نہ رہے۔ باقی سب چلے گئے۔ حد ہو گئی کہ نماز مغرب میں بھی ابن عقیلؓ کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ شریک نہ تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شام ہو گئی اور ان کے ساتھ یہی چند شخص رہ گئے ہیں، تو وہ نکلے اور ابواب کندہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ دروازہ تک پہنچے تھے کہ دس ہی آدمی رہ گئے۔ دروازہ سے باہر نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ اب جو مڑ کر دیکھتے ہیں، تو کوئی بھی موجود نہ تھا کہ راستہ بتائے یا کسی گھر میں لے جائے یا دشمن کا سامنا ہو جائے تو ان کے آڑے آئے۔ یہ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟ جاتے جاتے بنی جبلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا، اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

---

[1] "ایک شخص بھی ظہر کے وقت نماز میں امام مسلم کے ساتھ نہ تھا" ... شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: اس روز حضرت مسلمؒ نے نہایت پریشانی اور مصیبت کے عالم میں صبح کی اور نمازِ صبح کے لیے تشریف نہ لائے۔ ظہر کے وقت اذان و اقامت کہہ کر جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تنہا تھے۔ کوئی شخص ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا نماز کے بعد اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا: بیٹا اس شہر والوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ بیٹے نے عرض کی: انہوں نے حسینؓ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۲)

پلایا اور کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ آپ نے اس سے پناہ مانگی۔ اپنا نام بتایا۔ وہ گھر لے گئی۔ [1]

## مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور شہادت

اس طوعہ نامی عورت کا لڑکا بھی لوگوں کے ساتھ اس ہنگامہ میں گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو والدہ نے رازدارانہ اس کو بتایا کہ یہ مسلم بن عقیلؓ ہیں۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں۔ اور اس سے قسم لی کہ بتائے گا نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آوارہ شخص تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے ساتھ والوں میں بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔

ادھر ابن زیاد کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ اصحاب مسلم بن عقیلؓ کی آوازیں جس طرح پہلے سنائی دیتی تھیں، اب نہیں آ رہیں۔ بالا خانہ پر جا کر دیکھا تو ان لوگوں میں سے اب کوئی بھی شخص وہاں دکھائی نہ دیا۔ جب کسی کو بھی موجود نہ پایا تو ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] "اہل کوفہ کا حسینؓ کی بیعت توڑنا اور یزید کی بیعت کرنا" ... شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: جونہی کوفہ کے لوگوں نے (ابن زیاد کی) یہ منادی سنی تو ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور یہ کہنے لگے ہم اپنے تئیں دو بادشاہوں کی درمیان کیوں پھنسیں۔ لہٰذا انہوں نے امام حسینؓ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت اختیار کر لی۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۶)

تبصرہ: راوی نے امام حسینؓ کو بھی اس روایت میں بادشاہ قرار دے دیا ہے گویا بقول راوی اہل کوفہ کے نزدیک دو بادشاہوں کا یہ نعوذ باللہ مقابلہ تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خارجی تھے جنہوں نے بیعت توڑ دی۔

نے مسلم بن عقیلؓ کی گرفتاری کے لیے گھر گھر تلاشی کا حکم دے دیا۔ اور بر آمدگی پر اہل خانہ کو سخت سزا کی دھمکی دے دی۔

اس ضعیفہ طوعہ کے بیٹے ہلال نے مخبری کر دی اور پولیس گرفتاری کے لیے ضعیفہ کے گھر پہنچ گئی۔ مسلم بن عقیلؓ نے تلواریں مار مار کر سب کو گھر سے باہر نکال دیا۔ پھر باہر نکل کر امام مسلم بن عقیلؓ نے پولیس سے مقابلہ کیا اور زخمی ہو گئے۔

محمد ابن اشعث ان کے قریب آ کر کہنے لگا: آپ کے لیے امان ہے۔ مسلم بن عقیلؓ نے تلوار گلے میں ڈال لی۔ ان لوگوں نے ایک خچر پر ان کو سوار کر کے ان کی تلوار ان کے گلے سے نکال لی۔

اس وقت مسلم بن عقیلؓ کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہو گئی۔ جب ابن زیاد کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے محمد بن اشعث کی امان کو تسلیم نہ کیا اور مسلم بن عقیلؓ کو گرفتار کر لیا۔

## ابن اشعث سے ابن عقیلؓ کی وصیت

مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث کو مخاطب کر کے کہا:

اے بندہ خدا! میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکے گا لیکن اتنا سلوک میرے ساتھ کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسینؓ کے پاس بھیج دے۔ وہ آج ہی کل میں تم لوگوں کے پاس آنے کے لیے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ اور اہل بیت بھی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان کے ساتھ ہوں گے۔

تم میری بے تابی دیکھ رہے ہو، وہ محض اسی سبب سے ہے۔ میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ:

"مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کیے جائیں۔ آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیں۔ کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کے والد مرنے اور شہید ہو جانے کی اپنے دل میں تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور فریب دیا ہے۔"

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ابن اشعث نے کہا: واللہ! میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دوں گا کہ تم کو میں امان دے چکا ہوں۔[1]

## ابن اشعث کا قاصد امام حسینؓ کی طرف روانہ

ابن اشعث نے ایاس طائی کو جو کہ ایک شاعر تھا اور اس کے پاس بہت آیا کرتا تھا، بلا بھیجا۔

اس سے کہا کہ تم حسینؓ کے پاس روانہ ہو جاؤ اور یہ خط ان کو پہنچا دو۔ خط میں جو باتیں امام مسلمؒ نے کہی تھیں، وہ سب محمد بن اشعث نے

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۶۸

لکھ دیں اور راس طائی سے کہا کہ یہ زادِ راہ ہے۔ یہ سامان سفر ہے۔ یہ تمہارے عیال کو دینے کے لیے بھی ہے۔ یہ اونٹ پلان سمیت ہے سوار ہو جاؤ۔

ایاس طائی روانہ ہوا۔ چار دن کی مدت میں منزل زبالہ میں پہنچ کر حضرت حسینؓ سے ملا اور ان کو خط دے دیا۔ حضرت حسینؓ نے وہ خط پڑھ کر کہا: جو مقدر میں ہے، وہ ہونے والا ہے۔ اپنی جانوں کے تلف ہونے اور قوم کی برائی کرنے کو ہم نے اللہ پر رکھا۔

مسلم بن عقیلؒ، ہانی کے گھر میں جب کوفہ میں پہنچے تھے اور اٹھارہ ہزار آدمیوں نے ان سے بیعت کی تھی۔ تو عابس بن ابی حبیب کے ہاتھ خط حضرت حسینؓ کو لکھ کر بھیج چکے تھے۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ:

پیغام پہنچانے والا، اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی ہے۔ جلدی میرے خط کو دیکھتے ہی اس طرف روانہ ہو جائیں۔ آلِ معاویہؓ سے ان کو کچھ مطلب نہیں۔ نہ ہی وہ ان کی خواہش رکھتے ہیں۔[1] والسلام

---

[1] اس خط سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل کوفہ کا یہ گروپ امام مسلمؒ سے اور حضرت حسینؓ سے سازش کر رہا تھا۔ لیکن یہ سازش اتنی گہری تھی، جیسے حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوائیوں اور سبائیوں نے سازش تیار کی تھی اور پھر حضرت علیؓ کے خلاف کوفی خارجیوں نے سازش کی تھی۔ اب یہ کوفی خارجی حضرت امام حسینؓ کے خلاف خطرناک سازش کر رہے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ابن زیاد کا امان دینے سے انکار

ابن اشعث، حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کو لیتے ہوئے قصر کوفہ کے دروازہ پر آیا اور اذن طلب کیا۔ اذن مل گیا۔ اس نے ابن زیاد سے مسلمؓ کا ماجرا اور بکیر بن جمران احمری نے جو وار ان پر کیا سب بیان کیا۔ اس کے بعد محمد بن اشعث نے امان دینے کا ذکر کیا۔ لیکن ابن زیاد نے یہ منظور نہ کیا۔

## مسلم بن عقیلؓ کی وصیت

اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے مسلم بن عقیلؓ کو پانی پلانے کا حکم دیا۔ پھر لوگوں سے کہا: ان کو قصر کی چھت پر لے جاؤ اور ان کی گردن مار دو۔

اب مسلم بن عقیلؓ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر کہا: آپ نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو واللہ میں خود کو آپ کے حوالہ نہ کرتا۔

۲۔ مسلم بن عقیلؓ نے ابن زیاد سے کہا:

مجھے اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دو۔ یہ کہہ کر مسلم بن عقیلؓ نے ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ اور عمرو بن سعد سے کہا کہ میری آپ سے قرابت ہے۔[1] میں آپ سے

---

[1] قرابت اس طرح کہ حضرت حسینؓ کے نانا حضور ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ ہیں۔ عمرو بن سعد کے دادا وقاص، حضرت حسینؓ کے نانا کی امی حضرت آمنہؓ کے بھائی تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ایک حاجت رکھتا ہوں۔ مجھے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور وہ ایک راز ہے۔ ابن سعد نے اس راز کے سننے سے انکار کر دیا لیکن ابنِ زیاد نے اسے کہا کہ انکار نہ چاہیے۔

ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھا، جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ مسلم بن عقیلؓ نے کہا: کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے۔ جب سے میں یہاں وارد ہوا ہوں۔

۷۰۰ درہم قرض لے چکا ہوں۔ یہ قرض میرا ادا کر دینا اور میری لاش کا ذرا خیال رکھنا۔ ابن زیاد سے مانگ لینا اور دفن کر دینا۔

۳۔ اور حسینؓ کے پاس کسی شخص کو بھیج دینا کہ ان کو واپس کر دے میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ وہ کوفہ کی طرف آ رہے ہوں گے۔"

اب عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے کہا:

آپ سمجھے، انہوں نے مجھ سے کیا کہا؟ انہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: بھروسے کا شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا۔ ہاں! کبھی خائن پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔

(۱) تمہارا مال تو تمہارا ہے، ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے۔ جس طرح چاہو اسے صرف کرو۔

(۲) حسینؓ بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہیں کریں گے تو

ہمیں بھی ان سے کچھ مطلب نہیں۔ ہاں اگر انہوں نے ادھر آنے کا ارادہ کیا تو ہم بھی باز نہ رہیں گے۔

(۳) یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے کہا: اس کی لاش سے ہمیں کیا کام؟ جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش سے ہمیں کیا کام؟ جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔[1]

## شہادت مسلمؓ بن عقیلؓ

ابن زیاد نے پوچھا: وہ شخص بکیر بن حمران احمری کہاں ہے، جس کے سر پر اور شانہ پر مسلمؓ نے تلوار ماری ہے؟ لوگ اسے بلا لائے۔ ابن زیاد نے کہا: بالا خانہ پر چڑھ جاؤ، قصاص میں تم ہی ان کی گردن مارو۔ مسلمؓ بن عقیلؓ کو بالا خانہ پر لے کر چلے۔ وہ تکبیر و استغفار و صلوٰت پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

اے اللہ! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، انہوں نے ہم سے جھوٹ بولا، ہمیں ذلیل کیا۔

قصر کی اس جہت میں جہاں آج شتر قصاب رہتے تھے، حضرت مسلمؓ کو لے گئے۔ وہاں ان کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ ص ۱۷۰

امام مسلمؒ کوفہ میں آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ھ بروز منگل تشریف لائے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مکہ سے کوفہ کی طرف حسینؓ کے روانہ ہونے کے بعد نویں ذی الحجہ بدھ کے دن روز عرفہ یہ واقعہ ہوا۔

حضرت حسینؓ مدینہ سے ۲۸ رجب ۶۰ھ اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۳ شب ذی الحجہ بروز جمعہ مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کے لیے نکلے۔

اسی دن مسلم بن عقیلؓ پر حملہ کیا گیا تھا اور مسلمؒ کے ساتھ مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث بھی نکلے تھے۔ مختار ثقفی سبز علم لیے ہوئے تھا اور عمرو بن حریث کے مکان پر آکر اس نے علم کو گاڑ دیا اور کہا کہ میں تو اس لیے نکلا ہوں کہ عمرو بن سعد کو روکے رہوں۔ اور عبداللہ بن حارث سرخ علم اٹھائے ہوئے تھے اور سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

مسلمؒ بن عقیلؓ جب قصر کی طرف بڑھے تو کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔

ادھر ابن زیاد نے مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث کے گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور انعام اس کے لیے مقرر کر دیا۔ دونوں شخص گرفتار ہو گئے اور قید کر دیئے گئے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۷۴

ایک روایت یہ بھی ہے کہ شریک بن اعور صفین میں حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ تھے۔ یہ ہانی بن عمرو کے گھر میں ٹھہرے۔

مسلمؒ بن عقیلؓ، مختار ثقفی کے گھر میں تھے کہ انہیں عبید اللہ بن زیاد کے آنے کا علم ہوا۔ یہاں ان کا رہنا سب کو معلوم ہو چکا۔ یہ بھی ہانی کے گھر میں چلے آئے۔

ہانیؒ نے انہیں پناہ دے دی تھی۔ ہانیؒ کو ابن زیاد نے بلا کر گرفتار کیا ہوا تھا۔ امام مسلمؒ کے قتل ہوتے ہی، اس نے حکم دیا کہ ہانیؒ کو بھی بازار میں لے جا کر ان کی گردن مار دو۔[1] [2]

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

[1] "ہانی کی شہادت اور امام مسلمؒ کا جنازہ و دفن" ابو مخنف لکھتے ہیں: اس کے بعد ہانی بن عروہ کو باہر لا کر قتل کر دیا گیا۔ جب یہ خبر مذحج کے لوگوں کو ملی تو انہوں نے آ کر ابن زیاد سے شدید جنگ کی۔ مذحج والوں نے لڑ کر دونوں لاشوں کو قبضہ میں لے لیا۔ دونوں کو غسل و کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ (مقتل ابی مخنف ص ۵۸)

[2] طبری ج۴ ص ۱۷۳

**باب...10**

# حضرت امام حسینؓ کی کوفہ روانگی

(۱) عمر بن عبدالعزیز مخزومی کا بیان ہے کہ اہل عراق کے خط جب حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور انہوں نے عراق کی طرف روانہ ہونے کا تہیہ کر لیا تو میں ان کے پاس گیا اور ابھی وہ مکہ ہی میں تھے۔ میں نے حمد و ثنائے حق تعالیٰ کے بعد کہا:

بھائی! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی کی خیر خواہی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں کہوں ورنہ ارادہ سے باز رہوں۔ میں نے کہا: سنا ہے آپ عراق کی طرف جانا چاہتے ہیں۔

اس سفر میں آپ کے لیے مجھے اندیشہ ہے۔ آپ اس شہر میں جاتے ہیں جس میں عہدہ دار اور امراء ہیں۔ ان کے پاس خزانہ ہے۔ لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے، جو آپ کے مخالفین کا ساتھ دینے سے آپ کا ساتھ دینا بہتر سمجھتے ہیں وہی آپ سے آمادہ پیکار نہ ہو جائیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## عبداللہ بن عباس کی رائے

(۲) عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کی روانگی کا ذکر سنا تو حضرت حسینؓ کے پاس آئے۔ کہا:

بھائی! لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے کو ہیں۔ مجھ سے بیان تو کیجیے، آپ کیا قصد رکھتے ہیں؟ امام حسینؓ نے کہا: ان شاء اللہ تعالیٰ دو دن کے اندر روانہ ہو جاؤں گا۔

ابن عباسؓ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ واللہ آپ ان لوگوں میں جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے اپنے حاکم کو قتل کر ڈالا ہے؟ اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں؟ اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں؟ اگر یہ سب کچھ پہلے ہی وہ کر چکے ہیں تو آپ جائیے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ انہوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم ان پر اسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدے دار شہروں سے خراج وصولی کر رہے ہیں۔ تو آپ کو جنگ و جدل کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور اگر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت ہو گا۔

حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا: میں اللہ سے خیر کا طالب ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔

## حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے

(۳) حضرت ابن عباسؓ وہاں سے اٹھے تو نواسہ صدیقِ اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آئے۔ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر کہنے لگے: یہ تو بتائیے آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت حسینؓ نے کہا: میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ کوفہ چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف نے مجھے خط لکھے ہیں اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔

حضرت ابن زبیرؓ نے کہا: اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی ان شاء اللہ آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔[1]

## حضرت ابن عباس کی رائے کہ کوفہ نہ جائیں

پھر اسی شام کو یا دوسری صبح کو حضرت حسینؓ کے پاس، حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے اور کہا:

بھائی! میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں لیکن مجھے صبر نہیں آتا۔ اس راستہ میں مجھے آپ کے قتل ہونے کا خوف ہے۔ اہل عراق دغا پیشہ لوگ ہیں۔ ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ۔ اسی شہر میں قیام کرو کہ تم اہل حجاز کے رئیس ہو۔ اگر اہل عراق تم کو بلاتے ہیں تو انہیں لکھو کہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑائیں۔ اس کے بعد ان کے پاس جاؤ۔

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۷۶

حضرت حسینؓ نے ان کو جواب دیا:

بھائی! و اللہ میں جانتا ہوں کہ تم خیر خواہ و شفیق ہو لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔

## حضرت ابن عباس کا خدشہ کہ کہیں حضرت عثمانؓ کی طرح نہ ہو

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:

اگر تم کوفہ جاتے ہی ہو تو عورتوں کو اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤ۔ واللہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضرت عثمانؓ کی طرح تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کیے جاؤ۔[1]

## حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو

ایک روایت یہ ہے کہ بعض حجاج نے حسینؓ و ابن زبیرؓ کو حجر اسود دروازہ خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابن زبیرؓ، حضرت حسینؓ سے کہہ رہے تھے کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہیے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔ ہم آپ کے معین و شریک ہوا خواہ رہیں گے۔ آپ سے بیعت کریں گے۔

حضرت حسینؓ نے کہا مجھے یہ منظور نہیں۔ پھر دونوں حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ چپکے چپکے باتیں کرتے رہے کہ ظہر کا وقت ہوا۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۷۷

حضرت حسینؓ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر بال کتروائے اور عمرہ سے محل ہو گئے۔[1]

## عمرو بن سعید گورنر مکہ کا امام حسینؓ کے لیے امان نامہ

عمرو بن سعید، یزید کی طرف سے مکہ کے حاکم تھے۔ عبداللہ بن جعفر طیار، اور یحییٰ بن سعید نے گورنر مکہ عمرو بن سعید سے حضرت امام حسینؓ کے لیے امان نامہ لکھوا لیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عمرو بن سعید کی طرف سے حسین بن علیؓ کو معلوم ہو کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کی تباہی کا سامنا ہو۔ آپ کو وہ راستہ دکھائے جس میں آپ کی بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جاتے ہیں۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آپ کو اختلاف سے بچائے۔ اس لیے کہ اختلاف کرنے میں آپ کے قتل ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] چونکہ تاریخ طبری میں ۲۰۰ سال کے بعد امام طبری نے لوگوں سے سن سنا کر واقعات یکجا کیے۔ واقعات اکثر ابو مخنف شیعہ مؤرخ کی تاریخ سے لیے گئے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ کی رائے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے خارجی سازش کر رہے تھے، جس کا ابنِ عباسؓ کو خطرہ تھا۔ اس میں جس طرح راوی نے روایت نقل کی۔ امام طبری نے درج کر دی۔ راوی نے روایت میں عمرہ کا ذکر کیا، حج کا تذکرہ نہیں کیا۔ واللہ اعلم

جعفر و یحییٰ بن سعید کو بھیجا ہے۔ان کے ساتھ میرے پاس تشریف لے آئیں۔میرے یہاں آپ کے لیے امان ہے، صلہ ہے، نیکی ہے، پناہ ہے۔اس بارے میں اللہ کو گواہ اور کفیل و وکیل ونگہبان، میں قرار دیتا ہوں۔والسلام علیک

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں لکھا:

لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف جو دعوت دے اور اعمال نیک کرے وہ اللہ و رسول کا نافرمان نہیں ہو سکتا۔میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔ مجھ کو تم نے امان اور صلہ نیکی کی طرف دعوت دی ہے۔امان تو وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور جو شخص دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا وہ قیامت میں بھی اس پر ایمان نہ لائے گا۔اللہ سے دعا ہے کہ دنیا ہی میں ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔جس سے قیامت کے دن اس کی طرف سے امان ہم سب کو ملے۔اگر تم نے اپنے خط میں میرے ساتھ صلہ اور نیکی کا ارادہ کیا ہے تو دنیا و آخرت میں تم کو جزائے خیر ملے۔والسلام

## حضرت حسینؓ جنگ کے لیے کوفہ نہیں جا رہے تھے

- خاندانِ رسالت کو حکومت کا کوئی لالچ نہ تھا اگر وہ حکومت کے خواہاں ہوتے تو حضرت حسنؓ اپنی قائم حکومت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد نہ کرتے۔

• حضرت حسینؓ عراق میں صرف اہلِ کوفہ کی دعوت پر سکونت کے لیے آرہے تھے۔

ایسا نہ ہوتا تو آپ اپنے سے پہلے اپنے کزن مسلمؒ بن عقیلؓ کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے نہ بھیجتے اور اپنے ساتھ اپنی بیوی، بہن اور بچوں کو نہ لے جاتے۔ آپ صرف وہاں نقل مکانی کر رہے تھے۔

• جنگ کا ارادہ ہوتا تو آپ اس کے لیے آواز دیتے اور ان شاء اللہ ہزاروں مسلمان آپ کی آواز پر جمع ہو جاتے، اور اپنی جانیں پیش کرتے۔

• آپ جنگ کے لیے نہ نکلے تھے آپ کو کربلا کے میدان میں خارجیوں، کوفیوں نے سازش کرکے ظلماً شہید کیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

• حضرت حسینؓ نے مدینے سے نکلتے یا راستے میں کہیں کسی کو اپنے ساتھ نکلنے اور جنگ میں اپنا ساتھ دینے کے لیے نہ کہا۔ اپنے ساتھ صرف اپنے کنبے کے لوگوں کو لے کر نکلے، اپنی بیوی، بہن اور بچوں کو ساتھ لے کر نکلے، بھلا اسے کوئی جنگ کی مہم کہہ سکتا ہے؟

نہیں! جب آپؓ نے کسی کو اپنے ساتھ نکلنے کے لیے کہا ہی نہیں تو اب اس پر کسی کو ملامت کرنا کہ وہ حسینؓ کے ساتھ کیوں نہ نکلے، کوئی سلیقے کی بات نہیں۔ [1]

---

[1] تلخیص حضرت حسین کے تین سفر جہاد۔ موئلفہ علامہ خالد محمود

## حضرت حسینؓ کے خیر خواہ جنہوں نے نقل مکانی سے منع کیا

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

(۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ

(۳) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ

(۴) حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ

(۵) حضرت عبد اللہ بن مطیعؓ

(۶) حضرت محمد بن علیؓ (ابن الحنیفہ)

(۷) حضرت زبیر بن الاصمؓ

(۸) حضرت ابی واقد اللیثیؓ

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں: یہ وہ جلیل القدر شخصیتیں تھیں، ان میں سے کسی کی زبان سے یہ بات سنی نہ گئی کہ آپ جنگ نہ کریں۔ سب یہی کہتے رہے کہ کوفہ نقل مکانی نہ کریں، یہ کوفہ کے لوگ آپ کو وہاں بلا کر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ جنگ کے لیے نہ نکل رہے تھے۔

آپ نے کربلا میں جو تین تجاویز پیش کیں وہ بھی یہی بتلاتی ہیں کہ آپ جنگ کرنا نہ چاہتے تھے۔ یہ عبد اللہ بن زیاد کا ظلم تھا کہ اس نے اس کنبہ اہل بیت پر حملہ کرنے کے احکام جاری کر دیئے اور امام حسینؓ کے خلاف جنگ کر کے ان کو جنگ کرنے پر مجبور کر کے ظلماً شہید کر

دیا۔ کوفی حکمرانوں نے میدان کربلا میں مذاکرات کے دوران جب حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کس لئے یہاں آئے ہیں؟ آپؓ نے جواباً کہا: میں کوفہ والوں کے بلانے پر آیا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے رائے بدل لی ہے تو میں مکہ واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔[1]

## کوفی خارجی سازش

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں نہروان کے مقام پر کوفی حملہ آور خارجیوں کو ختم کیا تھا۔ جنگ نہروان میں اکثریت خارجیوں کی قتل ہو گئی تھی۔ جو بچ گئے وہ آپ کے دشمن ہو گئے اور خارجیوں نے ہی حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو قتل کرنے کی سازش کی جس میں حضرت علیؓ المرتضیٰ شہید ہو گئے، حضرت امیر معاویہؓ زخمی ہوئے اور حضرت عمروؓ بن عاص بھی بچ گئے۔

پھر حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں بھی وہ خارجی بار بار بغاوت کرتے رہے اور حضرت امیر معاویہؓ اپنے حُسنِ تدبر سے خارجیوں کی سازش کو ناکام کرتے رہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد پہلے تو ۱۸ ہزار کوفیوں نے یزید سے علیحدہ ہو کر شیعان حسینؓ ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت امام

---

1 تلخیص "حضرت حسینؓ کے تین سفر جہاد" موٴلفہ علامہ خالد محمود

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

حسینؓ کو کوفہ بلایا۔

پھر جب حضرت حسینؓ کربلا کے میدان میں چاروں طرف سے گھیرے میں آگئے تو یہی کوفی اب آپ کی جان لینے کے درپے ہو گئے اور مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے۔

آخر آپؓ کو آپ کے عزیز واقربا اور رفقا کو ظلماً شہید کر دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ جن خیر خواہوں نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا تھا، اکثر خیر خواہوں کی یہی رائے تھی کہ گو حضرت حسینؓ وہاں نقل مکانی اور عزلت گرینی سے کوفہ جا رہے ہیں لڑنے کے لیے نہیں جا رہے لیکن یہ لوگ آپ کو وہاں کسی پیرایہ امن میں نہ رہنے دیں گے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

## حضرت حسینؓ کو راستہ میں اطلاع کہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ نہیں

ابنِ جریر طبری روایت فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ اور مذری دو شخص بنی اسد کے حج کو گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں واپسی پر راستہ میں ایک شخص بنی اسد میں سے ملا جو کہ رائے و راستی و فضل و عقل رکھتا تھا اس نے ان سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی قتل ہو چکے تھے۔ یہ سن کر حضرت حسینؓ نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔

عبداللہ اور مذری نے کہا کہ ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجیے اسی جگہ سے پلٹ جایئے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار ہے نہ آپ کے شیعہ ہیں۔ بلکہ ہمیں تو خوف ہے اس بات کا کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔[1]

## امام حسینؓ کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو

شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں:

امام حسینؓ محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور کہا: "میرا عراق جانے کا ارادہ ہے اور میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

محمد حنفیہ نے کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے پاس نہ جائیں جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کر دیا۔ اور آپ کے بھائی سے چالبازی کی۔[2]

اپنے جد کی قبر کے پاس رہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو خداوند تعالیٰ

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ح ۱ ص ۱۸۷

[2] اس سے معلوم ہوا کہ عراق والے شیعہ خارجی تھے۔ کیوں کہ خارجیوں نے ہی حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا جو بظاہر شیعان حسینؓ بن کر آپ کو بار بار خطوط کے ذریعہ دعوت دے رہے تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے اس صورت حال میں کوفہ جانا ضروری سمجھا۔ بلانے والے یزیدی بھی نہ تھے ورنہ یزید کے خلاف خطوط کیوں لکھتے۔ حقیقت میں کوفی شیعہ و خارجی تھے بظاہر حسینیت کا روپ اپنایا ہوا تھا۔ حقیقی حسینی ہوتے تو گردن کٹا دیتے حضرت امام حسینؓ کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑتے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

کے حرم (مکہ) چلے جائیں وہاں آپ کے بہت ہمدرد ہیں۔

آپ نے فرمایا: عراق جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ [1]

## امام حسینؓ سے ہشام اور عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو

شیعہ راوی ابی مخنف لکھتے ہیں: ہشام و عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امام حسینؓ کے پاس حاضر ہوئے۔

ابن عباس کہنے لگے: اے میرے برادر عم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا عراق جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! ایسا ہی ارادہ ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: اے برادر عم آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کیا اور بھائی سے دغابازی کی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ دغابازی کریں گے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے نہ جائیں۔

لیکن امام حسینؓ ان کی بات پر رضامند نہ ہوئے۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦١)

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

---

1 مقتل ابی مخنف ص ٦١

**٦١ھ مدینہ سے کوفہ امام حسین کا آغاز سفر** شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: امام حسینؓ مدینہ سے روانہ ہوئے اور "ذات عرق" پہنچ گئے۔ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو بلوا کر اس کے ہمراہ چار ہزار (۴۰۰۰) سوار روانہ کیے۔ وہ قطقطانیہ کے نزدیک "قادسیہ" جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسینؓ حاجز (بطن الرملہ) کے علاقے میں پہنچ گئے۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦٢) گویا مدینہ سے عراق کے لیے سفر کر کے بطن رملہ پہنچ گئے۔ واللہ اعلم

ابو مخنف کی اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؓ مکہ سے کوفہ جاتے ہوئے پہلے مدینہ آئے پھر مدینہ سے عراق کے لیے روانہ ہوئے۔ کوفی راویوں نے واقعات کو مشکوک بنا دیا ہے۔

## حضرت حسینؓ کا بطن العقبہ میں قیام

جب حضرت حسینؓ بطن عقبہ میں جا کر اترے، بنی عکرمہ میں سے ایک شخص نے حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ لوٹ جائیں۔ واللہ! برچھیوں اور تلواروں میں چلے جا رہے ہیں۔

جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے، اگر آپ کو جنگ و جدل کی زحمت سے بچا لیتے، خود سب کام درست کر چکے ہوتے۔ اس کے بعد آپ جاتے تو قرینِ مصلحت تھا۔

آپ نے جو حال بیان کیا ہے میں تو اس صورت میں نہ کہوں گا کہ آپ جائیں۔ آپ نے جواب دیا: اے بندۂ خدا! میں جانتا ہوں جو رائے تم نے دی ہے وہی ٹھیک ہے لیکن مشیتِ الٰہی سے چارہ نہیں۔ اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۸، ۱۷)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## امام حسینؓ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا

علامہ ابنِ جریر طبری لکھتے ہیں:

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ کوفہ سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں، امام حسینؓ کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔

وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ کچھ اعرابی راستہ میں ملے۔ حضرت امام

حسینؓ نے ان سے حال پوچھا۔ انہوں نے کہا اور تو کچھ معلوم نہیں سوا اس کے کہ نہ ہم کہیں جاسکتے ہیں، نہ آسکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا۔ کربلا میں سواروں نے گھیر لیا۔ آپ اتر پڑے اور ان لوگوں کو خدا و دین کا واسطہ دینے لگے۔ (طبری ج ۴ ص ۱۳۸ حصہ اول)

## برادران مسلمؒ کا قصاص پر اصرار

روایت ہے کہ حسینؓ بن علیؓ کو مسلمؒ بن عقیلؓ کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ راستہ میں حُر بن یزید سے ملاقات ہوئی۔ حر نے کہا واپس چلے جائیں وہاں آپ کے لیے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ مسلم بن عقیلؓ کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا: واللہ! جب تک مسلم کا انتقام نہ ہم لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۸۰)

## امام حسینؓ کے ساتھ کوفیوں کا سلوک

حضرت امام حسنؓ کے ساتھ جن لوگوں نے دشمنی کی اور ان کو قتل کرنا چاہا، انہی لوگوں نے بعد میں حضرت امام حسینؓ کو دھوکہ دیا اور

آخر کار میدان کربلا میں آپ کے مقابلے پر آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ چناں چہ کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو مکہ معظمہ میں جو خطوط لکھے ان میں یہ بھی تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کے نام، ان کے شیعہ[1] مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جایئے۔ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے امر پر ہے۔ جلدی کیجیے، جلدی کیجیے۔ والسلام علیک[2]

(۲) علامہ باقر مجلسی نے بھی یہ لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریفہ شیعوں، فدائیوں اور مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین بن علیؓ بن ابی طالب میں ہے، اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور ہوا خواہوں کے پاس تشریف لایئے کہ جمیع مرد ماں ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے لوگوں کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔[3]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] خط میں لفظ "شیعہ" لغوی معنٰی میں ہے، مراد رفقاء و پیروکار ہیں۔ کیوں کہ اُس وقت تک لفظ "شیعہ" بطور مذہب کے شروع نہیں ہوا تھا اور مذہبی نسبت سے نہیں بولا جاتا تھا۔ جو جس کا حامی ہوتا، اس کو اُسی کا شیعہ (یعنی ساتھی و پیروکار) کہا جاتا تھا۔

[2] تاریخ طبری ج ۴ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

[3] جلاء العیون مؤلفہ شیعہ مؤرخ باقر مجلسی ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ لاہور

## امام حسینؓ کا خط کوفہ والوں کے نام

**ابی مخنف لکھتے ہیں:**

امام حسینؓ نے یہ خط قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ لے جانے کے لیے دیا: مجھے مسلم بن عقیلؓ کی طرف سے ایک خط ملا تھا۔ جس میں نیک نیتی سے میری مدد کرنے کے لیے آپ لوگوں کی آمادگی کا اظہار تھا۔ میں اپنے اور آپ کے لیے خدا سے انجام بخیر ہونے کا طالب ہوں۔ جونہی میرا یہ خط ملے اپنا ارادہ مجھے لکھ بھیجیں۔

والسلام (مقتل ابی مخنف ۶۳)

## امام حسینؓ کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت

**شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں:**

قیس بن مسہر صیداوی خط لے کر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جونہی قادسیہ پہنچے۔ حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچوادیا۔[1]

---

[1] ابن زیاد ملعون نے قیس کو کہا کہ تم منبر پر جا کر کاذب کے بیٹے کاذب (معاذ اللہ امام حسینؓ) کی بد گوئی بیان کرو۔ قیس منبر پر گئے۔ خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر پر درود بھیج کر کہا: اے لوگو! میں امام حسینؓ سے مقام حاجز (بطن الرملہ) پر الگ ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور ایلچی آپ کی طرف بھیجا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ انہیں خوش آمدید کہیں۔ اس کے بعد یزید اور ابن زیاد پر لعنت کی۔ اور امام حسینؓ، ان کے جد اور پدر پر درود بھیجا۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶۳)
اس روایت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ راوی نے بظاہر تو ابن زیاد کو ملعون لکھ کر اس سے منسوب

عبدالوحید

ابن زیاد نے اسے محل کی چھت سے گرا دینے کا حکم دیا۔ چناں چہ اسے چھت پر لے جا کر گرا دیا گیا اور اس کا جسم چُور چُور ہو گیا۔ خدا کی رحمت اس کی پاک روح کے ساتھ ہو۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶۳)

## زماعہ کے مقام پر امام حسینؓ کا خطبہ

شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: امام حسینؓ کے سفر کی ہر اگلی منزل میں ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ "زماعہ" کے مقام پر آپ نے قیام کیا اور ہمراہیوں کو خطاب کیا۔ خدا کی حمد اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد بلند آواز میں اس طرح کلام کرنا شروع کیا:

اے لوگو! میں نے تمہیں یہ کہہ کر اکٹھا کیا تھا کہ عراق کے لوگ میرے مطیع ہیں۔ لیکن اب صحیح خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیلؒ اور ہانی بن عروہؒ قتل ہو چکے ہیں اور ہمارے حامیوں کو ذلیل و خوار کیا

---

الفاظ روایت کیے ہیں کہ اس نے کاذب ابن کاذب کے الفاظ حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسینؓ کے بارے میں کہے لیکن یہ الفاظ راوی کو کس راوی نے روایت کیے۔ یہاں راوی کا نام نہیں ہے، اس لیے یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ یہ روایت کسی من گھڑت خارجی راوی نے گھڑ کر اصل میں حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسینؓ سے بغض نکالا ہے۔

راوی نے قیس بن مسہر صیداوی سے بھی لعنت کے الفاظ منسوب کیے ہیں یہ بھی من گھڑت معلوم ہوتے ہیں۔ خارجی اصل میں حضرت حسینؓ کے ہمدرد نہ تھے، ٹکراؤ کرا کر مسلمانوں کو پاش پاش کرنا چاہتے تھے۔ کیوں کہ علیؓ المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کی سرکوبی کی تھی۔

خادم اہلسنت عبدالواحد

جارہاہے۔ لہٰذا ہر جوان جو نیزہ و شمشیر کھا کر صبر کر سکے وہ ساتھ رہے ورنہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں اس پر سے اپنا حق اٹھاتا ہوں۔(مقتل ابی مخنف ص ۶۴)

## صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے

ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں: یہ سن کر مجمع پر خاموشی طاری ہوگئی۔ کئی لوگ ایک ایک کر کے دائیں بائیں نکل گئے یہاں تک کہ صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے۔[1]

وہ سب یہ کہتے تھے: خدا کی قسم ہم کبھی واپس نہیں پھریں گے۔ یا تو ان کے خون کا انتقام لیں گے یا خود موت کو گلے لگائیں گے۔ یہ سب لوگ ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ تھے۔[2]

جو مکہ سے حضرت کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ کیوں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ نے اس عنوان کا خطبہ اس لیے دیا تھا کہ لوگ جان لیں کہ

[1] اس روایت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کے ساتھ چلنے والوں میں جو لوگ راستہ میں، ان کے اقتدار میں آنے کے خیال سے ساتھ ہو گئے تھے، وہ یہ سن کر جدا ہو گئے کہ اہل عراق کے ساتھ چھوڑنے سے حالات خطرناک ہو گئے ہیں۔ اب امام حسینؓ کے عراق پر غالب آنے اور صاحب اقتدار بننے کی بظاہر کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ ساتھ چھوڑ گئے اور جو ساتھ رہے مع اہل بیت کے ستر (۷۰) سے کچھ اوپر تھے۔

[2] یہی شہدائے کربلا اور امام حسینؓ کا تاریخی کارنامہ ہے کہ کوفیوں کی بے وفائی اور یزیدیوں کی سازش کے انکشاف کے باوجود آپ مقابلہ پر ڈٹ گئے۔

وہ کس مقصد کے لیے جا رہے ہیں۔ لوگ میرے اس لیے پیرو (فرماں بردار) بنے ہیں کہ عراق حضرت کا ہے اور اہل عراق ان کے مطیع ہیں۔ (اس خطبہ کے سننے کے بعد) وہی دوست ساتھ رہے جو یہ جانتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ (مقتل ابو مخنف ص ۶۴)

## ابن زیاد کے لشکروں سے آمنا سامنا

جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ ایک منسواڑی جو نشیب میں واقع تھی، اسے آپ نے پشت کی طرف رکھا۔ اس خیال سے کہ لڑائی ہو تو ایک ہی رخ سے ہو وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۸۰)

## عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا لشکر آپ کی شرائط

عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو عبید اللہ بن زیاد نے حسین بن علیؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو حضرت حسینؓ نے اس سے کہا کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو۔

(۱) یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہی چلا جاؤں۔

(۲) یا مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ (۳) یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمرو بن سعد نے اس بات کو قبول کر لیا۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۰

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

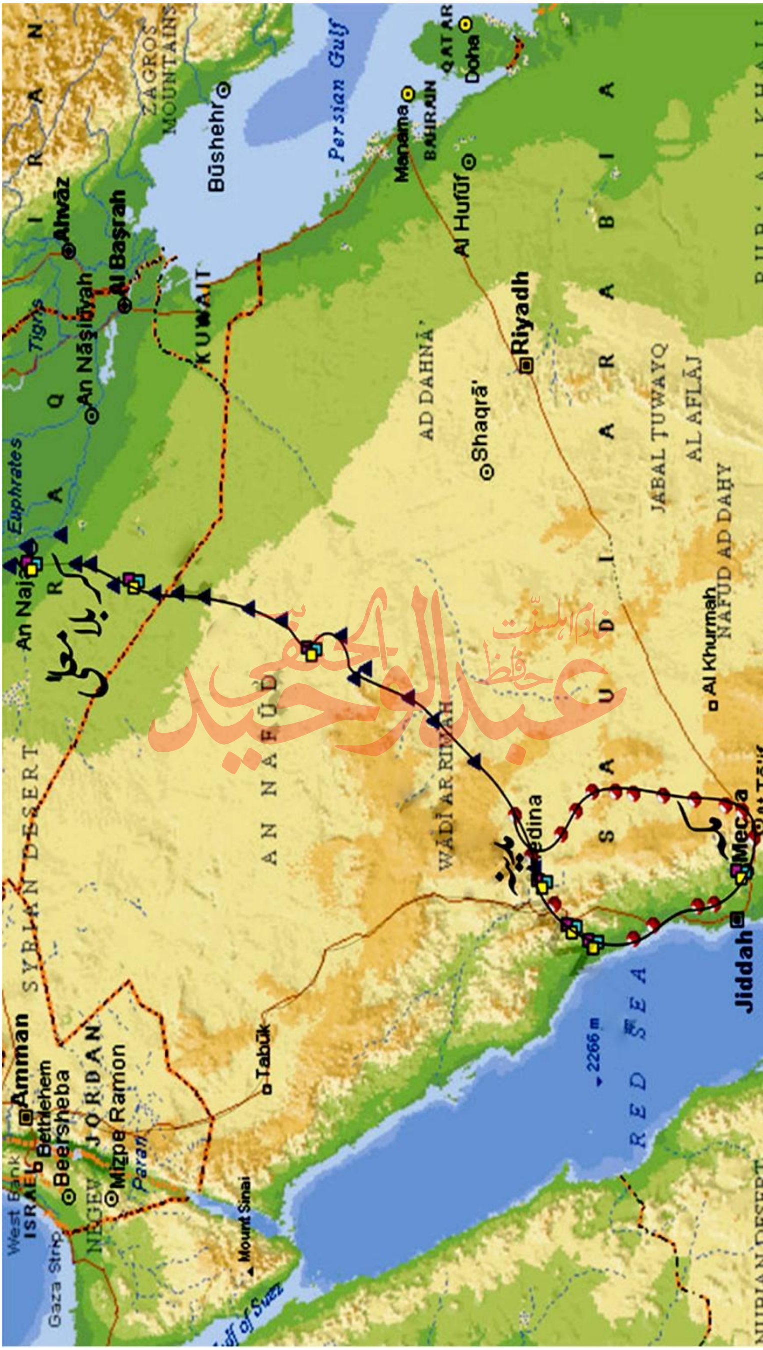


خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# حضرت حسینؓ کا اپنے ہمراہیوں سے خطاب

آپؓ کو جب حضرت مسلم بن عقیلؒ اور عبداللہ بن بقطرؒ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھ کر سنائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے۔ مسلم بن عقیلؒ، ہانی بن مروہؒ، عبداللہ بن بقطرؒ قتل کیے گئے۔ ہمارے شیعوں[1] نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

تم میں سے جو کوئی جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اٹھا لیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ متفرق ہو گئے۔ کوئی داہنی جانب چلا اور کوئی بائیں جانب۔ یہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو لوگ مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے بس وہی رہ گئے۔[2]

آپؓ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا کہ یہ اعرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں، سمجھے ہوئے ہیں کہ حسینؓ کسی ایسے شہر میں جا رہے ہیں۔ جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم

---

[1] طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "شیعہ" لغوی معنی میں یہاں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ یزید نے بھی اپنے خط میں اپنے حامیوں کے بارے میں یہی "شیعہ" کا لفظ استعمال کیا کہ ہمارے کوفہ کے شیعہ نے مجھے کہا ہے۔

[2] مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ خاندان کے افراد اہل سنت تشریف لے گئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے ساتھ آخر وقت تک رہے۔

ہوا کہ ان کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب ان کو مفصل حال معلوم ہو جائے گا تو پھر وہی لوگ ساتھ دیں گے، جو میرا ساتھ دینے والے میرے ساتھ مرنے والے ہوں گے۔ باقی سب متفرق ہو جائیں گے"۔[1]

## سانحہ کربلا و شہادت حسینؓ

حضرت امام حسینؓ نے منزل شراف میں قیام کیا اور پھر چلتے چلتے ذو حسم تک پہنچے اور وہی اتر پڑے اور حکم دیا خیمے نصب ہو گئے۔

### حُر کا لشکر

ایک ہزار سواروں کے ساتھ یہاں حر کا لشکر پہنچ گیا۔ ابن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ حسینؓ آرہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو اس کے اہل شرطہ کا سردار تھا روانہ کیا اور حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے حقائق تک مورچے باندھے اور حر کو ہزار سوار دے کر اس سے آگے قادسیہ سے روانہ کیا کہ حضرت حسینؓ کی مزاحمت کرے اور آگے چلنے سے روکے رکھے۔

### حضرت حسینؓ کی نماز ظہر کی امامت

یہاں ظہر کے وقت آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو حکم دیا کہ

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۷

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

اذان کہیں انہوں نے اذان دی۔

حضرت حسینؓ نے حر سے پوچھا تم لوگ کیا الگ نماز پڑھو گے حر نے کہا ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

موٴذن سے کہا اقامت کہو۔ حضرت حسینؓ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے۔

## حضرت حسینؓ کی نماز عصر کی امامت

عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا۔ موٴذن نے نماز عصر کی اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے، سب کو نماز پڑھائی۔ سلام پھیرا اور پھر سب کی طرف رُخ کر کے خطبہ دیا۔[1] (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حر کو امام حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط دکھائے

نماز عصر کے بعد امام حسینؓ نے فرمایا:

اگر تم کو ہم سے کراہت ہے اور ہمارے حق سے تم واقف نہیں ہو اور اپنے خطوں میں اور اپنے پیغاموں کی زبانی تم نے جو کچھ مجھ سے کہلا بھیجا ہے اب وہ تمہاری رائے نہیں ہے تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاؤں؟

---

[1] حضرت حسینؓ نے نماز ظہر کی اذان الگ وقت پر دلوائی۔ جب عصر کا وقت آیا تو پھر عصر کی اذان دلوائی اور اہل سنت کا یہی عمل ہے۔ حضرت حسینؓ کی نماز سے بھی ظاہر ہوا کہ امام حسینؓ اہل السنّت میں سے تھے۔

حُر بن یزید نے جواب دیا: واللہ مجھے نہیں معلوم وہ کیسے خطوط تھے جن کا ذکر آپ فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے کہا: وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خط ہیں، لاؤ۔

عقبہ بن سمعان، دونوں تھیلے نکال لائے۔ دونوں میں خط بھرے ہوئے تھے سب کے سامنے لا کر خطوں کو بکھیر دیا۔ حر نے کہا: جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے تھے ہم ان میں نہیں ہیں اور ہم کو حکم ملا ہے کہ آپ کو ہم پا جائیں تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں۔

## حر کا حضرت حسینؓ کو مشورہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

حر نے کہا: آپ سے قتال کرنے کا مجھے حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے اتنا ہی حکم ہے کہ جب تک آپ کوفہ میں نہ آئیں آپ کے پاس سے نہ سرکوں۔ آپ کہنا نہیں مانتے تو کسی ایسے راستہ پر چلیں جو نہ کوفہ کا راستہ ہو نہ مدینہ کا راستہ ہو۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں۔ اللہ کوئی صورت ایسی نکال دے کہ آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے میں بچ جاؤں۔[1] (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۱۹۱)

---

[1] "واقعہ کربلا شیعہ راویوں کے نقطہ نظر میں" ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں: امام حسینؓ بلند مقام پر کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد اور اپنے جد پر صلوٰت بھیج کر یوں فرمایا:
"خداوند تعالیٰ کی نظر میں اور تم لوگوں کے نزدیک اس وقت تک کوئی ذمہ داری نہ تھی جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے۔ جن میں تم لوگوں نے لکھا تھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ کا نفع ہمارا نفع ہے اور آپ کا مخالف ہمارا مخالف (دشمن) ہے اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی اور امام نہیں ہے۔

# حضرت حسینؓ کا بیضہ میں خطبہ

آپ راستہ تبدیل کر کے عذیب و قادسیہ کی راہ سے مڑ کر مقام بیضہ تک پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے خطبہ دیا۔ اس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

تمہارے خط میرے پاس آئے۔ تمہارے پیام میرے پاس آئے۔ میرے پاس تمہاری طرف سے بیعت کرنے کو اس بات پر آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ مجھے دشمن کے حوالہ نہ کرو گے، اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو بہرہ مند ہو گے میں حسینؓ ہوں، علیؓ و فاطمہؓ بنت رسولؐ کا فرزند۔ میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمہارا پیشوا ہوں، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا تو قسم ہے اپنی جان کی یہ

---

اب اگر میرا یہاں آنا آپ کو پسند نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔
حر نے کہا: خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو خط لکھے۔ حضرتؓ نے عقبہ بن سمعان سے کہا: دو خورجیں جو خطوں سے بھری ہوئی ہیں، لے آؤ۔
حضرتؓ نے خطوط نکال کر ان لشکر والوں کو پڑھ کر سنائے۔
حر کہنے لگا: جن لوگوں کے یہ خط ہیں ان میں سے میں کسی کو نہیں جانتا۔ میں تو فقط اس امر کا پابند ہوں کہ آپ کو کوفہ پہنچائے بغیر آپ سے جدا نہ ہوں۔ حضرتؓ نے فرمایا: اس سے پہلے تجھے موت آ جائے گی۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦٦)

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

بات تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپؓ، میرے بھائیؓ، میرے ابن عمؓ مسلمؓ کے ساتھ کیا ہے۔ جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے اپنے نفس کے لیے خطا کی۔ تم جو کرتے رہے اور بے بہرہ رہے۔ اللہ اب تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'[1]

## حضرت حسینؓ کو خواب میں شہادت کی بشارت

حضرت حسینؓ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں جا کر اترے۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ ایک ساعت چلے تھے کہ آپ کو ذرا اونگھ آئی۔ پھر چونک کر کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔" دو یا تین بار یہی کلمہ آپ نے کہا۔

یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن الحسینؒ گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے:

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔"

ابا جان! میں آپ پر فدا ہو جاؤں، اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا؟

آپ نے کہا کہ اے فرزند! ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی۔ میں نے ایک سوار کو اپنے گھوڑے پر دیکھا۔ اس نے کہا لوگ تو چلے جا رہے ہیں

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۹۱

اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم کو خبر موت سنائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا: ابا جان! اللہ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے، کیا ہم لوگ حق پر نہیں؟

آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی! جس کے پاس جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔ علی بن حسینؓ نے کہا: پھر ہمیں کچھ پروا نہیں۔ مریں گے تو حق پر مریں گے۔ آپ نے فرمایا: جَزَاکَ اللہ۔ باپ کی طرف سے جو فرزند کو بہترین جزا مل سکتی ہے، وہ تم کو ملے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۹۵)

## منازلِ سفر از مدینہ منورہ تا کربلا (عراق)

| منزل | از | تا | فاصلہ (تقریباً) | |
|---|---|---|---|---|
| | | | کلومیٹر | میل |
| پہلی منزل | مدینہ | معدن النقرہ | ۱۰۷ | ۶۶ |
| دوسری منزل | معدن النقرہ | حاجز | ۱۰۲ | ۶۳ |
| تیسری منزل | حاجز | بطن الرمہ | ۱۰۴ | ۶۵ |
| چوتھی منزل | بطن الرمہ | توز | ۷۶ | ۴۷ |
| پانچویں منزل | توز | فید | ۹۳ | ۵۸ |
| چھٹی منزل | فید | اجفر | ۹۹ | ۶۲ |
| ساتویں منزل | اجفر | خُزیْمِیَہ | ۷۲ | ۴۵ |
| آٹھویں منزل | خزیمیہ | ابطان (قیر العبادی) | ۱۲۴ | ۷۷ |

| منزل | از | تا | فاصلہ (تقریباً) کلومیٹر | میل |
|---|---|---|---|---|
| نویں منزل | ابطان | زبالہ | ۷۸ | ۴۸ |
| دسویں منزل | زبالہ | واقصہ | ۱۳۴ | ۸۳ |
| گیارہویں منزل | واقصہ | ذو حسم (المغیثہ) | ۹۳ | ۵۸ |
| بارہویں منزل | ذو حسم | بیضہ بنی بوع | ۱۱۰ | ۶۸ |
| تیرہویں منزل | بیضہ | کربلا (عراق) | ۴۶ | ۲۹ |

موجودہ پیائش کے مطابق مدینہ منورہ سے کربلا (عراق) کا کل فاصلہ ۱۲۳۸ کلومیٹر (۷۶۹ میل) بنتا ہے جو کہ تیرہ (۱۳) دنوں میں طے کیا گیا۔ اس حساب سے اگر ہم دیکھیں تو اوسط سفر تقریباً ۹۵ کلومیٹر (۵۹ میل) بنتا ہے جو ایک دن میں طے ہوتا رہا۔

اونٹوں کی اوسط رفتار ۸ کلومیٹر (۵ میل) سے ۱۰ کلومیٹر (۶ میل) فی گھنٹہ تک ہوتی ہے اور وقت کے لحاظ سے ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے کے لیے روزانہ تقریباً ۹ سے ۱۰ گھنٹے سفر ہوتا رہتا تھا یعنی رات دو بجے سے اگلے دن دوپہر گیارہ بارہ بجے تک سفر ہوتا تھا۔ یہ آج کے زمانے کے اونٹوں کی رفتار ہے، اگر اس وقت رفتار کچھ زیادہ ہوتی ہو گی تو وقت اس سے بھی کم لگتا ہو گا۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆

باب... 11

# امام حسینؓ کربلا کے میدان میں

حضرت حسینؓ چلتے چلتے جب ایک قریہ میں پہنچے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون سا قریہ ہے؟۔ بتایا گیا اس قریہ کا نام عقر (زخم) ہے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے عقر (کربلا) سے بچانا اور آپ وہیں اتر پڑے۔ یہ ۲ محرم ۶۱ھ جمعرات کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح عمرو بن سعد چار ہزار (۴۰۰۰) کی سپاہ لیے ہوئے کوفہ سے یہاں وارد ہوا۔

جس دن حضرت حسینؓ نینوا میں پہنچے تھے۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت آپ کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ اور عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حسینؓ کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا ارادہ رکھتے ہیں عزرہ بن قیس ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خط لکھے تھے۔ اور کوفہ بلایا تھا۔ اس کو آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔

ابن سعد نے لشکر کے اور رئیسوں سے بھی جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کو کہا سب نے انکار کیا۔ یہ پیام لے جانا کسی کو گوارہ نہ ہوا۔

ابن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بھیجا۔ وہ آئے اور حضرت حسینؓ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

سے پوچھا کہ ابن سعد نے یہ پوچھا ہے کہ آپ کیوں آئے؟

آپ نے جواب دیا کہ: تمہارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آئیں اب اگر میرا آنا انہیں ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

قرہ ابن سعد کے پاس واپس گیا اور سب حال بیان کیا۔[1]

## ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام

ابن سعد نے کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان سے لڑنے اور ان کے ساتھ کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں یہاں جب آکر حسینؓ کے قریب پہنچا تو ایک قاصد کو ان کے پاس بھیجا، ان سے میں نے پوچھا کہ یہاں آنے کا کیا سبب ہوا؟ اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ کس چیز کے وہ طلب گار ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے، میرے پاس ان کے قاصد آئے۔ اور اس بات کے خواست گار ہوئے کہ میں یہاں آؤں، میں چلا آیا، اب میرا آنا اگر ان کو ناگوار، اور قاصدوں سے جو کچھ انہوں نے کہلا بھیجا تھا اب اس کے خلاف ان کی رائے ہو گئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا"

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۸

اس خط کا جواب ابن سعد[1] کو اس نے یہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمہارا خط ملا جو کچھ تم نے لکھا ہے معلوم ہوا۔ حسینؓ سے کہو کہ یزید بن معاویہؓ سے وہ خود اور تمام انصار ان کے بیعت کریں۔ اگر انہوں نے بیعت کر لی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے"۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۸)

## حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کی ملاقات

حضرت حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات کو میرے اور اپنے لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کریں۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا۔ آپ بھی بیس سوار ساتھ لے کر نکلے۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے انصار سے کہا کہ سب ہٹ جائیں۔

ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں سے ہٹ جانے کو کہا کہ سب وہاں سے اتنی دور ہٹ گئے کہ جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی نہ بات۔ دونوں کی باتوں میں جب بہت طول ہوا کہ تھوڑی رات گزر گئی۔ پھر اپنے اپنے

[1] عمرو بن سعد بن ابی وقاص بھی حضرت امام حسینؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ اس طرح کہ عمرو بن سعد کے دادا حضرت وقاصؓ حضور ﷺ کے ماموں تھے۔ اس نسبت سے حضرت وقاصؓ امام حسینؓ کے نانا کی امی حضرت آمنہ کے بھائی، حضور ﷺ کے ماموں اور عمرو بن سعد کے دادا تھے۔ عمرو بن سعد نہیں چاہتے تھے کہ حضرت حسینؓ سے لڑائی کی نوبت آئے لیکن کوفہ کے خارجیوں کی سازش سے لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اصحاب کے ساتھ اپنے اپنے لشکروں میں چلے آئے۔ لوگوں نے اپنے اپنے وہم و گمان سے کہنا شروع کیا کہ حسینؓ نے ابن سعد سے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو کر یزید کے پاس چلیں۔ دونوں لشکروں کو ہم یہیں چھوڑ دیں۔ لوگوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔ بغیر اس کے کہ کچھ سنا ہو یا کچھ جانتے ہوں ایک دوسرے سے یہی ذکر کرتے تھے۔[1]

## حضرت حسینؓ کی تین شرائط

لیکن مؤرخین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ نے کہا: تین باتوں میں سے ایک بات میرے لیے اختیار کرو۔

(۱) یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔

(۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں۔ اور وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔

(۳) یا یہ کہ مملکت اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کر دو میں ان لوگوں کا ایک شخص بن کر رہوں میرا نفع و نقصان ان کے نفع نقصان کے ضمن میں ہو گا۔[1]

یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ جیسا لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ یا یہ کہ کسی سرحد کی طرف بلاد اسلام کی مجھے روانہ کر دو۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۰

بلکہ آپ نے یہ کہا: مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ اس نے ابن زیاد کو لکھا:۔ خدا نے آگ کے شعلہ کو بجھا دیا۔ اختلاف کو دفع کیا۔ قوم کی بہتری چاہی۔ حسینؓ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔

یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انہیں بھیج دیں۔ وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے نفع و ضرر میں سب کا ساتھ دیں گے۔

یا امیر المومنین یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ اپنے اور ان کے درمیان جو فیصلہ وہ چاہے کرے۔ اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور امت کی بھی بہتری ہے۔"[1]

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا کہ ایسے شخص کا یہ خط ہے کہ اپنے امیر کا خیر خواہ، اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا۔[1]

## شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی

شمر ذی الجوشن[2] نے ابن زیاد کو کہا:

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۰۰

[2] شمر بن جوشن کی پھوپھی حضرت اُم البنین بنت حزام حضرت علیؓ المرتضیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اس نسبت سے رشتہ دار تھا لیکن اس موقع پر یہ بھی ساتھ چھوڑ کر خارجیوں کے ساتھ مل گیا تھا۔

واللہ! میں تو یہ سنتا ہوں کہ حسینؓ اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرتے ہیں۔

پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ یہ خط لے کر ابن سعد کے پاس جائیں۔ اسے چاہیے کہ حسینؓ اور ان کے انصار سے کہے کہ وہ سب میرے حکم پر اطاعت کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دیں۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو ان سے قتال کریں۔

اگر ابن سعد نے ایسا کیا تو اس کی اطاعت تم بھی کرو اور اسی کی بات کو مانو۔ اگر اس نے انکار کیا تو ان لوگوں سے تم خود قتال کرنا۔ تم ہی امیر لشکر ہو اور ابن سعد پر حملہ کرنا اور اس کی گردن مار دینا اور سر اس کا میرے پاس بھیج دینا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ابن سعد کو جو خط ابن زیاد نے لکھا اس کا مضمون یہ تھا:

میں نے تمہیں حسینؓ کے مقابلے میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم ان کے بچانے کی فکر کرو یا ان پر احسان کرو یا ان کی سلامتی مناؤ یا ان کا

---

خارجی یزید کے تو سخت خلاف تھے، اسی لیے تو یزید کے مقابلہ کے لیے حضرت حسینؓ کو بلایا۔ اُن کی کوشش یہ تھی کہ جنگ ہو صلح نہ ہو۔

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں نے ابن زیاد کو ایسی خود ساختہ من گھڑت خبریں امام حسینؓ کے بارے پہنچائیں کہ ابن زیاد کو ابن سعد سے متنفر کر دیا۔ اس طرح خارجیوں کی سازش کا وہ شکار ہو گیا۔

سفارشی میرے سامنے بن بیٹھو۔

سنو! اگر حسینؓ اور ان کے انصار میرے حکم پر اطاعت کریں تو سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کرو کہ سب قتل ہو جائیں۔ اور اگر تجھے یہ منظور نہیں ہے تو ہماری خدمت سے اور ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جائیں۔ لشکر کو شمر پر چھوڑ دیں۔ ہم نے اس کو اپنے احکام بتا دیے ہیں۔ والسلام [1]

## ابن سعد کا ابن زیاد کے خط پر تبصرہ

شمر جب ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا۔ اس نے خط کو پڑھا۔ ابن سعد نے شمر سے کہا: افسوس ہے تجھ پر۔ تم نے کیا حرکت کی؟ اللہ تیرے جیسے ہمسایہ سے بچائے۔ اللہ تجھے غارت کرے۔ یہ کیا تم میرے پاس لے کر آئے ہو؟ واللہ میرا یہی گمان ہے کہ تو نے ہی اس کی رائے کو پھیر دیا ہے کہ میری تحریر کو نہ مانے۔ جس معاملہ میں اصلاح کی ہم کو امید تھی تو تم نے اسے بگاڑ دیا۔

واللہ! حسینؓ گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہے جو برداشت نہیں کر سکتا۔

شمر نے کہا: یہ تو بتائیں آپ کا ارادہ کیا ہے؟ اپنے امیر کے حکم پر چلو

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۰۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

گے۔ اس کے دشمن کو قتل کرو گے؟ یہ نہیں کرنا تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ دو۔

ابن سعد نے کہا: نہیں۔ تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود جنگ کروں گا۔ شمر نے کہا: پھر تمہیں کرو۔

ابن سعد اب لشکر لے کر چلا۔ یہ محرم کی نویں تاریخ تھی اور پنج شبہ (جمعرات) کا دن تھا اور شام کا وقت تھا۔

شمر آکر انصار حسینؓ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ یہ سن کر عباس بن علیؓ، جعفر بن علیؓ اور عثمان بن علیؓ اس کے پاس آئے اور کہا کہ تمہیں کیا کام ہے؟ کہا: میری بہن کے فرزندو! تمہارے لیے امان ہے۔ ان نوجوانوں نے جواب دیا کہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ تم ہمارے ماموں [1] ہو، ہم کو تو امان دیتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کو امان نہیں دیتے۔ ہم تیری امان میں نہیں آتے۔[2]

## ابن سعد کی طرف سے جنگ کرنے کا قصد

## حضرت حسینؓ کو خواب میں بشارت

ابن سعد کی طرف سے اعلان جنگ کرتے ہوئے اس کے لشکر نے

---

[1] عرب ننھیال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔ شمر کی پھوپھی ام البنین بنت حزام حضرت علیؓ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بطن سے عباس، عبد اللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوئے۔ عبد اللہ بن ابی محل بن حزام نے کہا: ہماری بہن کے بیٹے حسینؓ کے ساتھ ہیں۔ یہ شمر کے بھانجے تھے۔

[2] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۲

نمازِ عصر کے بعد گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت حسینؓ کے لشکر پر چڑھائی کر دی اس وقت امام حسینؓ اپنے خیمہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔

اس کیفیت میں اونگھ آئی۔ حضرت حسینؓ نے سر اٹھایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں تم ہمارے پاس آجاؤ گے۔ (طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۲)

## حضرت عباس بن علیؓ کے مذاکرات

جب ابن سعد کے لشکر کی آوازیں سنائی دیں تو حضرت عباس بن علیؓ نے حضرت حسینؓ کو ان کے قریب پہنچنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: بھائی! ان لوگوں سے جا کر ملو، پوچھو تم کیا چاہتے ہو تمہارا ارادہ کیا ہے؟ ادھر آنے کا سبب کیا ہے؟

حضرت عباس بن علیؓ، بیس سواروں کو ساتھ لے کر جن میں زہیر بن قیس، اور حبیب بن مظاہر بھی تھے۔ ان لوگوں کے پاس آئے۔ اور پوچھا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: امیر ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے کہہ دیں کہ اس کے حکم کی اطاعت کرو۔ نہیں تو ہم تم سے لڑیں گے۔

حضرت عباس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! میں ابی عبد اللہ الحسینؓ کے پاس جا کر جو کچھ تم کہتے ہو ان سے عرض کر دوں۔

یہ لوگ ٹھہر گئے اور کہنے لگے: جا کر ان کو خبر کر دو۔ پھر ہم سے آکر

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

حضرت عباس گھوڑا دوڑا کر حضرت حسینؓ کے پاس یہ خبر لے کر چلے اور ان کے سب انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے ٹھہرے رہے۔ ابن زیاد کے لشکر میں سے گفتگو کرنے والوں میں عزرہ بن قیس بھی تھا۔

## حضرت حسینؓ کو خط لکھنے والے سے گفتگو

### عزرہ قیس احمسی

عزرہ بن قیس ان لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر بلایا تھا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۷)

### زہیر بن قین اور عزرہ کی گفتگو

زہیر بن قین نے عزرہ بن قیس کو مخاطب ہو کر کہا:

اے عزرہ! اللہ سے ڈر۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ! اللہ کے واسطے ان نفوس ذکیہ کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت کے بانی ہیں۔

عزرہ بن قیس نے کہا:

اے زہیر بن قین! اہل بیت کے شیعوں میں سے ہم تجھ کو نہیں جانتے تھے تم عثمانؓ والوں میں سے تھے۔

زہیر بن قین نے کہا: مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں۔ سن! بخدا نہ میں نے کبھی کوئی خط لکھا نہ کبھی قاصد ان کے پاس بھیجا، نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راستہ میں ان سے ملاقات ہو گئی۔

ان کو دیکھ کر مجھے رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے۔ اور ان کا مرتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے، اس کا خیال آ گیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تمہارے جرگہ کے لوگوں میں جا رہے ہیں۔

بس میری رائے یہ ہوئی کہ ان کی نصرت کروں اور ان کے جرگہ میں شریک ہو جاؤں۔ اپنی جان ان کی جان پر فدا کر دوں تاکہ جس حق خدا و حق رسول اللہ کو تم نے ضائع کر دیا ان کی حفاظت کروں۔[1]

## مذاکرات کے ذریعہ ایک رات کے لیے جنگ موئخر

حضرت عباس کے آنے تک عزرہ بن قیس، زہیر بن قین، حبیب ابن مظاہر گفتگو کرتے رہے۔ اتنے میں حضرت عباس بن علیؓ گھوڑے پر واپس ان لوگوں تک آ پہنچے۔ اور کہا:

---

[1] (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۰۲) تاریخ طبری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کو خط لکھنے والے شیعہ عزرہ بن قیس اور اس کے ہمنوا ابن زیاد کے لشکر سے حملہ آور ہوئے اور حضرت حسینؓ کے لشکر میں شامل زہیر بن قین اہل سنت تھے اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے حامیوں میں سے تھے اور اب حضرت حسینؓ کے لشکر میں امام حسینؓ کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کے لشکر سے جنگ میں شامل ہوئے اور شہید ہوئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

اے لوگو! ابو عبد اللہ الحسینؓ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس ہو جاؤ کہ وہ اس بارے میں غور کر لیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمہارے اور ان کے درمیان اس بارے میں گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح ان شاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ یا تو جس بات کو تم چاہتے ہو اور جو سلوک تمہیں منظور ہے۔ ہم اس پر راضی ہو جائیں گے یا ہمیں یہ بات ناگوار ہو گی تو انکار کر دیں گے۔

اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو اور جنگ کو ٹال دیں جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ اپنے اہل بیت سے وصیت کر لیں عباس بن علیؓ نے جب آکر یہ بات کہی تو ابن سعد نے شمر ذی الجوشن سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

شمر ذی الجوشن نے کہا: جو تمہاری رائے ہو۔ تم امیر لشکر ہو، تمہاری جو رائے ہو، وہی رائے ہے۔

ابن سعد اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ان سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: سبحان اللہ! اگر یہ لوگ کفار ویلم سے ہوتے اور تم سے یہی سوال کرتے تو و اللہ تمہیں قبول کر لینا چاہیے تھا۔ قیس بن اشعت نے کہا: یہ بات ان کی مان لے۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تم سے لڑنے

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔ ابن سعد نے کہا: مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ لڑیں گے تو میں اس وقت مہلت نہ دوں۔

حضرت عباس بن علیؓ نے جب حضرت حسینؓ سے آکر یہ بتایا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے۔ تو آپ نے حضرت عباس کو کہا کہ تم پھر پلٹ کر جاؤ تم سے ہو سکے تو ان لوگوں کو کل صبح پر ٹال دو اور آج کی شام کے لیے ان کو ہم سے دور کرو۔ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کی عبادت کر لیں۔

اس سے دعا کر لیں، اس سے مغفرت طلب کر لیں۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی عبادت کو اس کی کتاب قرآن کی تلاوت کو دعا و استغفار کی کثرت کو میں دوست رکھتا تھا۔

علی بن حسینؓ کہتے ہیں: ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہوا، جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی اور کہا کہ ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دی ہے۔

اگر تم اطاعت کر لو گے تو تم کو اپنے امیر ابن زیاد کے پاس ہم روانہ کر دیں گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو پھر ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔[1]

## حضرت حسینؓ کی اپنے ہمراہیوں کو جانے کی اجازت

ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس گیا۔ اس وقت شام ہونے کو تھی حضرت حسینؓ نے اپنے انصار کو جمع کیا۔

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۳

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حضرت علی بن حسینؒ کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر آپ کے قریب گیا کہ سنوں کیا فرماتے ہیں؟ میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ میرے والد اپنے انصار سے فرمارہے ہیں:

میں اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بجالاتا ہوں۔ اور راحت و مصیبت میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خداوند میں تیرا شکر بجالاتا ہوں کہ تو نے ہم کو قرآن کی تعلیم دی، تو نے ہم کو علم دین عطا کیا تو نے ہم کو سماعت و بصارت و دل دیا۔ تو نے ہم کو مشرکوں میں شمار نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ:

میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی قضا ہے۔ تم سب کے بارے میں میری یہ رائے ہو چکی ہے کہ تم سب میری اجازت سے چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی رکاوٹ تم پر نہیں ہے۔ دیکھو! رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، اسے غنیمت سمجھو۔ تم میں ہر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لے۔ جب قلب مطمئن ہو سب اپنے اپنے قصبوں میں، شہروں میں نکل جاؤ۔ یہ لوگ میرے ہی طلب گار ہیں۔ مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہیں کریں گے۔

یہ سن کر سب کہنے لگے: و اللہ! ہم سے یہ نہ ہو گا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں اپنا مال اپنے اہل و عیال کو آپ پر فدا کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مل کر قتال کریں گے۔ جو حال آپ کا ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ خدا زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔ (طبری ج ۴ ص ۲۰۴)

## حضرت حسینؓ کا حضرت زینبؓ کو دلاسہ اور وصیت

حضرت حسینؓ نے اپنی بہن حضرت زینبؓ کو فرمایا:

اے بہن! اللہ کے لیے صبر کرو۔ اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ بس اللہ کی ذات کے سوا جس نے اپنی قدرت سے اس زمین کو پیدا کیا ہے اور جو پھر مخلوق کو زندہ کرے گا اور سب کے سب واپس آ جائیں گے اور جو بیگانہ و تنہا ہے۔ سب چیزیں مٹ جانے والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میری ماں، تجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور مجھے، ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے حال سے تسکین ہونی چاہیے۔

اسی طرح کے کلمے کہہ کر آپ نے سمجھایا۔ پھر کہا:

پیاری بہن! میں تم کو قسم دیتا ہوں، میری اس قسم کو پورا کرنا۔ میں مر جاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا، منہ کو نہ پیٹنا، ہلاکت و موت کو نہ پکارنا"۔

یہ کہہ کر آپ پھر خیمہ سے باہر چلے گئے۔[1]

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۶، مقتل ابی مخنف ص ۷۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی وصیت

**ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں:**

**امام حسینؓ نے بہن کی طرف نظر کی اور فرمایا: اے میری بہن! کہیں شیطان آپ سے صبر و بردباری نہ چھین لے۔ تمام زمین والوں کو موت آئے گی۔ آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ سوائے خداوندی تعالیٰ کی ذات کے ہر شے ہلاک ہو جائے گی یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ ہماری بازگشت اس کی طرف ہے۔ میرے جد اور پدر جو مجھ سے بہتر تھے کہاں ہیں؟ میں بھی کامیابی سے ان کے راستے پر گامزن ہوں۔ اس کے بعد بہن کو تسلی دی اور فرمایا: میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد نہ تو گریبان چاک کرنا اور نہ منہ پر طمانچے مارنا۔[1]**

## حسینی لشکر کی ترتیب اور تعداد

**ابن سعد روز عاشورہ ۱۰ محرم ۶۱ھ شنبہ کا دن تھا یا جمعہ صبح کی نماز جب پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا۔**

**حضرت حسینؓ نے بھی اپنے انصار کی صفیں ترتیب دیں۔ ان کے**

---

[1] حضرت زینب اور تمام اہل بیت نے صبر و بردباری کی مثال قائم کی۔ اس لیے سب نے وصیت پر عمل کیا۔ اس کے برعکس سب روایات خارجیوں کی من گھڑت ہیں جن میں حضرت زینب اور خاندانِ اہل بیت کی بے صبری کی روایات ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ بتیس سوار تھے اور چالیس پیادے۔ کل ۷۲ افراد تھے۔ آپ نے لشکر کے میمنہ پر زہیر بن قین[1]، لشکر کے میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو دیا۔ خیموں کو لشکر کی پشت کی جانب رکھا اور خیموں کے پیچھے آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور بانس جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے تاکہ دشمن پیچھے سے نہ حملہ کر سکے۔

حضرت حسینؓ کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی کو شب کے وقت کھود کر خندق سا بنا لیا تھا۔ اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دیتے تھے کہ صبح کے وقت جب دشمن پر حملہ کریں گے تو اس میں آگ لگا دیں گے کہ دشمن ہم سے ایک ہی رخ سے لڑیں۔ پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ یہی احتیاط انہوں نے کی اور ان کے کام بھی آئی۔[2]

## کربلا میں افواج کا اجتماع اور تعداد

ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا فوج کا دستہ جو کربلا میں امام حسینؓ کے ساتھ جنگ کے لیے پہنچا اس کا علمبردار عمرو بن سعد تھا، چھ ہزار سوار اس دستہ

[1] زہیر بن قین وہی ہیں جو حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے حامیوں میں شمار ہوئے تھے۔

[2] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں شامل تھے۔

(۲) اس کے بعد ابن زیاد نے شیث بن ربعی کو چار ہزار کا دستہ دے کر روانہ کیا۔

(۳) پھر عروہ بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر بھیجا۔

(۴) پھر سنان بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔

اسی طرح کوفہ سے اسی (۸۰) ہزار کی تعداد کربلا میں اکٹھی ہو گئی، جن میں ایک فرد بھی (لشکر میں) شام یا حجاز کا نہیں تھا۔[1]

## ابن سعد کے لشکر کی صف بندی

ابن سعد کے لشکر کا رئیس عبد اللہ بن زہیر ازدی تھا۔ ایک ربیع قبیلہ مذلج و اسد کے لوگ تھے۔ ان کا سردار عبد الرحمن بن ابی سیرہ تھا۔ ایک ربیع قبیلہ ربیعہ و کندہ کے لوگ تھے ان کا سردار قیسابن اشعث تھا۔ ایک ربیع قبیلہ تمیم و ہمدان کے لوگ تھے۔ ان کا سردار حُر تھا۔ حُر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسینؓ میں شریک تھے۔ ایک حر تھا کہ ان لوگوں سے جدا ہو کر حضرت حسینؓ کی طرف چلا آیا اور آپ کے ساتھ شہید ہوا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

[1] (مقتل ابی مخنف ص ۴۷) ابو مخنف نے اسی کتاب میں پہلے ص ۴۰ پر لکھا ہے کہ: کوفہ کے لوگ دس دس بیس بیس یا اس سے کم و بیش مسلم بن عقیل کے پاس آتے رہے یہاں تک کہ اسی ہزار لوگوں نے بیعت کی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہی ۸۰ ہزار بیعت کرنے والے کربلا میں حسینؓ سے جنگ کے لیے پہنچ گئے جن میں شام اور حجاز کا کوئی فرد نہیں تھا گویا وہ سب کوفی تھے۔

ابن سعد نے لشکر کے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن ابن شرحیل بن اعور بن عمر بن معاویہ بن کلاب کو متعین کیا۔ رسالہ عزرہ بن قیس کو دیا۔[1] پیادے شبث بن ربعی کے حوالے کیے۔ اور اپنے غلام آزاد درید کو لشکر کا علم دیا۔[2]

## کوفیوں نے امام حسینؓ کو یزید کے پاس جانے نہ دیا

ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن و حصین بن نمیر کو بھیجا تھا۔ ”آپ نے ان کو کہا کہ مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔“

ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابنِ زیاد کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں کو ابنِ زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید نہشلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے انہوں نے جب حسینؓ کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے، کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کرو گے۔ واللہ اگر ترک و یلم میں سے کوئی بھی یہ درخواست تم سے کرتا تو اس کا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا۔ انہوں نے حکمِ ابنِ زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا

---

[1] عزرہ بن قیس ہی نے حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھا تھا۔ لیکن بعد میں ابن زیاد کے ساتھ مل گیا اور کربلا میں گھوڑا سوار دستہ کا رسالہ دار تھا۔

[2] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۷

خادم اہلسنت عبد الوحید حنفی

حرؒ بن یزید نے اپنے گھوڑے کا منہ پھیر دیا اور حسینؓ اور انصار حسینؓ کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حُر ہم سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ حر نے ان کے قریب آ کر اپنی سپر الٹی کر لی اور سب کو سلام کیا اور اس کے بعد ابنِ زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا اور ان میں سے دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا ان پر رحمت کرے۔[1]

## امام حسینؓ سے جنگ کرنے والے سب کوفی تھے

شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں:

حضرت حسینؓ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب خاص کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان میں کوئی شامی آدمی نہ تھا۔[2]

## جنگ میں پہل کرنے سے حضرت حسینؓ کی ممانعت

مسلم بن عوسجہ نے کہا:

یا ابن بنتِ رسول اللہ ﷺ میں آپ پر فدا ہو جاؤں! حکم کریں تو شمر کو تیر ماروں، میری زد میں ہے۔ تیر خطا نہ کرے گا۔ یہ فاسق بہت بڑے جباروں میں سے ہے۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۳

[2] تاریخ المسعودی ج ۳ ص ۹۰

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

آپ نے فرمایا: تیر نہ مارنا۔

ابتدا ادھر سے کرنا مجھے گوارہ نہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔ اس کا نام لاحق تھا۔ اس گھوڑے پر علی بن حسینؓ کو سوار کیا۔ جب دشمن آ پہنچے تو آپ نے اپنے ناقہ (اونٹ) کو طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے اور بہت بلند آواز سے پکار کر تاریخی خطبہ دیا۔

## حضرت حسینؓ کا میدان کربلا میں جنگ سے پہلے تاریخی خطبہ

لوگو! میری بات سنو! میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں، مجھے کہہ لینے دو۔ اور تم لوگوں کے پاس چلے آنے کی وجہ مجھے بیان کر لینے دو۔ اگر میرا عذر مان لوگے، میری بات کو سچ سمجھو گے، میرے ساتھ انصاف کرو گے تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے اور اگر تم میرا عذر نہیں مانتے اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ تو میری بات سنو!

اَوَ لَمْ يُبَلِّغْكُمْ قَوْلٌ مُسْتَفِيْضٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِيْ وَ لِاَخِيْ اَنْتُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ قُرَّةُ عَيْنِ اَهْلِ السُّنَّةِ فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِيْ بِمَا اَقُوْلُ وَ هُوَ الْحَقُّ وَ اللهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبًا۔[1]

کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے

[1] تاریخ ابن خلدون مترجم اردو ج دوم ص ۵۳۳ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶ طبع بیروت

بھائی (حضرت حسنؓ) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہو اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو یہی سچ ہے۔ بخدا میں نے جھوٹ نہیں بولا"

(۲) پھر آپ نے فرمایا:

اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! تم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ ان سے تم پوچھو تو وہ بیان کریں گے۔ ان سے پوچھ کر دیکھ لو۔ یہ لوگ بیان کریں گے، انہوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے یہی سنا ہے۔ کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے؟

(۳) پھر آپ نے فرمایا:

تمہیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں؟ واللہ! اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے ہو یا تمہارے سوا ہو۔ کسی نبیؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ اور میں تو خاص کر تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں۔ یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے؟ یا تمہارے کسی مال کو ڈبو دیا ہے؟ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو؟

حافظ عبدالوحید الحنفی

اب کوئی آپ کی بات کا جواب نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا:

اے شبث بن ربعی! اے حجار بن الجبر!

اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث!

تم لوگوں نے کیا مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک چکے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں۔ تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔ آیئے!

ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے یہ نہیں لکھا تھا۔[1]

آپ نے کہا: نہیں واللہ تم نے لکھا تھا۔ لوگو! میرا آنا تمہیں ناگوار ہوا ہو تو دنیا میں کسی گوشہ امن کی طرف مجھے چلا جانے دو۔

قیس بن اشعث نے کہا: آپ اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کے حکم پر کیوں نہیں اُتر آتے؟ پھر وہ آپ کے بھائی ہیں۔ یہ سب آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوار خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئے گا۔

آپ نے جواب دیا:

واللہ! میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا نہیں، نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنے والا ہوں۔"

---

[1] اس گفتگو سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بے شمار جعلی خطوط لکھے گئے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کا کلام سچا ہے کیوں کہ اُن کو یہ خطوط ملے تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ کہہ کر آپ نے ناقہ کو بٹھا دیا۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ انہوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ [1]

## زہیر بن قینؒ کا خطاب: ہم ایک دین، ایک ہی ملت پر ہیں

زہیر بن قینؒ ایک تیار گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے نکل آئے اور کہا:

اے اہل کوفہ! عذاب خدا سے ڈرو۔ سنو! مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان جب تک تلوار نہیں آئی اس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں۔

ایک دین پر، ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیر خواہی کے تم لائق ہو۔ جب تلوار درمیان میں آجائے گی، پھر مروت منقطع ہو جائے گی۔ اللہ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد ﷺ کی ذریت کے بارے میں امتحان میں ڈالا ہے۔ تاکہ دیکھ لے ہم کیا کرتے ہیں؟ تم کیا کرتے ہو؟ ہم لوگ تم کو اس امر کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذریت رسول اللہ ﷺ کی نصرت کرو۔ اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو اللہ کے واسطے ان کے قتل سے تو باز آجاؤ۔ ان کو ان کے ابن عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔

میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہارے اطاعت گزاروں

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۱۰

سے حسینؓ کے قتل کیے بغیر راضی رہے گا۔

یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیرؒ بن قین کو مار کر کہا: خاموش! تم نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا۔

زہیر بن قینؒ نے جواب دیا: میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا۔ و اللہ! حسینؓ کے ساتھ مر جانا، تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر زہیر بن قینؒ نے باآواز بلند سب لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے بندو! اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ! محمد ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کو نہ پہنچے گی، جنہوں نے ان حضرات ذریت اہل بیت کا خون بہایا اور ان کی نصرت کرنے والوں، ان کے اہل بیت کے بچانے والوں کو قتل کیا۔

اسی اثنا میں ایک شخص نے زہیرؒ بن قین کو پکارا اور کہا: ابو عبد اللہ الحسینؓ تم سے کہتے ہیں کہ اب چلے آؤ اور فرماتے ہیں:

قسم ہے اپنی جان کی! اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کر دی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی انتہا کر دی۔ کاش! تمہاری خیر خواہی اور انتہائی کوشش ان کو کچھ نفع دے۔[1]

---

1 طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۱۱

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

## حُرؒ کا اپنے قبیلہ سے خطاب

حُرؒ یہ سن کر اپنے اصحاب کی طرف بڑھے اور کہا: لوگو! حسینؓ نے جو باتیں پیش کی ہیں، ان میں کسی بات کو تم نہیں مانتے کہ اللہ تم کو ان کے ساتھ جنگ و جدل میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ لوگوں نے کہا: ہمارا امیر عمرو بن سعد موجود ہے، اس سے گفتگو کرو۔

حُرؒ نے یہ جواب سن کر پھر وہی گفتگو ابن سعد سے کی، پہلے جو گفتگو اپنے اصحاب سے کر چکے تھے۔

ابن سعد نے جواب دیا: میری خواہش یہی تھی۔ اگر ہو سکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حُرؒ نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اللہ تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالہ کر دیا۔ تم کہتے تھے کہ ان پر ہم اپنی جان کو نثار کریں گے اور اب انہیں پر ان کے قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو۔

ان کو تم نے گرفتار کر لیا۔ ان کا دم بند کر دیا۔ ان کو چار جانب سے گھیر لیا۔ ان کو اللہ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن سے رہتے۔

اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے ہاتھ میں آگئے ہیں۔ اپنے نفس کے لیے اچھا یا برا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم نے ان کو، ان کے اہل حرم کو ان کے بچوں کو ان کے رفیقوں کو بہتے ہوئے آب فرات سے روکا۔

اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور تم نے توبہ نہ کی تو اللہ تمہیں تشنگی محشر میں سیراب نہ کرے گا۔

## حُرؒ پر پہلا حملہ

حُرؒ کی یہ باتیں سن کر عمرو ابن سعد کے لشکر نے حُرؒ پر تیر برسانے شروع کیے۔ حُرؒ وہاں سے پلٹے اور حضرت حسینؓ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

## اصحاب حسینؓ کا جوابی شدید حملہ

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ حضرت حسینؓ کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ شمر کو اور اس کے ساتھیوں کو مارنے لگے۔ اب حسینؓ اور انصار حسینؓ پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ عبداللہ عمر کلبی اسی حملہ میں شہید ہو گئے۔ اصحاب حسینؓ نے بڑی شدت سے جوابی حملہ کیا۔ ادھر کل بتیس سوار تھے۔

انہوں نے جب حملہ کیا، جدھر رخ کیا، اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ عزرہ بن قیس اہل کوفہ کا سرخیل تھا، اس نے دیکھا کہ اس کے رسالہ کے سوار ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں۔

## معرکہ کربلا کے شہداء

(۱) مسلم بن عوسجہ اسوی، انصار حسینؓ میں سے زخمی ہو کر گرے

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اور شہید ہو گئے۔

(۲) عبید اللہ بن عمر کلبی، انہوں نے پہلے دشمنوں کو قتل کیا، پھر بڑی شدت اور جرأت سے جوابی حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبت حضرمی و بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا اور انہی دونوں نے انہیں قتل کیا۔ یہ انصار حسینؓ میں سے مقتول ہوئے۔ پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

## حضرت حسینؓ پر ابن نمیر کندی کا حملہ

حضرت حسینؓ اس دن پہروں اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا تھا، آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کے سر پر لینے سے جھجک جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مالک بن نمیر کندی نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ کلاہ برنس آپ پہنے ہوئے تھے، تلوار برنس کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہو گئی۔ آپ نے ٹوپی کو اتار ڈالا۔ ایک اور ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔

## حضرت حسینؓ پر شمر کا حملہ

اس کے بعد شمر پیادوں کو لے کر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے۔ اس کے بعد دشمنوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ پھر جو پیادے ہجوم کیے ہوئے تھے، آپ نے

ان سے مقابلہ کیا۔ سب کے سب پسپا ہو گئے۔ آپ کے انصار میں تین چار شخص صرف باقی رہ گئے۔

ابن سعد اس وقت حسینؓ کے قریب آیا تو خیمہ سے حضرت زینب کہنے لگیں: اے ابن سعد! حسینؓ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔

O عبداللہ بن عمار کی روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے۔ داڑھی تک بہتے ہوئے گئے۔ [1]

O حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آپ خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے، عمامہ باندھے ہوئے تھے وسمہ خضاب کیے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے، جیسے کوئی شہ سوار فاصلہ سے خود کو بچاتے ہوئے کمین گاہوں سے اپنا موقع ڈھونڈتا جائے، سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ اور شہید ہونے سے پہلے آپ کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا:

میرے قتل کرنے پر کیا تم امادہ ہو۔ حق تعالیٰ مجھ پر کرم کرے گا۔

پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔

واللہ! تم لوگوں میں اللہ آپس میں کشت وخون ڈلوادے گا۔ [2]

---

[1] طبری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتل بھی مقتول کا ماتم کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سعد اپنی فوج سے حسینی لشکر کو قتل بھی کرا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس قتل وغارت پر آنسو بھی بہا رہا تھا۔ اس کو کیا حقیقی صدمہ تھا یا دکھاوے کا؟ واللہ اعلم

[2] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۰

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## گھمسان کی جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت

حضرت حسینؓ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کے قاعدہ کے مطابق ادا فرمائی۔ نماز کے بعد پھر قتال شروع کیا۔ اب یہ لوگ حضرت حسینؓ تک پہنچ گئے تھے۔ سعید حنفی، حضرت حسینؓ کے دفاع کے لیے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ اور سب تیر اپنے بدن پر کھاتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔ اس وقت زہیر ابن القین نے حضرت حسینؓ کی مدافعت میں سخت قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت حضرت حسینؓ کے پاس بجز چند رفیقوں کے کوئی نہ رہا تھا اور یہ رفقاء بھی دیکھ رہے تھے کہ ہم نہ حضرت حسینؓ کو بچا سکتے ہیں نہ خود بچ سکتے ہیں۔ تو اب ان میں سے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ میں حضرت حسینؓ کے سامنے شہید ہو جاؤں۔ اس لیے ہر شخص نہایت شدت و شجاعت سے مقابلہ کر رہا تھا۔ (ماخوذ از شہید کربلا موئلفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۷۸)

## شہادت حضرت حسینؓ

شمر نے پکار کر کہا: انہیں قتل کرو۔ اب ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے وار کیا۔ دست چپ ہتھیلی پر اس کی

ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ گئے۔

پھر اسی حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھی ماری۔ آپ گر گئے تو اس نے خولی بن یزید اصحی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ پھر سنان نے ہی سر کاٹ لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

○ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آخر ابن سعد آیا۔ فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا:

دیکھو! عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے (امام زین العابدینؒ) سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے اس کا کوئی اسباب لوٹا ہو، وہ واپس کر دے۔

علی بن حسینؓ نے مجھ سے کہا: اے شخص! اللہ سے تجھے جزائے خیر ملے۔ تیرے کہنے سے و اللہ! مجھ سے آفت ٹل گئی۔[1]

## اہل بیت میں سے شہدائے کربلا

شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں:

(الف) آپ کے بھائی حسنؓ بن علیؓ کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں: (۱) عبداللہ بن حسن۔ (۲) قاسم بن حسن۔ (۳) ابوبکر بن حسن

(ب) آپ کے بھائیوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام

[1] تاریخ طبری ج اول ص ۲۳۲

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ ہیں: (۱) عباس بن علیؓ۔ (۲) عبداللہ بن علیؓ۔ (۳) جعفر بن علیؓ۔ (۴) عثمان بن علیؓ (۵) محمد بن علیؓ

(ج) آپ کے چچا جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں: (۱) محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ (۲) عون بن عبداللہ بن جعفرؓ

(د) آپ کے دوسرے چچا عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے: (۱) عبداللہ بن عقیلؓ۔ (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ۔ یہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ (المسعودی ج ۳ ص ۹۱)

قاتل حسینؓ زرعہ بن شریک التیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری۔ سنان بن انس النخعی نے آپ کو نیزہ مارا اور پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا۔[1]

## شہدائے کربلا کے جنازے

طبری کی روایت کے مطابق حضرت حسینؓ کے ساتھیوں میں بہتر (۷۲) شخص شہید ہوئے۔ ان کے شہید ہونے کے ایک دن بعد، مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے، وہ آئے اور انہوں نے مل کر امام حسینؓ اور ان کے شہید ساتھیوں کو دفن کیا۔

[1] تاریخ المسعودی ج ۳ ص ۹۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ابن سعد کے لشکر میں سے ۸۸ شخص قتل ہوئے اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ ابن سعد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔[1]

## شہدائے کربلا کی تدفین

مسعودی لکھتے ہیں: اور شہریوں نے جو بنی عامر کے قبیلے سے تھے جو بنی اسد سے تعلق رکھتا تھا، صرف حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل ہونے کے ایک روز بعد دفن کر دیا۔[2]

## کوفیوں کے مقتول

مسعودی لکھتے ہیں: کوفیوں کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد اٹھاسی (۸۸) ہے۔(تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۲)

عبد الوحید الحنفی خادم اہلسنت

## کربلا میں شہید ہونے والے (۸۷) آدمی تھے

مسعودی مؤرخ لکھتے ہیں: حضرت حسینؓ کے ساتھ عاشورہ کے روز کربلا میں قتل ہونے والے ستاسی (۸۷) آدمی تھے۔ جن میں آپ کا بیٹا علی اکبر بھی تھا۔(تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۰)

## سر حسینؓ کی روانگی کوفہ

حضرت حسینؓ کے قتل ہوتے ہی ان کے سر کو اسی دن خولی کے ہاتھ

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۲، تاریخ مروج الذہب، معاوی الجواہر مسعودی ج ۳ ص ۹۲

[2] تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۲

حمید بن مسلم کو ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

## ابن زیاد نے قاتل حسینؓ کا سر قلم کرادیا

شیعہ مصنف باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان ستم کاروں کے ستم کار گروہ نے سید الشہداء کے سر مبارک کو کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پیش کیا تو جس ظالم نے سید الشہداء کے سر کو پیش کیا اس نے کہا کہ:

میں نے ایک بہت بڑے سردار کو قتل کیا ہے۔ جو اپنے والدین کے اعتبار سے کائنات سے بہتر و برتر تھا، جب از راہ فخر لوگ اپنا نسب بیان کرتے ہیں تو "نسب" کے لحاظ سے وہ تمام کائنات سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔

جس وقت ابن زیاد نے اس ظالم کی یہ گفتگو سنی تو غضب ناک ہو گیا۔ اور اس کے اندر آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور اس نے چیخ کر کہا:

اگر تو جانتا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کے لحاظ سے اشرف و افضل تھے تو تم نے ان کو قتل کیوں کیا؟

اس وقت اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن اس کے جسم سے اتار دی جائے۔ اسی وقت اس ملعون کو جہنم پہنچا دیا گیا۔[1]

---

[1] شیعہ مترجم لکھتے ہیں کہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار "سنان بن انس" نے پڑھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو جلد اس کے فعل قبیح کی وجہ سے جہنم کی طرف اٹھا لیا۔ کربلا میں حضرت حسینؓ کا سر کاٹنے والا یہی شخص تھا۔ (مقتل مجلسی مؤلفہ ملا باقر مجلسی ص ۳۴۴)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

باب...12

# اہل بیتؓ کی کوفہ روانگی

O ابن سعد نے اس دن وہیں مقام کیا۔ دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دے۔

وہ اپنے ساتھ حضرت حسینؓ کے خاندان کی بیٹیوں کو اور بہنوں اور بچوں کو سوار کر کے لے چلا اور حضرت علی بن حسینؓ بیمار تھے۔

O حمید بن مسلم راوی کہتا ہے کہ: علی بن حسینؓ کو جب ابن زیاد کے سامنے لائے میں اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے پورا نام پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: علی بن حسینؓ ہوں۔

پھر علی بن حسینؓ نے کہا: اے ابن زیاد! اگر تم میں اور ان لوگوں میں قرابت ہے تو کسی پرہیز گار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمان کی طرح ان کے ساتھ رہے۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ لڑکے کو چھوڑ دو۔ جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمہیں جاؤ۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۴)

## حضرت حسینؓ کے سر کی شام روانگی

ابن زیاد نے اس کے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسینؓ اور ان کے

اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہؓ کے پاس روانہ کر دیا۔

زخر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی، اور طارق ابو ظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زخر بن قیس جب یزید کے پاس پہنچا تو یزید نے کہا: وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اور تم کیا خبر لائے ہو؟

زخر نے کہا: حسین بن علیؓ ہمارے مقابلہ میں اٹھارہ شخص اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے حامیوں میں سے لے کر وارد ہوئے۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: یا تو اطاعت اختیار کریں اور امیر ابن زیاد کے حکم کی اطاعت کریں یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔

انہوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔

اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں۔ امیر المومنین! واللہ! جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لیے آنکھ جھپک جاتی ہے، بس اتنی دیر میں ہی سب سے آخری شخص کو ان میں سے ہم قتل کر چکے تھے۔[1]

---

[1] حمید بن مسلم، واقعہ کربلا کا واقعہ نویس بقول شیعہ کوثر بہریلوی مترجم جلاء العیون یہودی مذہب رکھتا تھا (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۵۶ حاشیہ)۔ ابن زیاد کے لشکر کا راوی ہے۔ اس لیے اس نے روایات

## شہادتِ حسینؓ پر یزید کا اظہار تاسف

یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا:
میں تمہاری اطاعت سے جب خوش ہوتا کہ تم نے حسینؓ کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اللہ لعنت کرے پسر سمیہ پر۔ سنو! واللہ! اگر حسینؓ کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ان کو معاف ہی کر دیتا۔ اللہ حسینؓ پر رحم کرے۔ یزید نے زخر کو صلہ کچھ بھی نہ دیا۔[1]

## واقعہ کربلا شیعہ راوی کی روایت

ابو مخنف شیعہ راوی واقعہ کربلا کے بیان میں امام حسینؓ اور اہل بیت عظام کا قطعاً کوئی احترام نہیں کرتا بلکہ داستانِ کربلا اس طرح بیان کرتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے خلاف جو فریق تھا اس جیسا کوئی تاریخ عالم میں فاسق، ظالم، کافر نہیں تھا۔ گویا کہ ابو جہل کے لشکر کا منظر پیش کر کے نیتجتاً ابو جہل کے لشکر کو غالب[2] اور اسلام کے پیرو امام حسینؓ کو

---

میں بہت بڑھا چڑھا کر منظر پیش کیا ہے۔ یزیدی لشکر ظالم اور اہل بیت رسول اللہ مظلوم تھے لیکن واقعات میں بڑی بے ادبی سے ایسی لفاظی کی ہے کہ ان کا لکھنا بھی بے ادبی سے خالی نہیں۔ بعض چیزوں کا نقل کرنا بھی کسی لحاظ سے اہل بیت کے تقدس کے خلاف ہے، اس لیے ان کو تحریر نہیں کیا گیا۔ راوی کو نہ صحابہؓ کا ادب ہے نہ اہل بیتؓ کے تقدس کا خیال ہے۔ نقل کفر، کفر نہ باشد

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۶

[2] شیعہ راوی ابو مخنف نے یہ روایت چلائی جو بعد والے بعض مؤرخ نقل در نقل کرتے چلے گئے کہ جب حضرت حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے تھے۔ لیکن یہ من گھڑت روایت اور عقل و نقل کے خلاف بھی ہے۔ روایت کرنے والا شیعہ اور ضعیف ہے۔ کیوں کہ

**ناکام ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی لاشوں کی اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی کی داستان جو ابو مخنف شیعہ راوی نے بیان کی ہے۔ اس کو کیا سچا مانا جاسکتا ہے؟ اس داستان کی بعض روایتوں کا حقیقت کربلا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔** [1]

---

مذکورہ واقعات اس کی تردید کر رہے ہیں۔

[1] مثلاً یہ روایت جھوٹی ہے جو ابو مخنف شیعہ راوی نے چلائی ہے کہ "جونہی سر حسینؓ یزید کے سامنے آیا ایک کوّے کی کائیں کائیں سنائی دی تو یزید یہ اشعار پڑھنے لگا:

"اے کوّے جو بین تو کرتا ہے کر۔ جس واقعہ پر تو روتا ہے وہ تو اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ہر سلطنت اور ہر نعمت زوال پذیر ہے اور زمانے کی چال اسی رفتار سے رواں دواں ہے۔ کاش! آج میرے اجداد و بزرگ جو بدر میں تھے، موجود ہوتے اور دیکھتے کہ قوم خزرج تلواریں اور نیزے کھا کھا کر نالہ و فغاں کر رہی ہے، یہ دیکھ کر پھولے نہ سماتے اور خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتے اور کہتے کہ اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔ میں حندف کی نسل نہیں کہ احمد مختار کے بیٹوں سے جو انہوں نے ہمارے (اسلاف) کے ساتھ کیا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے اپنی سلطنت کا ایک کھیل کھیلا ورنہ خدا کی طرف سے کوئی وحی یا پیغام ان کے پاس نہیں آیا تھا۔ ہم نے بجلی کی کڑک جیسے رعب والے بزرگوں کو قتل کر کے بدر کو زیر کر کے اپنا اور ان کا حساب برابر کر دیا ہے۔"

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴۴) ابو مخنف کی روایت من گھڑت ہے۔

**ابی مخنف کا تعارف** "مقتل ابی مخنف" کی ابتدا میں شیعہ مترجم نے مقدمہ میں لکھا ہے:

(۱) ابی مخنف لوط بن یحییٰ کا تعلق آل مخنف بن سلیم خاندان سے تھا۔

(۲) بظاہر تو تواریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود نہ تھے۔ بلکہ دوسرے راویوں سے حالات کو نقل کیا ہے۔

(۳) ابی مخنف کے شیعہ ہونے کا علامہ مامقانی نے "تنقیح المقال"، علامہ سید صادق آل بحر العلوم نے حاشیہ "فہرست" اور شیخ عباس قمی نے "الکنی و الالقاب" میں تذکرہ کیا ہے۔ (مقتل ابی مخنف، مقدمہ ص ۱۵)

**مقتل ابی مخنف... کتاب تعارف** "مقتل ابی مخنف" کتاب کے ابتدائیہ میں مصنف کے تعارف میں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## سر حسینؓ کے متعلق دوسری روایت یزید کے گھر افسوس

ایک روایت یہ ہے کہ اہل کوفہ حسینؓ کا سر لے کر جب دمشق میں داخل ہوئے، یہ لوگ یزید کے پاس گئے اور اس کے سامنے حسینؓ کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کیا۔ ہندہ دختر عبد اللہ بن عامر زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو پوچھا: اے امیر المومنین! کیا یہ سر حسینؓ بن فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا ہے؟ یزید نے کہا: ہاں یہ انہیں کا سر ہے۔ اے ہندہ! رسول اللہ ﷺ کے نواسہ فخر خاندان قریش بن فاطمہؓ کے لیے افسوس کر۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کرنے میں بہت جلدی کی۔ اللہ اس کو قتل کرے"۔[1] (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

مترجم نے یہ لکھا ہے: شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ابی مخنف کی اور کتب کے ساتھ اس کتاب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(۲) طبری نے جو اہل سنت کے مشہور ترین تاریخ نویس ہیں، اپنی تاریخ میں "مقتل ابی مخنف" کی روایات کو بعینہٖ نقل کر کے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ (مقتل ابی مخنف ص ۱۶)

اس کے برعکس طبری نے تو لکھا ہے کہ ہماری اس تاریخ کی کتاب میں کسی خبر و روایت کو پڑھنے والا اجنبی سمجھے یا سننے والا قبیح قرار دے صرف اس بنا پر کہ وہ اس روایت کو درست نہیں سمجھتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ ہم نے ان کو اسی طرح آگے لکھ دیا ہے جس طرح وہ ہم تک پہنچی تھیں۔ (مقدمہ طبری ص ۱۷) یعنی تاریخ طبری کی روایات کا صحیح ہونا امام طبری کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔

(۳) اسی طرح ابن اثیر نے بھی "مقتل ابی مخنف" کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی شیخ طوسی، طبری اور ابن اثیر کے زمانوں میں موجودگی ثابت ہے۔ [مقتل ابی مخنف ص ۱۶]

[1] چنانچہ محرم ۶۶ھ میں ابن زیاد بھی قتل ہو گیا۔ ابو مخنف کی روایت کے برعکس یہ روایت ابو مخنف کے بیان کی تردید کر رہی ہے۔ اس میں یزید قتلِ حسینؓ پر ابنِ زیاد کے لیے بد دعا کر رہا ہے۔

## اہل بیت اور یزید کا حادثہ کربلا پر رنج و غم

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا کی خبر سنتے ہی یزید کی آنکھیں پُر اشک ہو گئیں۔ بولا: میں تم لوگوں سے بغیر قتل حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ابن سمیہ پر ہو۔ اللہ کی قسم اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں حسینؓ سے در گزر کر جاتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؓ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

جب اہل بیت گرفتار پیش ہوئے تو یزید نے کہا: یہ آزاد و بزرگ بیباں ہیں۔ اپنے چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ۔ تم دیکھو گی کہ انہوں نے بھی یہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے"۔ پس یہ سب عورتیں یزید کے محل میں گئیں۔ مکان میں کوئی عورت ایسی نہ تھیں، جس کی آنکھیں پر نم نہ رہی ہوں۔ اس کے بعد علی بن حسینؓ جو پاس کھڑے تھے، بولے:

اگر رسول اللہ ﷺ ہم کو اس حالت میں دیکھتے تو وہ ہم کو زحمت قید سے آزاد کر دیتے۔"

یزید نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: "بے شک تم سچ کہتے ہو۔" پھر حاضرین دربار کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"اسی وقت ان کے ہاتھوں کو کھول دو۔ پس یہ زحمت سے بری ہو گئے۔" (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۵۴۷)

۲۔ مصنف عقد الفرید نے لکھا ہے کہ:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جس وقت قیدیان اہل بیت یزید کے روبرو پیش کیے گئے۔ نعمان بن بشیر انصاریؓ نے کہا:

ذرا سوچو رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے؟ اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے؟

یزید نے کہا: تم سچ کہتے ہو ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کو خیمہ استادہ کر دیں اور کھانا کپڑا حسب ضرورت مہیا کر دیں۔

چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۵۴۶)

## یزید نے بھی قاتل حسینؓ کا سر قلم کرادیا

جلاء العیون کے مصنف شیعہ مؤرخ علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

قطب راوندی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ:

میں ان میں سے ہوں جو "عمرو بن سعد" کے لشکر میں تھے اور ان چالیس نفر سے ہوں جو امام حسینؓ کا سر شام لے گئے تھے اور راہ میں بہت معجزات سر بزرگوار سے مشاہدہ کیے۔

جب ہم دمشق میں داخل ہوئے، جس روز اس سر مطہر کو یزید کی مجلس میں لیے جاتے تھے۔ قاتل نے سر مبارک اٹھا کر یہ رجز پڑھا کہ:

میں نے بادشاہ بزرگ کو قتل کیا ہے اور میں نے اس شخص کو قتل کیا جو سب سے افضل ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یزید نے کہا: جبکہ تو جانتا تھا کہ وہ ایسے بزرگ ہیں۔ پھر کیوں ان کو قتل کیا؟ بعد اس کے یزید نے اس ملعون کے قتل کا حکم دے دیا۔[1]

## اہلِ بیت کے بچوں کو دیکھ کر یزید کے تاثرات

(ا) تاریخ عقد الفرید میں ہے کہ:

جب اہل بیت کی عورتیں یزید کے پاس پیش ہوئیں تو سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ بنت حسینؓ نے کہا:

اے یزید! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت قیدی ہیں۔

یزید نے جواب دیا: ہر گز نہیں ...... وہ آزاد ہیں ...... اور معزز و مکرم ہیں تم اپنے چچا کی بیٹیوں (یعنی یزید کے گھر والوں) کے پاس آجاؤ ...... وہ تمہارا ویسا ہی احترام کریں گی، جیسا میں نے احترام کیا ہے۔[2]

جناب فاطمہ بنت حسینؓ کا بیان ہے کہ جب میں یزید کے حرم سرا خاص میں گئی تو میں نے دیکھا کہ ہر عورت اظہار افسوس کر رہی تھی اور رو رہی تھی۔[2]

---

[1] جلاء العیون ج ۲ ص ۲۹۸ مؤلفہ باقر مجلسی

[2] یزید خاندانی طور پر حضرت زینب بنت علیؓ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کا رشتہ دار بھی تھا۔ وہ اس طرح کہ حضرت زینب کے شوہر حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی دوسری زوجہ سے ایک بیٹی اُم محمد یزید کے نکاح میں تھی۔ اس نسبت سے حضرت زینب بنت علیؓ اور فاطمہ بنت حسینؓ، یزید کی رشتہ دار بھی تھیں۔ لیکن خارجیوں کوفیوں نے کوفہ میں غداری کر کے اہل بیت کے ساتھ جو ظلم و ستم کیا تھا اس پر یزید اور اس کے گھر والے آنسو بہا رہے تھے اور کف افسوس مل رہے تھے۔

## یزید نے اہل بیت کو قید سے آزاد کر دیا

**(۲) تاریخ عقد الفرید میں ہے:**

**یزید نے اہل بیت کو دیکھتے ہوئے کہا:**

**احرزت انفسکم عبید اھل العراق و ما علمت بخروج ابی عبداللہ و لا بقتلہ۔**

تم اہلِ عراق کے غلام بن گئے اور مجھ کو نہ تو ان کے خروج کا علم ہوا اور نہ ان کے قتل کا۔[1]

## یزید کا واقعہ کربلا پر اظہار افسوس

**(۳) البدایہ والنہایہ میں ہے کہ:**

یزید نے اہل بیت کے بچوں اور عورتوں کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور ان کی حالت کو دیکھا تو اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا:

**قبح اللہ ابنِ مرجانۃ لو کنت بینھم و بینۂ قرابۃ و رحم ما فعل ھذا بھم و لا بعث بکم ھذا۔**

ترجمہ: اللہ! ابن مرجانہ کا برا کرے...... اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو یہ سلوک نہ وہ تمہارے ساتھ کرتا...... نہ اس برے طریقہ پر تم کو یہاں بھیجتا۔[2]

---

[1] عقد الفرید ج ۵ ص ۱۳۱، قتل الحسین، دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] البدایہ والنہایہ ص ۴۰۸ ج ۸، تاریخ ابنِ اثیر ج ۲ ص ۱۸۱

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## یزید کا حضرت امام زین العابدینؒ سے حسن سلوک

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

یزید کوئی ناشتہ اور کھانا نہ کھاتا تھا جس میں علی بن حسینؒ کو نہ بلاتا ہو۔(شہید کربلا ص۸۶۔مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی)

## امام حسینؓ کی یزید سے رشتہ داری

حضرت امام حسینؓ کی ایک زوجہ ام لیلیٰ جو میمونہ بنت ابی سفیانؓ کی بیٹی تھیں۔اس راہ سے امام علی اصغر بن حسینؓ یزید کے بھانجے تھے یعنی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے۔اور حضرت امام حسینؓ کی زوجہ ام لیلیٰ حضرت ابو سفیانؓ کی نواسی تھیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

## یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرانا ثابت نہیں

امام غزالیؒ کا ارشاد:

**وما صبح قتله الحسين رضى الله عنه و لا مربه و لا رضيه و ممهما لا يصح ذلک منه لا يجوز ان يظن ذلک به فان اساء ة الظن بالمسلم ايضا حرام وقد قال تعالٰى: اجتنبوا كثيرا من الظن۔**

**ثم قال النبى صلى الله عليه وآله وسلم: ان الله حرم من المسلم ومه و ماه و**

---

[1] شیعہ کتاب ذبح عظیم ص۲۱۶ مصنفہ سید اولاد حسین فوق بلگرامی ... ایمانی دستاویز باب ہشتم ص۶۶۳ مؤلفہ مولانا حافظ مہر محمد میانوالویؒ

عرضه وان یظن به ظن اسوء

ترجمہ: یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرنا یا اس کا حکم دینا یا اس پر راضی ہونا ہرگز ثابت نہیں اور جب تک ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کا الزام یزید پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ جبکہ کسی مسلمان پر الزام تراشی قطعی حرام ہے۔

ارشاد الٰہی ہے کہ: بد گمانیاں کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اللہ نے مسلمانوں کا مال، اس کی جان، اس کی عزت و آبرو اور اس کے متعلق بدگمانی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

امام غزالیؒ کی مندرجہ عبارت میں تو یزید کے صالح و عادل ہونے کا کہیں ذکر ہی نہیں۔اس میں تو امام غزالیؒ نے یہی فرمایا ہے کہ یزید قاتل حسینؓ نہیں وغیرہ۔اس لیے بغیر ثبوت کے اس کے ساتھ اس قسم کی بدظنی نہیں کرنی چاہیے۔

یزید کو امام غزالیؒ نے مسلمان قرار دیا ہے، نہ کہ صالح و عادل مسلمان۔کیا ہر مسلمان عادل و صالح ہوتا ہے؟[1]

[1] خارجی فتنہ ج ۲ ص ۶۲۔مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# لعن یزید کا مسئلہ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں: امام غزالیؒ فرماتے ہیں: رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اس نے حضرت امام حسینؓ کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اس کو لعنت کہنا درست ہے یا نہیں؟ تو اس کا یہ حال ہے کہ قتل و اجازت دونوں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچے۔لعنت کا تو کیا ذکر ہے۔

جب تک اس کا قتل و اجازت ثابت نہ ہو تب تک اس کو قاتل اور اجازت دہ بھی نہ کہنا چاہیے۔اس لیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اس کی نسبت مسلمانوں کی طرف بلا ثبوت کامل نہیں ہو سکتی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہ ہو گا تو یہ لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آئے گا۔

اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں۔

حالاں کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہیں ہوتا، تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نہ کریں۔وصف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔(مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۷۔مؤلفہ امام غزالی)

مولانا قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:

بندہ باتباع اکابر یزید کو فاسق قرار دیتا ہے، نہ اس کی تکفیر کرتا ہے نہ لعن۔البتہ امام غزالیؒ کی یہ عبارت ان حضرات کے جواب میں پیش کی جا سکتی ہے جو یزید کو قاتل یا قتل کی اجازت دینے والا سمجھتے ہیں یا فاسق قرار دے کر بھی اس پر لعنت کو جائز کہتے ہیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب نے کہا ہے کہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

**و اما ترک بحبة فلاں المحبة الخاصة انما تکون للنین و الصدیقین و شھداء و الصلحین و لیس واحداً منھم وقد قال النبی ﷺ: المرٔ مع من احب و من اٰمن باللہ و الیوم الآخر لا یختار ان یکون مع یزید و لا مع امثالہ من الملوک**

---

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۶۳ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

**اندین لیسوا بعادلین۔**(رسالہ سوال عن یزید بن معاویہ ص۲۸)

اور یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خاص محبت انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یزید ان میں سے کسی میں بھی (شامل) نہیں ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس بات کو اختیار نہیں کرتا کہ وہ قیامت میں یزید کے ساتھ ہو اور نہ ہی وہ یزید جیسے دوسرے بادشاہوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے جو عادل نہیں۔

مولانا قاضی مظہر حسینؒ لکھتے ہیں:

یہ ہیں یزید وغیرہ سے محبت کرنے یا نہ کرنے کے مختلف پہلو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک یزید صالح اور عادل ہے۔[1]

## یزید فاسق تھا ... حضرت تھانویؒ

حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے ایک سوال کے جواب

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص۱۱۹ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں فرمایا ہے: یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا، حضرت امام حسینؓ نے ناجائز سمجھا۔[1]

## حضرت حسینؓ کا موقف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

کوئی سُنّی مسلمان حضرت حسینؓ کے خلوص و تقویٰ میں شبہ نہیں کر سکتا انہوں نے جو کچھ کیا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کیا۔

ان کو حضور رحمت للعالمین ﷺ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ سے جو ایمانی و روحانی فیضان نصیب ہوا تھا۔ اس سے یزید کی کوئی نسبت نہیں ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

حضرت حسینؓ کو زبانِ رسالتؐ سے جنت کے جوانوں کے سردار ہونے کی بشارت نصیب ہوئی۔

**الحسن و الحسین و سیّدا شباب اھل الجنۃ۔**

[1] امداد انقادی ج ۴ ص ۴۶۵۔ خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۱۹۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

انہیں محبوب کبریا حضرت محمد ﷺ کی گود نصیب ہوئی، حضرت حسین، یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی تھی۔(خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۲۱۳۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

## یزید کی علی بن حسینؓ سے بات چیت

یزید نے بزرگانِ شام کو بلا کر اپنے گردا گرد بٹھایا۔ پھر علی بن حسینؓ و اطفالِ حسینؓ کو بٹھایا۔

علی بن حسینؓ نے قرآن سے پڑھا:

مَا اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا۔(سورہ حدید آیت ۲۲)

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے، نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔

یزید نے پڑھا:

مَاۤ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ [1]

اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے

---

[1] سورہ شوریٰ آیت ۳۰

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

ہوئے کاموں سے اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیئے گئے ہیں۔

یزید یہ پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اور کہنے لگا:

اللہ برا کرے پسر مرجانہ کا۔ اگر اس میں اور تم لوگوں میں قرابت داری ہوتی تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور اس حالت سے تم کو نہ بھیجتا۔

فاطمہ بنت علیؓ بیان کرتی ہیں: جب ہم لوگ یزید کے پاس پہنچے تو اسے ترس آیا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۸۲۲)

## شہدائے کربلا میں شہدائے بنی ہاشم

خادم حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں حضرت فاطمہؓ ہے۔ ان کا قاتل سنان بن انس۔

(۲) عباس بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔ ان کا قاتل زید بن رقاد جہنی۔

(۳) جعفر بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔ ان کا قاتل حکیم بن طفیل سبنی۔

(۴) عبداللہ بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔

(۵) محمد بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔

(۶) عثمان بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل خولی بن یزید

(۷) ابو بکر بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔

| | |
|---|---|
| (۸) علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب | ان کی ماں لیلیٰ بنت ابو مرہ ہیں قاتل مرہ بن منقذ عبدی |
| (۹) عبداللہ بن حسینؓ بن علیؓ | ان کی ماں رباب بنت امرو القیس۔ قاتل ہانی بن شیب |
| (۱۰) ابو بکر بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب | ان کی ماں ایک کنیز تھیں۔ ان کا قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی۔ |
| (۱۱) عبداللہ بن حسنؓ بن علیؓ ابی طالب | ان کی ماں کنیز تھیں قاتل حرملہ بن کاہن |
| (۱۲) قاسم بن حسنؓ بن علیؓ | ان کی ماں کنیز تھیں قاتل سعد بن عمرو ازدی |
| (۱۳) عوف بن عبداللہ بن جعفرؓ طیار | ان کی ماں جانہ بنت قاتل عبداللہ بن قطبہ بنہائی |
| (۱۴) محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ طیار | ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ، ان کا قاتل عامر بن نہشل تیمی |
| (۱۵) جعفر بن عقیلؓ بن ابی طالب | ان کی ماں ام البنین بنت شقر تھیں ان کا قاتل بشر بن رحوطہ ہمدانی |
| (۱۶) عبدالرحمن بن عقیلؓ | ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل عثمان بن خالد جہنی |
| (۱۷) عبداللہ بن عقیلؓ بن ابی طالب | ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل عمرو بن صبیح صدائی |
| (۱۸) مسلم بن عقیلؓ بن ابی طالب | ان کی ماں کنیز تھیں۔ کوفہ میں بحکم ابن زیاد |
| (۱۹) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ | ان کی ماں رقیہ بنت علی بن ابی طالب ان کا قاتل عمرو بن صبیح صدائی یا امیہ بن مالک حضرمی |
| (۲۰) محمد بن ابی سعید بن عقیلؓ | ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل لقیط بن یاسر جہنی [1] |

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۲

**باب...13**

# اہل بیتؓ کی روانگی حجاز

علامہ طبری لکھتے ہیں: جب شام سے واپس مدینہ جانے کے لیے اہل بیت نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسینؓ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: اللہ پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ! اگر حسینؓ میرے پاس آتے، جس بات کی مجھ سے درخواست کرتے، میں وہی کرتا لیکن اللہ کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمہیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا، میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیئے اور اس بدرقہ راہ کو ان لوگوں کے بارے میں تاکید کر دی۔

یہ شخص جو بدرقہ راہ تھا، سب کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ بھر قافلہ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سارا قافلہ اس کی نگاہ کے سامنے رہے۔ آگے آگے چلے جب یہ لوگ کسی جگہ ٹھہرنے کے لیے سواریوں سے اترتے تھے تو یہ ایک طرف کنارہ پر ہو جاتا تھا۔ خود بھی اور اس کے ساتھ والے بھی ہر سمت میں قافلہ کے گرداگرد پھیل جاتے تھے۔ جو طریقہ کہ پاسبانوں کا ہوتا ہے۔ اور خود اس طرح علیحدہ سب سے اترتا تھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کو یا قضائے حاجت کے لیے جائے تو اسے زحمت نہ ہو۔ اسی طرح ان لوگوں کو راستہ میں راحت پہنچاتا ہوا، ان کی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

ضرورتوں کو پوچھتا ہوا، ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں سب کو لے کر داخل ہوا۔

فاطمہ بنت علیؓ نے اپنی بہن زینب سے کہا: پیاری بہن! یہ مرد شامی ہمارے سفر میں بہت خوبیوں سے پیش آیا، اسے کچھ انعام دے دیں۔ واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں، جو اسے انعام میں دوں۔ فاطمہ بنت علیؓ نے کہا! اچھا ہم دونوں اپنا زیور اسے انعام میں دیں گے۔ غرض دونوں بیبیوں نے اپنے اپنے کنگن اتار کر بدرقہ کے پاس بھیجے۔ اس سے عذر کے ساتھ یہ کہلا بھیجا، کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے، یہ اس کا صلہ ہے۔

اس نے کہا: میں نے جو کچھ خدمت کی ہے، اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں، میں خوش ہو جاتا۔ لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اور رسول اللہ ﷺ سے جو قرابت آپ کو ہے۔ اس کے خیال سے کی ہے۔ [1]

## حضرت امام حسینؓ کی امام زین العابدینؓ کو وصیت

شیعہ کتاب "اصول کافی" میں ہے:

(بقول شیعہ) اس وصیت نامہ میں یہ بھی تحریر تھا:

**فلما قضی دفعها الی علی بن الحسین قبل ذلک ففتح**

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۳۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**الخاتم الرابع فوجد فیھا ان صمت و اطراق لما حجب العلم۔**(شافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۲۱)

جب انہوں (یعنی امام حسینؓ) نے شہادت پائی تو وہ وصیت نامہ علی بن حسینؓ (یعنی امام زین العابدین) کو دے دیا۔

انہوں نے چوتھی مہر توڑی، لکھا تھا: چپ رہو اور رضائے الٰہی میں سر جھکائے رہو کیوں کہ علم حجاب میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

اس میں لکھا تھا کہ سر تسلیم خم کرو۔ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کر مرتے دم تک عبادت کرو۔[1]

## حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ کا صبر و انتقال

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ اربابؓ بنت امرئ القیس بھی آپ کے ساتھ اسی سفر میں تھیں۔ اور شام بھیجی گئیں، پھر سب کے ساتھ مدینہ پہنچیں، باقی عمر اسی طرح گزاری کہ کبھی مکان کے سایہ میں نہ رہتی تھیں۔ کوئی کہتا کہ دوسری شادی کر لو تو جواب دیتی تھیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کسی کو اپنا خسر بنانے کے لیے تیار نہیں۔ بالآخر

[1] شافی شرح اصول کافی مؤلفہ یعقوب کلینی ص ۳۲۲

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ایک سال بعد وفات ہو گئی۔[1]

## حضرت حسینؓ کا سر مبارک جنت البقیع میں دفن ہے

ابن سعد لکھتے ہیں:

مؤرخین نے کہا ہے کہ عمرو بن سعید بن عاص بن سیبائی کو یزید بن معاویہؓ نے والیٔ مدینہ بنایا تھا۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے وقت وہ مدینے ہی کی ولایت پر تھے یزید نے ان کے پاس حضرت حسینؓ کا سر بھیجا، تو انہوں نے اس کو کفن دے کر بقیع میں ان کی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

(منقول از رسالہ کربلا نمبر النجم لکھنؤ ۱۰ محرم ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۳ء)

| نمبر شمار | نام شہید کربلا | حوالہ |
|---|---|---|
| ۱ | امام حسینؓ بن علیؓ المرتضیٰ بن ابی طالب | (الف)[3] |
| ۲ | ابو بکر عبداللہؓ بن علیؓ المرتضیٰ (حسینؓ کے علاتی بھائی) | (الف) |
| ۳ | عمرؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۲۱ سال تھی) ( " " " ) | (الف) |

[1] شہید کربلا مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی ص ۸۹

[2] طبقات ابن سعد حصہ پنجم تابعین تبع تابعین ص ۲۴۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۴

[3] (الف)...... جلاؤ العیون ج ۱ ص ۲۴۴

| نمبر شمار | نام شہیدِ کربلا | | حوالہ |
|---|---|---|---|
| ۴ | عثمانؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۱۹ سال تھی) | ( " " " ) | (الف) |
| ۵ | حضیرؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۲۵ سال تھی) | ( " " " ) | (الف) |
| ۶ | عبداللہؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (الف) |
| ۷ | محمدؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (الف) |
| ۸ | ابراہیمؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (الف) |
| ۹ | عباسؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (الف) |
| ۱۰ | جعفرؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (الف) |
| ۱۱ | علی اکبرؓ بن حضرت حسینؓ بن علیؓ (عمر ۱۸ سال تھی) | | (الف) |
| ۱۲ | علی اصغرؓ بن حضرت حسینؓ (شیر خوار تھے) | | (ب)[1] |
| ۱۳ | ابو بکرؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ | (حسینؓ کے بھتیجے) | (ب) |
| ۱۴ | عمرؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ | (حسینؓ کے بھتیجے) | (ب) |
| ۱۵ | عبداللہؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (ب) |
| ۱۶ | قاسمؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ | ( " " " ) | (ب) |
| ۱۷ | جعفرؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب | (حسینؓ کے چچازاد بھائی) | (ب) |
| ۱۸ | عبدالرحمٰنؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب | ( " " " ) | (ب) |
| ۱۹ | عبداللہؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب | ( " " " ) | (ب) |

[1] (ب)...... آفتابِ ہدایت مؤلفہ مولانا کرم دین صاحب ص ۴۵۹ تا ۴۶۱

| نمبر شمار | نام شہیدِ کربلا | حوالہ |
|---|---|---|
| ۲۰ | محمد بن ابی سعیدؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب | (ب) |
| ۲۱ | عبد اللہ بن مسلمؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب | (ب) |
| ۲۲ | محمد بن عبد اللہؓ[1] بن جعفرؓ بن ابی طالب (حسینؓ کے بھانجے) | (ب) |
| ۲۳ | عون بن عبد اللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالب (زینبؓ کے پسر) | (ب) |
| ۲۴ | فیروزؓ (حضرت حسینؓ کے غلام) | (ب) |
| ۲۵ | سعدؓ (حضرت حسینؓ کے غلام) | (ب) |
| ۲۶ | مسلمؓ بن عوسعہ اسدی | (ب) |
| ۲۷ | حبیبؓ بن الازہر اسدی | (ب) |
| ۲۸ | انسؓ بن کامد اسدی | (ب) |
| ۲۹ | حبانؓ بن حارث سلیمانی اسدی | (ب) |
| ۳۰ | بشیرؓ بن عمرو حضرمی | (ب) |
| ۳۱ | ابن جندب حضرمی | (ب) |
| ۳۲ | جریرؓ ہمدانی یا یزیدؓ حصنین ہمدانی | (ب) |
| ۳۳ | زیدؓ بن قیس بجلی | (ب) |
| ۳۴ | بلالؓ بن نافع علی | (ب) |
| ۳۵ | عبد اللہؓ بن عمرو کلبی | (ب) |

عبدالوحید الحنفی

[1] یہ حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں۔

| نمبر شمار | نام شہیدِ کربلا | حوالہ |
|---|---|---|
| ۳۶ | وہبؓ بن عبداللہ کلبی | (ب) |
| ۳۷ | قیسؓ بن مسہر صیداوی | (ب) |
| ۳۸ | عمروؓ بن خالد صیداوی | (ب) |
| ۳۹ | سعیدؓ (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی) | (ب) |
| ۴۰ | عبداللہؓ بن عروہ بن خراق غفاری | (ب) |
| ۴۱ | عبدالرحمٰنؓ بن عروہ غفاری | (ب) |
| ۴۲ | حُرؓ (غلام آزاد ابوذر غفاری) | (ب) |
| ۴۳ | شیثؓ بن عبداللہ نہشلی | (ب) |
| ۴۴ | قاسطؓ بن زہیر تغلبی | (ب) |
| ۴۵ | کردوسؓ بن زہیر تغلبی | (ب) |
| ۴۶ | کنانہؓ بن عتیق انصاری | (ب) |
| ۴۷ | عمروؓ بن ضبیعہ | (ب) |
| ۴۸ | عبداللہؓ بن یزید قیسی | (ب) |
| ۴۹ | عبیداللہؓ بن یزید قیسی | (ب) |
| ۵۰ | یزید قیسیؓ | (ب) |
| ۵۱ | قضبؓ بن عمرو نمری | (ب) |
| ۵۲ | سالمؓ (غلام آزاد عامر بن مسلم) | (ب) |

| حوالہ | نام شہیدِ کربلا | نمبر شمار |
|---|---|---|
| (ب) | زہیرؓ بن بشیر جعفی | ۵۳ |
| (ب) | حجاجؓ بن مسروق جعفی | ۵۴ |
| (ب) | بدرؓ بن معقل جعفی | ۵۵ |
| (ب) | مسعودؓ بن حجاج انصاری | ۵۶ |
| (ب) | سیفؓ بن مالک انصاری | ۵۷ |
| (ب) | عامرؓ بن مسلم انصاری | ۵۸ |
| (ب) | جوہرؓ بن مالک انصاری | ۵۹ |
| (ب) | دغانہؓ بن مالک انصاری | ۶۰ |
| (ب) | نعیمؓ بن عجلان انصاری | ۶۱ |
| (ب) | ابو ثمامہؓ انصاری | ۶۲ |
| (ب) | عمارؓ بن ابی سلات انصاری | ۶۳ |
| (ب) | شیبؓ بن حارث انصاری | ۶۴ |
| (ب) | مالکؓ بن سریع انصاری | ۶۵ |
| (ب) | محمدؓ بن انس انصاری | ۶۶ |
| (ب) | محمدؓ بن مقدار انصاری | ۶۷ |
| (ب) | قیسؓ بن ربیع انصاری | ۶۸ |
| (ب) | حرؓ بن یزید ریاحی | ۶۹ |

عبدالوحید الحنفی

| نمبر شمار | نام شہیدِ کربلا | حوالہ |
|---|---|---|
| ۷۰ | مصعبؒ برادر حرریاحی | (ب) |
| ۷۱ | علیؒ بن حر بن یزید ریاحی | (ب) |
| ۷۲ | عروہؒ (غلام) علی بن حر ریاحی | (ب) |
| ۷۳ | سلیمانؒ (غلام آزاد کردہ حضرت حسینؓ) | (ب) |
| ۷۴ | قلبؒ (غلام آزاد کردہ حضرت حسینؓ) | (ب) |
| ۷۵ | عمرؒ بن حیاد | |
| ۷۶ | سعدؒ بن حنظلہ | |
| ۷۷ | یزیدؒ مہاجر جعفی | (ب) |
| ۷۸ | ظاہرؒ (غلام آزاد دین الحق خزاعی) | (ب) |
| ۷۹ | سعدؒ بن ابی دجانہ | (ب) |
| ۸۰ | مجمعؒ بن عبداللہ عائزی | (ب) |
| ۸۱ | عمارؒ بن حسان بن شریح | (ب) |
| ۸۲ | جندبؒ بن حجر خولانی | (ب) |
| ۸۳ | یزیدؒ بن زیاد بن مظاہر کندی | (ب) |
| ۸۴ | حبلہؒ بن علی شیبانی | (ب) |
| ۸۵ | حنظلہؒ بن اسعد شیبانی | (ب) |
| ۸۶ | سالمؒ کلبی (غلام بنی مزینہ) | (ب) |

عبدالوحید الحنفی

| حوالہ | نام شہیدِ کربلا | نمبر شمار |
|---|---|---|
| (ب) | اسلمؒ بن کثیر اعرج ازدی | ۸۷ |
| (ب) | زہیرؒ بن سلیم ازدی | ۸۸ |
| (ب) | قاسمؒ بن حبیب ازدی | ۸۹ |
| (ب) | مالسؒ بن حبیب شاکری | ۹۰ |
| (ب) | سعدؒ بن عبداللہ اطبقی | ۹۱ |
| (ب) | مسیحؒ (غلام آزاد امام حسینؓ) | ۹۲ |
| (ب) | شوذبؒ (غلام آزاد شاکر) | ۹۳ |
| (ب) | ہاشمؒ بن عتبہ | ۹۴ |
| (ب) | قیسؒ بن منبہ | ۹۵ |
| (ب) | عمارؒ بن احسان | ۹۶ |
| (ب) | زبیرؒ بن حسان | ۹۷ |
| (ب) | حمادؒ بن انس | ۹۸ |
| (ب) | مالکؒ بن انس اول | ۹۹ |
| (ب) | مالکؒ بن انس ثانی | ۱۰۰ |
| (ب) | وقاصؒ بن مالک | ۱۰۱ |
| (ب) | عبداللہؒ بن سمر | ۱۰۲ |
| (ب) | یحییٰؒ بن سلیم | ۱۰۳ |

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

| نمبر شمار | نام شہیدِ کربلا | حوالہ |
| --- | --- | --- |
| ۱۰۴ | عمرؓ بن مطاع | (ب) |
| ۱۰۵ | عاسؓ بن شیث | (ب) |
| ۱۰۶ | عبداللہؓ بن معد | (ب) |
| ۱۰۷ | جبادؓ بن عارث | (ب)[1] |

انا للہ و انا الیہ راجعون

## کربلا میں اولادِ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کی شہادت

### (۱) حضرت ابو بکر عبداللہ بن علیؓ کی شہادت

اولاد امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر عبداللہ اصغر بن علیؓ المرتضیٰ میدان میں گئے۔ ان کی کنیت ابو بکر تھی اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ربعی بن مسلم بن جندل بن نہشل بن دارم بن تمیمہ تھیں۔ انہوں نے حضرت سید الشہداء سے اجازت حاصل کی اور میدان میں آئے اور انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

شیخی علی ذو الفخار الاطوال
من ہاشم الصدق الکریم المفضل
ہذا الحسین بن النبی المرسل

[1] ماہنامہ النجم لکھنو کربلا نمبر مطبوعہ ۱۰ محرم ۱۳۵۶ھ

عنه نحامی بالحسام المصقل
نفدیه نفسی من اخ مبجل

ترجمہ: حضرت علی میرے بزرگ ہیں جو کہ عظیم افتخارات کے مالک ہیں اور ان کا تعلق بنی ہاشم کے کریم خاندان سے ہے۔ حضرت حسینؓ نبی اکرم ﷺ کے فرزند ہیں۔ ہم تیز تلواروں سے ان کا دفاع کرتے ہیں اور اس عظیم بھائی پر ہماری جانیں قربان ہوں۔

کربلا میں حضرت علیؓ کے دو فرزند عبداللہ نام کے شریک تھے۔ دوسرے عبداللہ وہ ہیں جو حضرت عباس کے بھائی تھے اور ان کی والدہ حضرت ام البنین تھیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## (۲) حضرت عمر بن علیؓ کی شہادت

حضرت ابو بکر عبداللہ بن علیؓ کے بعد کربلا کے میدان جنگ میں حضرت عمر بن علیؓ نے اترنے کے لیے حضرت امام حسینؓ سے اجازت مانگی۔ اور آپ میدان میں نکلے اور یہ رجز پڑھا۔

اضربکم و لا اری فیکم زحر
ذاک الشقی بالنبی قد کفر

[1] البصار العین ص ۳۶ قمقام ص ۴۴۰ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۲ بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۶ حوالہ ج ۱۷ ص ۳۸۰ کتب شیعہ میں ان کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

**یا زحر تدانِ من عمر**

**لعلک الیوم تبوء من سفر**

ترجمہ: میں تم پر حملے کر رہا ہوں لیکن مجھے نبی اکرم کا منکر زحر کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اے زحر! عمرؓ کے قریب آ، آج تو نار سفر میں ٹھکانا حاصل کرنے والا ہے۔

حضرت عمر بن علیؓ نے اپنے بھائی حضرت ابو بکر عبداللہ اصغر کے قاتل کو مبازرہ کے لیے للکارا۔ زحر مقابلہ پر آیا تو حضرت عمر نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**خلوا عداۃ اللہ خلوا عن عمر**

**خلوا عن اللیث العبوس المکفہ**

ترجمہ: عمر ایسا شیر ہے جو اپنی تلوار سے تم پر حملے کر رہا ہے اور وہ جنگ میں فرار کرنے والا نہیں۔

کتب مقاتل میں جس مؤرخ نے بھی عمر بن علیؓ کے کربلا میں جنگ کرنے کا تذکرہ کیا ہے اس نے انہیں شہدائے کربلا میں ضرور شمار کیا ہے۔[1]

بعض نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ کربلا میں ضرور موجود تھے لیکن وہ شہید نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت تک زندہ رہے۔

---

[1] بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۷۔

حضرت امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب کے دو لڑکوں کا نام عمر تھا، ایک حضرت عمر اکبر تھے جن کی والدہ صہبا تھیں اور دوسرے حضرت عمر اصغر تھے جن کی والدہ اُمّ حبیبہ بیت ربیعہ تھیں۔[1]

## (۳) حضرت عثمان بن علیؓ کی شہادت

حضرت عثمان بن علیؓ کی والدہ حضرت ام البنین تھیں۔ آپ نے چار سال اپنے والد حضرت علیؓ المرتضیٰ اور چودہ سال امام حسنؓ کے ساتھ بسر کیے اور تیئیس برس حضرت امام حسینؓ کے ساتھ گزارے۔ آپ کی مجموعی عمر ۲۵ سال تھی۔

امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ نے آپ کا نام عثمان رکھا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت عباسؓ نے حضرت عثمان کو بلا کر فرمایا! اے بھائی اب آپ میدان کارزار میں جائیں۔ چناں چہ عثمان بن علیؓ میدانِ جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ نے ایک شعر پڑھا۔

انی انا عثمان ذوالمغاخر

شیخی علی ذوالفعال الطاهر

ترجمہ: میں اسباب عظمت رکھنے والا عثمان ہوں۔ میرے بزرگوار

---

[1] زمز المصیبہ اردو ص۲۳۵ ج۲۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

علیؓ ہیں، جن کے کارنامے نمایاں ہیں۔

**ھٰذا حسین سید الاخایر**
**و سید الصغار و الاکابر**[1]

ترجمہ: میرے بھائی حسینؓ تمام نیکوکار افراد سے زیادہ نیک ہیں۔
اور وہ چھوٹوں اور بڑوں کے سردار ہیں۔

الغرض آپ نے خوب جنگ کی۔ خول بن یزید اصبحی نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کی جبیں پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور شہادت پاگئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔[2]

## (۴) حضرت عون بن علیؓ کی شہادت

حضرت عون بن علیؓ نے بھی عزتِ شہادت حاصل کی۔

یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرزند حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے پیدا ہوئے۔ واضح رہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا پہلا نکاح حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوا تھا۔ جن سے حضرت عبداللہؓ بن جعفر پیدا ہوئے تھے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت اسماءؓ بنت عمیس کا نکاح حضرت ابو بکرؓ صدیق بن ابی قحافہ کے ساتھ ہوا اس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تو اسماءؓ بنت عمیس کا

---

[1] مناقب ابن شہر اشوب ج۴ ص۱۰۷ مذکورہ شیعہ کتب میں عثمان بن علی کا تذکرہ موجود ہے۔

[2] رمز المصیبہ ج۲ ص۲۴۲۔ زیارت ناحیہ میں بھی آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہوا۔ اس سے عون بن علیؓ پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ طیار، محمد بن ابی بکرؓ اور عون بن علیؓ ایک دوسرے کے مادری بھائی تھے۔[1]

ان کے حالات شیعہ مکتب فکر کے مصنف صاحب روضۃ الاحباب نے بھی ذکر کیے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ موصوف مذہبی طور پر اہل السنت و الجماعت میں سے تھے۔ اور ابلاغ روایات میں مؤثق تھے۔ روضۃ الاحباب نے نقل کیا ہے کہ: حضرت عون بن علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اذن جہاد طلب کیا۔ اور اجازت لے کر میدان میں نکلے۔ دو ہزار افراد نے ان کا گھیراؤ کیا لیکن وہ اللہ کی مہربانی سے گھیرا توڑ کر باہر آئے۔ اور دائیں بائیں دونوں طرف سے دشمنوں کو قتل کیا۔ پھر زخمی ہو کر گرے تو یہ الفاظ حضرت عون کی زبان پر تھے:

**بسم اللہ و باللہ و علی ملّۃِ رسول اللہ۔**

یہ کہا اور ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

## (۵) حضرت عباس بن علیؓ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ کے ۱۸ لڑکوں میں حضرت امام حسنؓ، حضرت

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۸۔ روضۃ الاحباب زمزا المصیبہ مؤلفہ آیت اللہ محمود بن فہدی ص ۲۴۴ میں ان کی شہادت کا ذکر ہے۔

امام حسینؓ، حضرت محمد بن حنفیہؒ کے بعد حضرت عباسؒ بن علیؓ چوتھے فرزند بلحاظ ولادت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ عرب میں آپ کو قمر بن ہاشم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

آپ تنومند اور بلند قامت تھے۔ جب آپ گھوڑے پر سوار ہو کر قدم رکابوں سے نکال لیتے تو آپ کے قدم زمین پر خط کھینچتے تھے۔

(۲) آپ کی شادی حضرت عبید اللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب کی دختر حضرت لبابہ سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کیے تھے۔ بڑے کا نام فضل اور چھوٹے بیٹے کا نام عبید اللہ تھا۔

آپ کے ماں کی جانب سے تین بھائی سگے جو کہ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے ان میں سے کسی کے ہاں بھی اولاد نہ ہوئی۔

حضرت عباس بن علیؓ کی اولاد زیادہ تر عرب علاقوں میں ہے اور محمد بن حنیفہ کی اولاد پاک وہند میں آباد ہے جو کہ اعوان قطب شاہی کے نام سے معروف ہے۔

(۳) آپ کے تینوں بھائی بے اولاد تھے اس لیے ان کی میراث بھی حضرت عباس بن علیؓ کو منتقل ہوئی اور پھر حضرت عباس کے دونوں بیٹوں فضل اور عبید اللہ کو منتقل ہوئی۔

روایت میں حضرت عمر بن علیؓ اور عبید اللہ بن عباس کے میراث کی تقسیم میں تنازعہ کا ذکر آتا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں کیوں کہ حضرت عمر

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید

بن علیؓ کو حضرت عباسؓ کی میراث منتقل نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ وہ آپ کے سگے بھائی نہیں تھے۔

حضرت عمر بن علیؓ، حضرت عباس اصغر کے سگے بھائی تھے جبکہ وہ حضرت عباس بن علیؓ کے صرف پدری بھائی تھے اسی لیے وہ عبیداللہ سے میراث کے متعلق جھگڑا نہیں کرسکتے تھے۔[1]

اس قسم کی روایات سے مؤرخین کو شبہ ہوا کہ ایک طرف تو وہ میدان کربلا میں شہید ظاہر کیے جارہے ہیں دوسری طرف میراث کے تنازعہ کا تذکرہ کیاجارہاہے۔ان میں سے کون سی بات صحیح ہے، واللہ اعلم۔

(۴) میدان کربلا میں آپ حسینی لشکر کے علمبردار تھے۔ آپ کی شہادت کب ہوئی تذکرہ نگاروں نے شب عاشور بھی ذکر کی ہے اور روز عاشور بھی لکھی ہے۔

شیعہ مصنف ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؓ ابنِ ابی طالب کے دو فرزندوں کا نام حضرت عباس تھا۔ حضرت عباس علمبردار کو عباسِ اکبر کہا جاتا تھا اور دوسرے حضرت عباس کو عباس اصغر کہاجاتا تھا۔

---

[1] امزا عصیبہ ج۲ ص۲۴۷۔ مؤلفہ محمود بن مہدی سرخی۔ مطبوعہ لاہور۔ باقر مجلسی نے بحار الانوار ج۵ ص۳۷ پر لکھا ہے کہ عمر بن علی کربلا میں شہید ہوگئے تھے اور اس کے دو صفحے بعد ۳۹ پر لکھا ہے کہ عمر بن علی نے میراث کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ یہاں مجلسی کو بھی تسامع ہوا ہے۔

## حضرت عباس اور ان کے بھائی

ناسخ التواریخ میں ہے:

حضرت ام البنین کو خدا تعالیٰ نے چار فرزند عطا کیے تھے۔ (۱) عباس الاکبر۔ (۲) عبداللہ اکبر۔ (۳) جعفر اکبر۔ (۴) عثمان اکبر۔ مذکورہ بالا چاروں بھائی کربلا میں شہید ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۷)

## (۶) حضرت جعفر بن علیؓ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزند جعفر بن علیؓ نے دو برس اپنے والد حضرت علیؓ کے ساتھ بسر کیے تھے اور تقریباً بارہ سال حضرت امام حسنؓ مجتبیٰ کے ساتھ گزارے اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اکیس برس بسر کیے تھے۔ ان کی مجموعی عمر ۳۲ سال تھی۔

حضرت جعفر بن علیؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ حضرت عباسؓ علمبردار کے سگے بھائی تھے۔ میدان کربلا میں محرکہ کے دوران انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

انی انا جعفر ذو المعالی
ابنِ علی الخیر ذی النوال
حسبی العمی شرفاً و خال
احمی حسینا ذا الندی المفضال

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

ترجمہ: میں جعفر ہوں اور میں اسباب عظمت رکھتا ہوں۔ میں نیکوکار اور سخی علیؓ کا فرزند ہوں۔ میرے چچا اور ماموں کا فخر میرے لیے کافی ہے اور میں صاحب فضیلت و سخاوت حسینؓ کی نصرت کرتا ہوں۔

الغرض آپ نے شدید جنگ کی اور انہیں ہانی بن ثبیت نے شہید کیا۔[1]

## (۷) حضرت محمد اصغر بن علیؓ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزندوں میں حضرت محمد اصغر بھی ایک فرزند ہیں چناں چہ وہ بھی میدان کربلا میں گئے اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## (۸) حضرت عبداللہ بن علیؓ کی شہادت

۱۰ محرم الحرام کو حضرت ابوالفضل العباسؓ نے اپنے بھائیوں کو بلایا اور عبداللہ بن علیؓ کو فرمایا: آپ میدان میں جائیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ راہ خدا میں شہادت پائیں۔ اور میں تمہاری شہادت پر صبر کر کے اجر عظیم کا حق دار بن سکوں۔[3]

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۷۔ قمام ص ۴۴۲۔ جلاء العیون ص ۵۷۰ پر ان کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۹۔

[3] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۷۔ قمام ص ۴۴۱۔ بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۸ حوالہ ج ۱۷ ص ۲۸۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۲۹ کا ماحصل یہ ہے۔

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ اس وقت عبداللہ کی عمر پچیس برس تھی۔ الغرض عبداللہ بن امیر المومنین علیؑ المرتضیٰ میدان میں آئے۔ اور قتال کیا آخر ہانی بن ثبیت حضرمی نے انہیں شہید کیا۔[1]

## (۹) حضرت حضیر بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ایک فرزند حضیر بن علیؓ تھے۔ انہوں نے بھی میدان کربلا میں شہادت پائی۔[2]

## (۱۰) حضرت ابراہیم بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت

شہدائے کربلا میں حضرت ابراہیم بن علیؓ بھی شامل ہیں۔ چناں چہ محمد بن علی بن حمزہ روایت کرتے ہیں ایک ام ولد سے امیر المومنین کا ایک فرزند پیدا ہوا تھا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا تک سفر کیا اور روز عاشورا شہید ہوئے تھے۔[3]

## حضرت سعید بن عبداللہ الحنفیؒ کی شہادت

شہدائے کربلا میں حضرت سعید بن عبداللہ الحنفیؒ کا تذکرہ کیا گیا ہے جب امام حسینؓ نے روز عاشور نماز ظہر ادا کی تو سعید بن عبداللہ الحنفی آپؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے اور جو بھی تیر آتا، آگے بڑھ

---

1 رمز المصیبہ ج ۲ ص ۲۳۸ بحوالہ ابصار العین ص ۳۴۔

2 جلاء العیون ج ۲۔

3 جلاء العیون باقر مجلسی ج ۲۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

کر اپنے ہی جسم کو اس کے لیے پیش کرتے تھے اور امام حسینؓ تک تیروں کو نہیں جانے دیتے تھے۔ کچھ تیر ان کے چہرے پر لگے۔ کچھ سینہ میں پیوست ہوئے اور کچھ تیر ان کے پہلو میں جا کر لگے۔ آخر کار سعید بن عبداللہ الحنفیؒ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے اور شہید ہو گئے۔[1]

(۲) بحار الانوار میں باقر مجلسی نے لکھا ہے۔

**السلام علیٰ سعید بن عبداللہ الحنفی القائل للحسین و قد اذن لہ فی الانصراف لا و اللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبۃ رسول اللہ فیک و اللہ لو اعلم انی اقتل ثم احیا ثم احرق ثم اذری ویفعل بی**

O سعید بن عبداللہ حنفی پر سلام ہو جسے شب عاشورہ امام حسینؓ نے واپس چلے جانے کی اجازت دی تھی لیکن اس نے یہ کہا تھا اللہ کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ اور ہمارے طرز عمل کو اللہ دیکھے گا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی غیبت میں آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی اللہ کی قسم! اگر میں جانتا کہ مجھے قتل کیا جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر مجھے آگ میں جلایا جائے گا، پھر میری خاکستر

[1] ابصار العین ص ۱۲۶ روایت ابو مخنف۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۶۔ مناقب ابنِ شیر آشوب ج ۴ ص ۱۰۳۔ حوالہ ج ۱۷ ص ۲۶۹ اور مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۰۔ جلاء العیون ج ۲ ص ۵۶۴۔

ہوا میں اڑادی جائے گی اور ستر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا تو پھر بھی میں آپؑ سے جدائی برداشت نہ کرتا۔

**وانما هی موتة او قتلة واحدة ثم هی بعدها الکرامه التی لا انقضاء لها ابداً فقد لقیت حمامک و واسیت امامک و لقیت من الله الکرامة فی دار المقامة حشرنا الله معکم فی المستشهدین ورزقنا مرافقتکم فی اعلیٰ علیین۔**

O اور آپ کے سامنے مرنے کو ترجیح دیتا جب کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ مجھ پر تو صرف ایک بار ہی موت نے آنا ہے یا مجھے صرف ایک مرتبہ ہی قتل ہونا ہے۔ اس کے بعد دائمی عزت ہے آپ نے اپنی موت سے ملاقات اور اپنے امام کی خیر خواہی کی اور اللہ کی طرف سے آپ کو عزت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ جیسے شہداء کے ساتھ محشور فرمائے۔ اور مقام اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت نصیب کرے۔[1]

☆☆☆☆

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۷۰ از ملا باقر مجلسی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

**باب...14**

# بیعتِ یزید

## کیا حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کی؟

شیعہ مذہب کی کتاب فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۳۴ ج ۸ میں ہے کہ امام جعفرؒ صادق نے فرمایا ہے کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادہ سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا تو امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کر لی۔[1]

حافظ عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنّت

لکھتے ہیں کہ: یزید بن معاویہ حج پر جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا تو ایک قریشی آدمی کو بلایا، اس کے آنے پر کہا کہ: تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں چاہوں تو غلام ہی رکھ لوں۔ اس قریشی نے جواب دیا: خدا کی قسم قریش میں باعتبار حسب کے تم مجھ سے زیادہ باعزت نہیں ہو اور نہ ہی تمہارا باپ میرے باپ سے جاہلیت

---

[1] اہل تشیع کا یہ طریقہ ہے کہ واقعہ کو ایسے انداز میں لکھتے ہیں کہ واقعہ کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے لیکن انداز ایسا لکھنے کا ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ ائمہ کی توہین بھی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں واقعہ نگار نے روایت اس طرح کی ہے کہ بیعت کی تصدیق بھی کر دی لیکن واقعہ کو اس طرح بنا کر لکھا کہ قتل کے خوف سے کی، حالانکہ یہ سراسر الزام ہے کہ موت کے خوف سے بیعت کی۔ قریشی کے قتل اور امام زین العابدینؒ کو قتل کرانے کی دھمکی کی روایت من گھڑت ہے۔

اور اسلام میں بہتر ہے اور نہ ہی تم دین میں مجھ سے افضل ہو۔ میں کیوں کر آپ کا سوال قبول کروں۔

یزید نے کہا: اگر تم نہ مانے تو قتل کر دوں گا۔

قریشی نے کہا: میرا قتل، قتلِ حسینؓ بن علیؓ کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں ہے۔

یزید نے پھر اس قریشی کو قتل کرا دیا۔

یزید نے امام زین العابدینؒ کو بلوایا اور ان سے بھی یہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ امام موصوف نے کہا کہ:

اگر میں مطلوبہ اقرار نہ کروں تو کیا مجھے بھی اس شخص کی طرح قتل کر دے گا؟ یزید نے کہا: ہاں۔

**فقال علی بن الحسین علیهما السلام قد اقررت لک بما سالت انا عبد مکره لک فان شئت فامسک و ان شئت قبع فقال له یزید لعنة الله اولی لک حقنت وهک و لم ینقصلک ذلک من شرفک۔**[1]

زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا: میں نے تیرا مطالبہ مان لیا۔ میں ایک مجبور غلام ہوں تیری مرضی اگر چاہے مجھے بیچ دے اور چاہے رکھ لے۔ پس آپ کو یزید نے کہا کہ تم نے

---

[1] فروع کافی کتاب الروضہ از یعقوب کلینی ص ۱۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اچھا کیا، اپنا خون بھی بچا لیا اور اس سے تمہاری شان کچھ کم نہیں ہوئی۔ (فروغ کافی کتاب الروضہ ج۸ ص ۲۳۴)

**تبصرہ** واقعہ کربلا کے بعد یزید نے امام زید العابدینؒ سے معذرت کر لی تھی اور عزت و اکرام سے خاندانِ امام حسینؓ اور حضرت امام زین العابدینؒ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

پھر جب واقعہ حرہ پیش آیا تو تاریخی واقعات میں "تاریخ طبقات ابنِ سعد" کی روایت کے مطابق:

ایک شخص نے امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ سے واقعہ حرہ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ان کے گھرانے کا کوئی فرد یزید کی فوج سے لڑنے کے لیے نکلا تھا۔

امام محمد باقرؒ نے فرمایا کہ نہ خاندان ابو طالب کا کوئی فرد لڑنے نکلا تھا نہ ہی خاندانِ عبد المطلب میں سے کوئی شخص مقابلے میں آیا۔ سب کے سب اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔

جب مسلم بن عقبہ کامیاب ہو گیا تو حضرت زین العابدینؒ اس کے پاس آئے تو مسلم بن عقبہ نے ان کی عزت و تکریم کی اور کہا کہ:

یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں۔[1]

[1] طبقات ابن سعد تحت تابعین طبقہ ثانیہ علی بن الحسین

شیعہ مجتہد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

واقعہ کربلا کے بعد یزید کا مدینہ میں آنا مخالف تواریخ میں مشہور ہے مگر ہو سکتا ہے کہ راویوں کو اشتباہ ہوا ہو۔ اور مسلم بن عقبہ نے اس ملعون کی طرف سے آکر بیعت لی ہو۔[1]

(۲) جس قریشی کا ذکر ہے اس کا نام ہی ظاہر نہیں کیا گیا تو کیسے معلوم ہو کہ ایسا واقعہ ہوا بھی یا نہیں۔

(۳) ترجمانِ شیعت ملا باقر مجلسی نے بھی یہی واقعہ جلاؤ العیون ج ۲ ص ۲۷۷ میں نقل کیا ہے اور اس واقعہ بیعت کا انکار نہیں کر سکے۔ صرف اتنی تاویل کی ہے کہ ممکن ہے مسلم بن عقبہ نے یہ بیعت یزید کے لیے لی ہو۔ بہر حال امام زین العابدینؒ کا یزید سے بیعت کر لینا تو ثابت ہو گیا خواہ بالواسطہ ہی ہو۔ اس بات کو کیسے مانا جا سکتا ہے کہ ایک عام قریشی میں اتنی جرأت ہے کہ وہ یزید کے سامنے حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ کر کے اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ لیکن امام زین العابدینؒ اپنے والد اور دیگر افراد خاندان کے قاتل کے سامنے اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہیں اور پھر بیعت کر لیتے ہیں۔ یہ بات عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس لیے روایت کا یہ الحاقی واقعہ من گھڑت ہے۔

---

[1] شیعہ کتاب جلاء العیون ترجمہ ص ۳۱۶ ج ۲ مطبوعہ لاہور

خادم اہلسنت عبدالوحید

(۴) مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں۔

اہل سنت علماء تو دوسری وجوہات کی بنا پر یزید کی تکفیر و لعن میں احتیاط و توقف کرتے ہیں لیکن اہل تشیع کیوں کر یزید کو ملعون قرار دے سکتے ہیں جبکہ ان کی مستند کتب حدیث سے ثابت ہے کہ خود حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

چناں چہ فروع کافی میں ہے:

**ثم ارسل الٰی علی بن الحسین علیهما السلام فقال له مثل مقالة للقرشی فقاله علی بن الحسین علیهما السلام ارایت ان لم اقر لک الیس تقتلنی کما قتلت الرجل بالامس فقال له یزید لعنه الله بلٰی۔ فقال له علی بن الحسین علیهما السلام قد اقررت لک بما سالت انا عبد مکره لک فان شئت فامسک و ان شئت قبع فقال له یزید لعنه الله اولٰی لک حقنت دمک و لم ینعصک ذلک من شرفک۔**[1]

"پھر یزید نے امام زین العابدینؒ علی بن الحسینؓ کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی جو ایک قریشی مرد کو کہی تھی۔ تو امام زین العابدین علی بن الحسین نے اس سے کہا کہ بتاؤ اگر میں تیری (خلافت و بیعت) کا اقرار نہ کروں تو کیا مجھ کو بھی قتل کر دے گا

---

[1] فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۰

جیسا کہ تونے کل اس مرد کو کیا ہے۔

تو یزید نے کہا کہ ہاں۔ پس امام زین العابدینؒ علی بن الحسینؓ نے یزید سے کہا کہ تو جو چاہتا ہے میں تیرے لیے اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میں تو تیرا مجبور غلام ہوں۔ اگر تو چاہے تو اپنے پاس رکھ اور اگر تو چاہے تو بیچ دے۔ پس آپ کو یزید نے کہا کہ تم نے اچھا کیا اپنا خون بھی بچا لیا اور اس بات نے تیری شان کچھ کم بھی نہیں کی"۔

اور شیعوں کے علامہ باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے:

"اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن الحسینؓ (امام زین العابدین) کو طلب کیا اور وہی کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اقرار نہ کروں اس وقت تو مجھے قتل کرے گا جس طرح اس مرد کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ تونے کہا میں نے اقرار کیا۔ یزید نے کہا۔ تم نے اپنی جان کی حفاظت کی اور تمہارے شرف و بزرگی سے کچھ کم نہ ہوا"

مؤلف فرماتے ہیں کہ یزید کا بعد شہادت امام حسینؓ کے مدینہ میں آنا مخالف تواریخ مشہور ہے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کو اشتباہ ہوا ہو اور مسلم بن عقبہ نے اس ملعون کی طرف سے آ کے بیعت لی ہو۔[1]

[1] جلاء العیون مترجم ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ لاہور

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

یہ بھی عجیب نظریہ ہے کہ جس کی بیعت امام حسینؓ قبول نہ کریں اور اپنے اعزہ کی جانیں قربان کر دیں اور مستورات کو اس مصیبت میں مبتلا کرنا قبول کر لیں اُنہی کے جانشین حضرت زین العابدینؒ جو شیعوں کے نزدیک چوتھے امام معصوم ہیں جان بچانے کے لیے اسی یزید سے بیعت کر لیں اور اس کو خلیفہ مان لیں جو اہل تشیع کے نزدیک اتنا ملعون ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس پر لعنتوں کا ورد نہ کرے تو وہ بھی ان کی نگاہ میں دشمن حسینؓ قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہی وہ امامت منصوصہ ہے جو ماتمی گروہ ہر مسلمان سے منوانا چاہتا ہے؟

اگر امام زین العابدینؒ کے تقیہ کرنے سے ان کی امامت معصومیت میں فرق نہیں پڑا تو پھر اگر امام حسینؓ بھی اس تقیہ پر عمل لیتے تو کیا نقص لازم آتا تھا۔ اعزہ و احباب کی جانیں بھی بچ جاتیں اور عظمت امام میں بھی کچھ فرق نہ آتا۔

(ب) جلاء العیون کی مندرجہ روایت کے حاشیہ میں کوثر زیدی بھریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

> "یہ روایت بالکل غلط ہے امام زین العابدینؒ کا بھی اپنے والد امام حسین کے بعد وہی مرتبہ اسلام ہے جو امام حسینؓ کا تھا۔ اگر امام زین العابدینؒ یزید یا مسلم بن عقبہ کی بیعت کرتے تو امام حسینؓ کیوں سر کٹواتے"۔

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی حفظہ رب

اس نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوثر زیدی صاحب یا نیم سُنّی ہیں کہ امام موصوف سے اس قسم کی کمزوری کا صدور تسلیم نہیں کر سکتے اور یا وہ شیعوں کے مسئلہ تقیہ سے ناواقف ہیں اور روایت غلط ہونا بھی محض بلا دلیل ہے! جب ان کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی اس کو صحیح مان رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں کوثر زیدی صاحب کی تحقیق کی کیا حیثیت ہے۔

اور غالباً کوثر صاحب اصول کافی کے اس آسمانی وصیت نامہ سے بھی ناواقف ہیں کہ جس میں امام زین العابدینؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقیہ کرنے کا یہی حکم دیا گیا تھا۔ چناں چہ اس طویل وصیت نامہ میں یہ ہے:

**فلما مضى دفعها الى على بن الحسين قبل ذلك ففتح الخاتم الرابع فوبد فيها ان اصمت و اطرق لما حجب العلم۔** (شافی ترجمہ اصول کافی ج ص ۳۲۲)

جب انہوں (یعنی امام حسینؓ) نے شہادت پائی تو وہ وصیت نامہ علی بن الحسینؓ (یعنی امام زین العابدینؒ) کو دے دیا۔

انہوں نے چوتھی مہر توڑی، لکھا تھا:

"چپ رہو اور رضائے الٰہی میں سر جھکائے رہو۔ کیوں کہ علم حجاب میں ہے"۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ج ص ۳۲۲)

دوسری روایت میں ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ:

عبدالوحید حنفی خادم اہلسنت

سر تسلیم خم کرو۔ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کے مرتے دم تک عبادت خدا کرو۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۲۲)

"اس وصیت نامہ پر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل کی گواہی بھی موجود ہے۔ تو جب آپ کو خدائی حکم میں سر تسلیم خم کرنے کا تھا تو آپ یزید کی بیعت کیوں نہ کرتے"۔[1]

اگر بیعت والا واقعہ صحیح ہے تو پھر یہی صورت ہو گی کہ یزید نے قتلِ حسینؓ پر معذرت کی ہو گی تو آپ نے بیعت کر لی ہو گی۔ واللہ اعلم

## سوال: کیا قاتلانِ حسینؓ کوفی شیعہ تھے؟

**جواب:** بظاہر وہ اپنے آپ کو شیعانِ علیؓ کہتے تھے لیکن اندر سے خارجی تھے، امام حسینؓ کو دھوکہ دے کر کربلا میں شہید کر دیا۔

(ا) شیعہ مجتہد علامہ نور اللہ شوستری لکھتے ہیں:

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سُنّی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است گو ابو حنیفہ کوفی باشند۔[2]

ترجمہ: اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ان کا سُنّی ہونا خلافِ اصل اور دلیل محتاج ہے۔ اگرچہ

---

[1] بشارت الدین بالصبر علی شہادت الحسین ص ۲۷۶ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

[2] مجالس المومنین مجلس اول ص ۲۵

ابو حنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہوں۔[1]

## کوفیوں کا شیعہ ہونا مسلّم ہے

○ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اپنی کتاب "بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس امر میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کو کوفیوں نے ہی بلایا تھا اور ہزارہا کی تعداد میں بیعت ہونے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی اور پھر وہی لوگ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں آئے اور

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] عہد رسالت مآب میں سب مسلمان اہلِ اسلام شمار ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دور آخر میں جب سبائیوں نے اہلِ اسلام میں فتنہ پیدا کیا تو فتنہ پیدا کرنے والوں کو سبائی پارٹی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ پھر جب حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دور خلافت میں وہ حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے تو خارجی کہلائے۔ خارجی جب الگ ہو گئے تو سبائیوں، بلوائیوں، خارجیوں کو جدا شمار کر کے شناخت کے لیے اہلِ اسلام کو اہل السنت والجماعت کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اور شیعانِ معاویہؓ، شیعانِ علیؓ، شیعان عثمانؓ کی شناخت کے لیے بجائے لفظ شیعہ کے سب اہل اسلام کو اہل السنت والجماعت کے نام سے منسوب کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد اہل اسلام میں فتنہ پیدا کرنے کے لیے ایک گروہ نے اہل السنت والجماعت سے اپنے آپ کو الگ شمار کر کے شیعانِ علیؓ یا شیعان حسینؓ کہلانا شروع کر دیا یعنی حسینؓ اور علیؓ کے حُب دار۔ اس لیے جب کہا جاتا ہے کہ کوفی شیعانِ علیؓ یا شیعانِ حسینؓ تھے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بظاہر حضرت علیؓ المرتضی اور امام حسینؓ کے شیعہ یعنی علیؓ و حسینؓ کے حب دار تھے لیکن جب ساتھ چھوڑ گئے تو خارجی یزیدی بن گئے۔ پھر انہیں خارجیوں یزیدیوں نے جو کوفی شیعہ تھے، میدانِ کربلا میں امام حسینؓ اور ان کے عزیز و اقرباؓ کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کوفیوں کے اہل تشیع ہونے کے متعلق شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے بھی خود اقرار کیا ہے کہ

"بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سُنّی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل است گو ابو حنیفہ کوفی باشد"۔[1]

مطلب یہ ہے کہ ہر کوفی کو شیعہ ہی تسلیم کیا جائے گا، کسی اور دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں! کسی کوفی کے سنّی ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہو گی۔ جب تک کسی قوی دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ وہ سُنّی مسلمان ہے اُس وقت تک کوفی شخص کو شیعہ ہی ماننا پڑے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت امام حسینؓ کے قاتل شیعہ ہی تھے۔

o شیعی علامہ محمد حسین صاحب قاتلانِ حسین کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"درحقیقت ان سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد اس سوال کا موقعہ ہی نہیں رہتا کہ یہ لوگ سُنّی تھے یا شیعہ"۔[2]

مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اس پر تبصرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قاتلانِ حسینؓ کا سُنّی نہ ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ لیکن اگر وہ شیعہ بھی نہیں تھے تو پھر حضرت حسینؓ کا مذکورہ یہ ارشاد غلط

---

[1] مجالس المؤمنین مترجم ص ۶۹ مطبوعہ شمسی مشین پریس آگرہ
[2] سعادت الدارین فی مقتل الحسین ص ۱۸۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے شیعوں نے ہی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا"۔[1]

حالاں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ کے پاس شیعوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ چناں چہ اصول کافی ص ۱۳۶ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے:

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ:

**انا لنعرف الرجل اذا رایناء بحقیقة الایمان و حقیقة النفاق و ان شیعتنا لمکتوبون عندنا باسمآءِھم و اسمآء اباءھم۔[2]**

"اور بے شک ہم لوگ آدمی کو دیکھ کر اس کے ایمان اور نفاق کی حقیقت معلوم کر لیتے ہیں اور بے شک ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے آبا کے نام ہمارے پاس لکھے ہیں"۔

فرمایئے! حضرت امام حسینؓ کن لوگوں کی شکایت فرما رہے ہیں اور حضرت حسینؓ کو کس نے بلایا اور کس نے شہید کیا اور خود امام موصوف جن کو ملامت کر رہے ہیں وہ کون تھے؟[3]

(۲) حضرت مسلم بن عقیلؓ نے بوقت شہادت ابنِ سعد سے فرمایا کہ امام حسینؓ کو کہلا بھیجیں کہ:

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۱

[2] اصول کافی ص ۱۳۶

[3] بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین ص ۱۳۷۔ مطبوعہ ادارہ مظہر التحقیق جامع مسجد برکت علی اچھرہ لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

**ھو یقول لک ارجع فداک ابی و امی باھل بیتک و لا یغررک اھل الکوفه فانھم اصحاب ابیک الذی یتمنی فراقھم بالموت او التقل ان اھل الکوفة قل کذبوک و لیس لکذوب رای۔** (ناسخ التواریخ ج۶ کتاب ۲ ص ۱۴۹)

ترجمہ: مسلم بن عقیلؓ عرض کرتا ہے کہ: میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ مع اہل بیت واپس ہو جائیں اور اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیں، کیوں کہ آپ کے والد کے یہ وہی اصحاب ہیں جن سے بذریعہ موت یا قتل وہ جدائی کے متمنی تھے۔ کوفیوں نے آپ سے دروغ گوئی کی اور کذابوں پر بھروسہ نہیں ہے۔[1]

(۳) مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث بن قیس سے فرمایا کہ:

میری طرف سے کسی کو امام حسینؓ کی خدمت میں روانہ کر دیں اور کہلا بھیجیں کہ آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ واپس لوٹ جائیں کہ میں یہاں اسیر ہو کر اب قتل ہو رہا ہوں یہ وہی اہل کوفہ ہیں جن کے نفاق سے تنگ ہو کر آپ کے والد بزرگوار تمنائے موت کرتے تھے۔ (جلاء العیون ج ۲ از ملا باقر مجلسی)

(۴) مسلم بن عقیلؓ نے ابنِ سعد سے وصیت کی کہ:

امام حسینؓ کو اس مضمون کا خط لکھ دینا کہ کوفیوں نے مجھ سے دغا کیا

---

[1] جلاء العیون ج ۲ مؤلفہ ملا باقر مجلسی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہے اور آپ کے پسر عم کی نصرت و یاوری نہ کی ان کے دعووں پر اعتماد نہیں ہے آپ اس طرف نہ آئیں۔ (جلاء العیون ج ۲۔ از ملا باقر مجلسی)

(۵) حضرت امام حسینؓ نے ان کوفیوں کے شیعہ ہونے کی شہادت دی ہے، چناں چہ جب امام حسینؓ کوفہ جاتے ہوئے منزل زبالہ میں پہنچے اور خبر شہادت مسلمؒ و عبداللہ بن یقطرؒ سنی تو اپنے رفقاء و اصحاب کو جمع کر کے فرمایا:

**قد خذلنا شیعتنا۔** (خلاصۃ المصائب ص ۴۹)

شیعان ما دست از یاری ما بر داشتند۔ (جلاء العیون)

یعنی میرے شیعوں نے مجھ کو چھوڑ دیا اور میری نصرت اور حمایت کرنے سے ہاتھ اٹھالیا۔ (ناسخ التواریخ ص ۱۶۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۶) بقول شیعہ راوی: امام حسینؓ کے نام کوفیوں نے جو خطوط لکھے ان میں بھی یہ لکھا کہ:

از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیّب بن نخبہ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر و سائر شیعیان و از مومنان و مسلمانانِ اہل کوفہ سلام خدا بر تو باد...... الخ

(۷) (ب) دوسرے خط میں یہ عنوان ہے کہ:

ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی، از شیعان، و فدویان و مخلصان آنحضرت...... الخ

حاصل یہ ہوا کہ امام حسینؓ کو کوفہ بلانے والے کوفیوں کا جب خود اپنا اقرار ہے کہ ہم پرانے شیعہ ہیں تو پھر یقین کریں کہ وہ شیعہ تھے۔

(۸) حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد امام حسینؓ مدینہ سے مکہ چلے تو یہ خبر پاکر کوفہ میں اہل کوفہ کا اجتماع ہوا اور وہاں سلیمان بن صردؓ خزاعی سے منسوب یہ فرمان منقول ہے کہ سلیمان بن صردؓ نے سب اہل کوفہ سے کہا:

**انتم شیعة و شیعة ابیه۔** (ناسخ التواریخ)

شما شیعیان او ر و پدر بزر گوار او ئید (جلاء العیون)

یعنی تم لوگ امام حسینؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ کے شیعہ ہو۔

• بقول شہید ثالث نور اللہ شوستری: محض کوفی ہونا، شیعہ ہونے کے لیے کافی ہے تو جناب امیر حضرت علی المرتضیٰؓ کے اصحاب ہونا ان کے شیعہ ہونے کے لیے اہل تشیع کے ہاں بدرجہ اولیٰ کافی ضمانت ہے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کو کوفہ بلانے والے یہ کوفی شیعہ وہی شیعہ تھے جو پہلے امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ کے شیعہ کہلاتے تھے، پھر خارجی بن گئے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کو شہید کر دیا۔

## اہلِ کوفہ شیعہ کا واقعہ کربلا میں کردار

**سوال:** کوفی شیعہ واقعہ کربلا میں کس لشکر میں تھے؟

**جواب:** کوفی شیعہ یزید کے تو پہلے ہی خلاف تھے اس لیے یزید کے نزدیک وہ خارجی تھے۔ امام حسینؓ کو کوفہ بلایا اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی نصرت کے لیے بیعت کی۔ لیکن جب ابنِ زیاد کوفہ پہنچا تو امام حسینؓ کے شیعہ (حامی) ہونے کے باوجود خارجی بن گئے اور امام حسینؓ کے مقابلہ کے لیے کربلا میں پہنچ گئے۔

چنانچہ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے:

**(۱) لیس فیھم شامی و لا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفہ۔** (خلاصۃ المصائب ص ۲۰۱)

امام حسینؓ کے مقابلہ میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی بلکہ سب کوفی تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) مروج الذہب میں مسعودی شیعہ مؤرخ لکھتے ہیں:

حسینؓ نے کربلا کا عزم کیا، لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ قتل ہوئے۔ اور ان کو کوفیوں نے قتل کیا، شامی ان میں نہ تھے اور جو شامیوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ ان کی سکونت سابق کی وجہ سے ہے۔ جو کچھ اہلِ بیت کے ساتھ ہوا وہ کوفیوں نے کیا۔ (مروج الذہب سعودی)

(۳) نیز بحوالہ کتب تاریخ و مقتل مؤرخ لکھتے ہیں:

اہل شام، بعد شہادت حسین علیہ السلام معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں نہ تھے۔ (تلخیص مرقع کربلا ص ۲۱)

(۴) و ابی مخنف لشکر ابن زیاد راہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید کہ ہمگان کوفی بودند و حجازی و شامی باایشاں نہ بودند۔[1]

ترجمہ: اور ابی مخنف نے لشکر ابنِ زیاد کی تعداد اسی ہزار لکھی ہے۔ اور کہاہے کہ وہ سب کوفی تھے۔ اور ان کے ساتھ نہ کوئی حجازی تھا نہ شامی۔

## تذکرۂ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

اگر حضرت حسینؓ کے صحیح فضائل بیان کیے جائیں اور مقصد شہادت کے پیش نظر آپ کی شہادت کا صحیح تذکرہ کیا جائے اور کسی دن کے تعین کو ضروری نہ سمجھا جائے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن عموماً تذکرہ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور اہل تشیع نے تو شہادتِ حسینؓ کو اس طرح افسانوی طرز پر اختراع کیا ہے کہ داستان الف لیلیٰ کا گمان ہوتا ہے۔ پیشہ ور ذاکرین جو ہر چھوٹا بڑا واقعہ راوی کی نسبت سے بیان کرتے ہیں کہ راوی کہتا ہے، راوی کا یہ بیان ہے تو واقعۂ کربلا کا

[1] ناسخ التواریخ ج ۶ کتاب ۲ ص ۱۷۴، مقتل ابی مخنف ص ۴۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مشاہدہ کرنے والے کتنے راوی حضرات ہیں؟

ظاہر ہے کہ مردوں میں سے تو سوائے امام زین العابدینؒ کے خاندانِ نبوت میں سے شہید ہو گئے تھے اور امام موصوف بھی سخت بیمار تھے اور بالکل نو عمر تھے کہ آپ کے بالغ و نابالغ ہونے میں بھی شک ہوتا ہے۔[1]

مستورات خود پردوں اور خیموں میں تھیں۔تو روایات میں جو جنگ کربلا کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ان کا راوی کون ہے؟ اگر ان کا راوی کوئی ہو سکتا ہے تو وہ دشمنان و قاتلان حسینؓ کا گروہ ہو سکتا ہے۔لیکن کیا ایسے راویوں پر اعتماد ہو سکتا ہے۔

ہم اہل سنت اگر حضرت حسینؓ کو مجاہد حق اور شہید مانتے ہیں تو احادیث صیحہ کی بنا پر مانتے ہیں نہ کہ جنگ کربلا کی من گھڑت اور جھوٹی روایات کی بنا پر۔

## ابو مخنف راوی شیعہ ہے!

حافظ ابن کثیر محدثؒ المتوفی ۷۷۴ھ مقتل حسینؓ کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ طبری کے ایک دوسرے قول میں یہ ہے کہ امام زین العابدین شادی شدہ تھے اور آپ کے فرزند امام محمد باقر اس وقت ۴ سال کی عمر کے تھے چناں چہ جلاء العیون حصہ دوم میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۵۷ھ میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

**وللشیعة و الرافضه فی صفة مصرع الحسین کذب کثیر و اخبار باطلة و فیها ذکرنا کفایة۔ و فی بعض ما اوردناه نظر۔ ولو ان ابن جریر وغیر من الحفاظ الائمة ذکروه ما سقته و اکثره من روایة ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا و ھو ضعیف الحدیث عند الائمة** (البدایہ و النہایہ ج۸ ص۲۰۲)

ترجمہ: اور مقتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت سی جھوٹی اور باطل خبریں بنا لی ہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ کافی ہے اور جو ہم نے درج کی ہیں ان میں بھی بعض محل نظر ہیں۔

اور اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ اور ائمہ ان کو نہ ذکر کرتے تو میں بھی ان کو درج نہ کرتا، اور ان میں اکثر روایتیں ابومخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور تحقیق وہ شیعہ تھا اور ائمہ حدیث کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں شیعہ مذہب کی مستند کتاب رجال "تنقیح المقال" میں بھی لکھا ہے کہ کان شیعیا امامیا۔ یعنی ابومخنف راوی شیعہ امامیہ تھا۔[1]

---

[1] بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین۔ ص۲۵۸۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ۔ طبع اول ۱۹۷۴ء طبع دوم ۲۰۱۲ء

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## واقعہ کربلا کا واقعہ نویس حمید بن مسلم یہودی تھا

جلاء العیون ملا باقر مجلسی کے مترجم کوثر بہریلوی لکھتے ہیں:

حمید بن مسلم ایک غیر مسلم یہودی مذہب کا آدمی ہے اور یزید کی طرف سے میدان کربلا میں واقعہ نویس تھا۔ لہٰذا اس نے وہ روایات نقل کیں جو موافق یزید تھیں فوج یزید کے انتہائی ظلم کو چھپانے کے لیے مظلومیت اہل بیت کو پورے طور پر نقل نہیں کیا۔ یہ روایت بھی بے بنیاد ہے۔ جو حمید بن مسلم نقل کرتا ہے، جب لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے گئے، خیام کو نذر آتش کیا۔ سیدانیوں کو لوٹا اور قیدی بنا کر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے عابد بیمار کو طوق و سلاسل میں باندھ کر لے گئے اور دربار یزید تک ایذا رسائی اہل بیت میں پیش پیش شمر تھا۔ لہٰذا یہ الفاظ ناممکن ہیں اس کی زبان سے نکلے ہوں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] (حاشیہ جلاء العیون جلد دوم ص۲۵۶) معلوم ہوا کہ واقعہ کربلا کا واقعہ نویس یہودی اور یزیدی ہے۔ اس لیے اس نے جو آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے، اس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ اس نے اس کو افسانہ بنا کر واقعات میں اپنی طرف سے الحاقی جملے اور مناظر قلم بند کیے ہیں جو کہ اکثر صحیح نہیں اس نے واقعہ اس ترتیب سے بیان کیا ہے کہ اہل بیت کی مستورات کا قطعاً خیال نہیں کیا اور توہین آمیز الفاظ اور کردار کو اور ان کی ظلم و ستم کی داستان کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو سچا وہی مان سکتا ہے جس کا خدائی نصرت

جلاء العیون کے شیعہ مترجم نے جس طرح یہ لکھا ہے کہ یہ الفاظ نا ممکن ہیں کہ اس کی زبان سے نکلے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہو سکتا ہے کہ کوّے کی کائیں کائیں والی کہانی بھی یہودی واقعہ نگار کی تراشیدہ ہو اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کی روایت بھی من گھڑت ہو۔ واللہ اعلم

## کیا یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا؟

o حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اپنی تصنیف "بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا یا نہ؟

اس بارے میں مختلف روایات ہیں ہم یہاں وہ روایات درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے حضرت حسینؓ کے قتل پر نہایت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

چناں چہ تاریخ ابنِ خلدون میں ہے کہ:

"جب زُحر بن قیس نے یزید کو فتح کی خبر سنائی تو اس خبر کے سُننے سے یزید کی آنکھیں پر اشک ہو گئیں۔ بولا! میں تم لوگوں سے بغیر قتلِ حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا۔ اللہ کی لعنت ابنِ سمیہ (یعنی ابنِ

---

پر بالکل ہی یقین نہ ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہر مقام پر اپنے نیک بندوں کی عزت ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ نے کربلا میں اہل بیتؓ کی عزت وناموس کی حفاظت کی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

زیاد) پر ہو۔ اللہ کی قسم اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو میں حسینؓ سے در گزر کر جاتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؓ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ یزید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور زحر کو کچھ صلہ نہ دیا"۔[1]

(۲) جب ان لوگوں نے (شام سے مدینہ) روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسینؓ (یعنی امام زین العابدینؒ) کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: خدا پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ اگر حسینؓ میرے پاس آتے جس بات کے مجھ سے خواستگار ہوتے، وہی میں کرتا ان کے ہلاک ہونے سے جس طرح بن پڑتا میں بچالیتا۔

اگرچہ اس میں میری اولاد میں سے کوئی تلف ہو جاتا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمہیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا، میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیے اور اس بدرقہ سے ان لوگوں کے بارے میں تاکید کر دی"۔[2]

(ب) یہ بھی لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اہل حرم سے پوچھا کہ کیا کیا چیزیں ان کی لوٹ لی گئیں اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا اس کا المضاعف (یعنی دُگنا) یزید نے دیا"۔ (ایضاً طبری ص ۳۰۶)

---

[1] تاریخ ابنِ خلدون مترجم ص ۱۳۴

[2] تاریخ طبری مترجم حصہ چہارم ص ۳۰۴

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

**(۳) مورخ ابنِ خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ:**

پھر جس وقت اہل بیت امام مدینہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو نعمان بن بشیرؓ نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین باایمان شخص کو مع چند سواروں کے ہمراہ کیا اور بار برداری و اسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دوگنا دے کر رخصت کیا۔ اور امام زین العابدینؒ سے یہ بھی کہا کہ: ”اے صاحبزادے! جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں مجھے لکھنا“۔ پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ”دیکھو! ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے“۔

غرض یزید سے امام زین العابدینؒ رخصت ہو کر مع اہل بیت منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بخیال قرابت رسول ﷺ عزت و احترام و آرام سے لائے۔ کسی قسم کی تکلیف اثناء سفر نہ ہونے پائی۔ جہاں پر قیام پزیر ہوتے تھے، چوکیداروں کی طرح سے محافظت و نگہبانی کرتے تھے۔ (تاریخ ابنِ خلدون حصہ دوم ص ۱۳۵)

مندرجہ بالا روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی نہ تھا اور اس نے امام زین العابدینؒ وغیرہ خاندان نبوتؐ سے حسن سلوک کیا۔ واللہ اعلم![1]

[1] بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسین ص ۲۷۲ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# کلام اللہ قرآن خطا سے محفوظ ہے

**ان کلام اللہ محفوظ بفضلہ و کرمہ عن الخطاء فی تقطہ و قلمہ فی رسمہ۔ و ذلک بقولہ سبحانہٗ**

**انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون۔**

**و قد اقیم بحقطہ جمع محافظون مع بعد العھد عن زمانہ علیہ السلام الی یومنا۔**

ترجمہ: کلام اللہ قرآن، اللہ کے فضل و کرم سے ہر خطا سے محفوظ ہے۔ چاہے وہ نقطہ میں ہو یا رسم الخط میں اور یہ حفاظت اس کے فرمان کے ذریعہ سے ثابت ہے۔

**انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون۔**

ہم نے ہی ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ایک جماعت اس قرآن کی حفاظت کے لیے قائم کر دی گئی ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ایک مدت مزید گزر گئی ہے۔ لیکن یہ جماعت آج تک قائم ہے۔[1]

[1] موضاتِ کبیر۔ مؤلفہ علامہ علی قاری۔ المتوفی

# تحقیق حدیث میں "صحیح نہیں" اور "روایت موضوع" کا فرق

زرکشی فرماتے ہیں:

**ولذا قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و مولنا موضوع بون مبین فان الوضع اثبات المکذب و قولنا لم یصح انما هو اخبار عن عدم اثبوت و لا یلزم منه اثبات العدم و اللہ سبحانه اعلم۔** (موضوعات کبیر مؤلفہ علامہ علی قاری حنفی ص ۹۰)

ہمارے اس قول سے کہ "یہ روایت صحیح نہیں" اور ہمارے اس قول کہ "یہ روایت موضوع ہے" میں بہت زبردست فرق ہے۔ کیوں کہ وضع کذب کے اثبات سے ہوتا ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں یہ عدم ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے کسی شئے کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

## یزید نے آخری بات یہ کی کہ اللہ میرا مواخذہ نہ کرنا

○ عبد الرحمٰن بن ابی مرعو نے بیان کیا ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ یزید بن معاویہؓ نے آخری بات یہ کی:

"اے اللہ! اس بات پر میرا مواخذہ نہ کرنا جسے میں نے پسند

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

نہیں کیا اور نہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ اور میرے اور عبید اللہ بن زیاد کے بارے میں فیصلہ فرما۔"

اور اس کی انگوٹھی کا نقش "اٰمنت باللہ العظیم" تھا۔[1]

## یزید کا قتل حسینؓ سے انکار

O ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ابو الفضل محمد بن الفضل بن المظفر العبدی نے جو بحرین کے قاضی تھے۔ اپنے خط میں اپنے الفاظ میں مجھے لکھا کہ میں نے یزید بن معاویہؓ کو خواب میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا، تو نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا: وہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو یزید کو اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ایک جنتی ایک دوزخی کو اٹھائے ہوئے ہے۔ یزید نے کہا: وہ صحیح نہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے: یہ بات ایسے ہی ہے جیسے اس نے بیان کی ہے بلاشبہ یزید حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ ہجرت کے بیسویں سال کے بعد پیدا ہوا ہے۔[1]

[1] البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۱۱۷۰

خادم اہلسنت عبدالواحد الحنفی

# یزید کے بارے میں فیصلہ اعتدال

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حسینؓ اور یزید سے متعلق عقیدہ سے چوں کہ واقعات کی ایک تاریخ وابستہ ہے اور اس تاریخ کا ذکر ہی عقیدہ کا ذکر ہے اس لیے نہ تو معاملات کی تاریخی ریسرچ کے وقت عقیدہ سے قطع نظر کی جاسکے گی اور نہ ہی اس کی تاریخ کو عقیدہ سے الگ کر کے محض تاریخ کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے گا۔

بلکہ عقیدہ کے معیار سے جانچ کر ہی اس کا فیصلہ کیا جائے گا جہاں تک سبائی پارٹی کی جعلی روایتوں کا تعلق ہے۔

ان سے تاریخ کو صاف کر کے ان غلیظ پردوں کو چاک کر دیا جانا بلاشبہ تاریخ کی ایک اہم خدمت ہے۔ لیکن اول تو یہ خدمت انجام پا چکی ہے۔

محققانہ تاریخوں کے اوراق میں جہاں بھی کسی سبائی جعلسازی کا وجود نظر آیا تو وہیں تنبیہات ملتی ہیں کہ یہ جعلی یا مشتبہ روایت سبائیوں کی دسیسہ کاری ہے۔

یزید کی حمایت میں بے سدھ ہو کر امام ہمام (حسینؓ) کی مذمت پر اتر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

آنا نہ کوئی تاریخی ریسرچ ہے نہ مذہبی اور دینی خدمت، بلکہ پرانی بدشگونی میں اپنی ناک کاٹ لینے کے مترادف ہے۔ یقیناً اسے معتدل طریق کار نہیں کہا جاسکتا کہ آدمی فریق مخالف کا ردّ کرتے کرتے خود اپنا بھی ردّ کرجائے۔

اس لیے سبائیت کی تردید تو بلاشبہ تاریخی خدمت تھی مگر زور میں آ کر ناصبیت کی تائید کرنا نہ تردید رہتی ہے نہ تائید، مگر اس کا واحد منشاء یہ ہے کہ اس بارہ میں مذہب اہل السنت و الجماعت سے ہٹ کر تائید و تردید کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ تو پھر اعتدال کہاں میسر آسکتا ہے۔

مسلک اعتدال تو صرف نصیب اہل سنت ہے۔[1]

O مولانا عبدالجبار صاحب سلفی لکھتے ہیں:

حضرت قاری (محمد طیب) صاحبؒ کے اس اقتباس سے واضح ہوگیا کہ سیدنا حسینؓ کی شخصیت محض تاریخی نہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں کے عقائد و نظریات وابستہ ہیں۔ اس لیے حادثہ کربلا کو تاریخی کہنے کا مقصد اگر یہ ہے کہ یزید کی ترجمانی کرنے کا کوئی چور راستہ نکالا جائے اور حسین ابن علیؓ (نامی کتاب) لکھ کر اندر کے صفحات پر یزید سے ناطہ جوڑنے کی ترغیب دی جائے تو قطعاً باطل ہے۔[2]

---

[1] شہید کربلا اور یزید ص ۱۲۔ مؤلفہ مولانا قاری محمد طیبؒ

[2] ماہنامہ حق چاریار لاہور جنوری ۲۰۰۲ء ج ۱۲ شمارہ ۱۔ صفر ۱۴۲۳ھ

## مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا اکابر کی تائید میں فیصلہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

(۱) یزید کا شخصی کردار کیا تھا خود عباسی صاحب کی کتابوں سے ثابت ہے وہ شکار کھیلا کرتا تھا اور زبردست شکاری تھا۔

(۲) دور یزید میں کربلا کا سانحہ پیش آیا۔

جس میں بتاریخ ۱۰ محرم ۶۱ھ نواسہ رسولؐ جوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسینؓ مع اپنے رفقاء کے شہید کر دیے گئے۔

(۳) ۶۳ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد حضرت عبداللہؓ بن حنظلہ کی قیادت میں تحقیق حال کے لیے دمشق گیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یزید کا کردار خراب ہے۔

واپس آکر انہوں نے یزید کی بیعت توڑنے اعلان کیا۔ جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ پیش آیا۔ جس میں یزید کے حکم سے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہل مدینہ پر مظالم توڑے گئے۔ سینکڑوں صحابہؓ و تابعینؒ شہید ہوئے۔ بعض صحابہؓ کو گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا......الخ

لیکن عباسی صاحب کی پارٹی پھر بھی حضرت ابن الزبیرؓ کی مخالف اور یزید کی حامی ہے۔

(۴) مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے بعد یزیدی کمانڈروں نے مکہ

مکرمہ پر فوج کشی کی۔ منجنیقوں سے بیت اللہ کو نقصان پہنچا۔ آخر مرگ یزید کے بعد لشکر واپس آگیا۔

(۵) پھر عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف (مشہور ظالم ترین شخص) نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو قتل کرنے کے لیے ۷۲ھ میں مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقوں سے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ کے منظور نظر جلیل الشان صحابی حضرت ابن الزبیرؓ شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان واقعات کی تفصیلات متعلقہ مباحث میں گزر چکی ہیں جن کا انکار حقائق کا انکار ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## قول فیصل

اہل السنت و الجماعت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرامؓ مخلص ہیں۔ درجہ بدرجہ ان کو (حسبِ اعلان خداوندی رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ) حق تعالیٰ کی رضا کی ابدی سند حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی صفت تزکیہ (وَيُزَكِّيهِمْ) کا فیضان ہر ایک کو حاصل ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصحاب مدینہ نے محض دنیوی اقتدار کے حصول کے لیے یزید کی مخالفت کی اور بہانہ بنایا کہ یزید شرابی اور تارک نماز ہے۔ بلکہ انہوں نے اگر یزید کو شراب وغیرہ قبائح سے مَتہم کیا ہے تو پوری تحقیق و

بصیرت کے بعد۔ اسی لیے انہوں نے حبرِ امّت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا موقف بھی قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ اپنے اجتہادی نظریہ کے تحت یزید کو بوجہ فاسق ہونے کے قابلِ عزل سمجھتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ ان کا اختلاف اس بناپر نہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ تو اس کو صالح سمجھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ غلط فہمی سے اس کو فاسق قرار دیتے تھے۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہاں حق گوئی سے کام لیتے اور کھلم کھلا اعلان کر دیتے کہ یزید ہر گز فاسق نہیں بلکہ صالح وعادل ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی مخلص و متقی صحابی تھے۔ جن کے فضائل و مناقب ان دونوں جلیل القدر صحابیوںؓ نے بھی بیان فرمائے ہیں۔ کوئی سُنی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن الزبیرؓ نے محض حصولِ اقتدار کے لیے یزید وغیرہ کی مخالفت کی تھی۔ اگر حمایت یزید میں جنگ کرنے والے صحابہ کرامؓ ہوتے تو پھر یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا تھا۔ لیکن حرہ اور مکہ بلکہ کربلا کی جنگیں صحابہؓ کے دو گروہوں میں نہیں بلکہ صحابہؓ اور غیر صحابہ کے مابین لڑی گئیں ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے موقف کو حق قرار دیا جائے گا اور یزید وغیرہ کے موقف کو باطل اور پھر جب اصحابؓ مدینہ یزید کو فاسق قرار دے کر یہ جنگیں کر

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

رہے ہیں تو یقینا یہ پہلو متعین ہو گیا کہ یزید فاسق تھا۔ اور اس کا فسق اتنا مشہور اور متفق علیہ ہے کہ کربلا، حرّہ اور محاصرہ مکہ کے بعد کسی ایک صحابیؓ سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے یزید کو واضح طور پر صالح و عادل کہا ہو۔ بلکہ فن ورجال میں سے بھی کسی ایک امام فن کا یہ قول نہیں ملتا کہ یزید صالح اور عادل تھا۔ اسی بنا پر صدیوں سے اہل السنت والجماعت کا یہ متفق علیہ مسلک چلا آرہا ہے کہ

یزید فاسق تھا

اور گو بعض حضرات نے اس کی تکفیر بھی کی ہے اور کئی اکابر امت نے اس پر لعنت کو بھی جائز قرار دیا ہے

لیکن

"محتاط مسلک" یہی ہے کہ

لعن و تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔

مگر اس کے فسق میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

☆☆☆☆

---

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۴۸۶ از مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب

خادم اہل السنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...15

# ماتمی جلوس کا آغاز

حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے ۲۹۱ سال بعد (۱۰ محرم ۳۵۲ھ سے) ماتمی جلوس کا آغاز ہوا۔

(۱) البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر میں ہے:

**فی عاشر المحرم من هذه السنة (۳۵۲ھ / ۹۶۳ء) امر معز الدولة بن بوية قبحه الله ان تغلق الاسواق و ان يلبس النساء المسوح من الشعر و ان يخرجن فی الاسواق حاسرات وجوههن ناشرات شعورهن يلطمن وجوههن ينحن على الحسين بن ابی طالب۔**

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

دس محرم ۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء میں معز الدولہ بن بوتیہ الدیلمی الشیعی نے بغداد میں عوام کو حکم دیا کہ اس دن بازاروں کو بند کر دیا جائے ...... اور عورتیں اونی لباس پہنیں اور ننگے سر بازاروں میں کھلے چہروں اور بکھرے ہوئے بالوں سے نکلیں ...... اور اپنے چہروں پر طمانچے لگائیں اور حسینؓ بن علیؓ پر نوحہ و بین کریں۔[1]

(۲) تاریخِ اسلام میں دول الاسلام میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۴۳، علامہ ابن کثیر

۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء میں عاشورہ (محرم) کے روز اہل بغداد کے لیے معز الدولہ الدیلمی الشیعی نے لازم قرار دیا کہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ پر نوحہ اور ماتم کریں اور حکم دیا کہ آج کے دن بازاروں کو بند کر دیا جائے اور (دروازوں کے سامنے) ٹاٹ آویزاں کیے جائیں ...... اور خورد و نوش کی چیزوں کو پکانے سے باز رہیں اور شیعہ عورتیں بالوں کو بکھیر کر نکلیں اور اپنے چہروں پر سیاہی مل کر ان پر طمانچے لگائیں ...... اس طرح لوگ فتنہ میں ڈالے گئے اور یہ وہ پہلا روز تھا جس میں نوحہ کا اجرا کیا گیا۔

(۳) شیعہ مؤرخین نے بھی یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

الشیخ عباس قمی الشیعی منتہی الامال میں تحریر کرتے ہیں:

جملہ اے از مورخین نقل کردہ اند کہ در سنہ سی صد و پنجا (۳۵۲ھ) دو روز عاشورہ معزالدولہ الدیلمی امر کرد اہل بغداد ابنوحہ رلطمہ وماتم بر امام حسین علیہ السلام و آنکہ زنہا مو بارا پریشان و صورتہا را سیاہ کنند و بازار بہ بند ند و برد کانہا پلاسی آویزاں نمایند وطبا خسین طبخ نکنتد زنہائے شیعہ بیروں آمدند در حالیکہ صورتہا را بہ سیاہی ویگ وغیرہ سیاہ کردہ بودند و سینہ مے زدند و نوحہ میکردند و سالہا چنیں بود و اہل سنت عاجز شدند از منع آن لکون السلطان مع الشیعہ۔

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ جملہ مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ ۳۵۲ھ میں عاشورہ (محرم) کے روز معز الدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ حسین علیہ السلام کے ماتم پر نوحہ کریں اور منہ پر طمانچے لگائیں اور خواتین اپنے بالوں کو بکھیریں اور اپنے چہروں کو سیاہ کردیں۔

شہر کے بازار بند کردیں، دکانوں پر ٹاٹ آویزاں کریں اور باورچی کھانانہ بنائیں اور شیعہ خواتین اس دن گھروں سے اس حالت میں باہر آئیں کہ انہوں نے اپنے چہروں کو کالک سے سیاہ کیا ہوا تھا۔ سینہ کوبی کرتی تھیں اور نوحہ کرتی تھیں اور کئی سال اسی طرح ہوتا رہا اور اہل سنت اس فعل سے انہیں منع کرنے سے عاجز تھے کیونکہ اس وقت کا بادشاہ شیعوں کی حمایت میں تھا۔[1] جب کہ ائمہ نے ماتم سے منع کیا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت امام حسینؓ کی سیدہ زینب کو وصیت

**(۱) وقال لها يا اختاه تعزى بعزأ الله فان لي ولكل مسلم اسوة برسول ﷺ۔ ثم قال انى قسم عليك فابرى قسمى لاتشقى علىٰ جيبًا ولا تخمشى علىٰ وجها ولاتدعلى علىٰ بالويلو الثبور۔**[2]

یعنی: امام حسینؓ نے اپنی بہن سیدہ زینبؓ کو ارشاد فرمایا کہ صبر

---

[1] منتہی الامال للشیخ عباس القمی الشیعی ج ا ص ۴۵۲

[2] تاریخ یعقوبی الشیعی ج ۲ ص ۲۴۴

اختیار کرنا اور مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے تسلی حاصل کرنا میرے لیے اور ہر ایک مسلمان کے لیے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ اسوۂ حسنہ ہے۔

پھر امام حسینؓ نے سیدہ زینبؓ کو قسم دے کر فرمایا کہ میری قسم کو پورا کرنا اور میری مصیبت پر گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہرے کو نہ نوچنا اور ہائے وائے کے ساتھ واویلا نہ کرنا۔[1]

## حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ارشاد: صبر کیوں ضروری ہے؟

(۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ فرماتے ہیں:

**واعلمو ان منزلة الصبر من الایمان کمنزلة الراس من الجسد فاذ اذهب الراس ذهب الجسد و اذا ذهب الصبر ذهب الایمان۔**[2]

یعنی: لوگو! یقین کرو کہ صبر کا ایمان میں وہی مرتبہ ہے، جیسے سر کا مرتبہ جسم میں ہے۔ جب سر چلا جاتا ہے تو جسم ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے۔

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی ج ۲ ص ۲۴۴

[2] المنصف لابنِ شیبہ ج ۱۳ ص ۲۸۴، نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۵۴، شرح ابنِ میثم ج ۵ ص ۳۱۹، اصول کافی ج ۲ کتاب الکفر والایمان ص ۴۱۰۔ بروایت امام جعفر صادق۔

خادم اہل سنت حافظ عبدالواحد الحنفی

## امام حسینؓ کی وصیت میں ماتم مروجہ حرام ہے

(۳) حضرت امام حسینؓ نے میدان کربلا میں شہادت سے پہلے جو وصیت فرمائی:

**اتق اللہ و اصبری و تعزی بعزأ اللہ ...... و اعلمی ان اهل الارض یموتون و ان اهل السماء لا یبقون و ان کل شی هالک اِلَّا وجه اللہ الذی خلق الخلق بقدرته ...... و اعلمی ان ابی خیر منی و امی خیر منی و اخی خیر منی ولی و لهم و لکل مسلم برسول اللہ اسوة حسنه ...... ثم حرج علیها ان لا تفعل شیأ من هذا بعد مهلکه......**

یعنی: سیدنا حسینؓ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینبؓ کو ارشاد فرمایا ...... اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر کرو، مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے تسکین و تسلی حاصل کرو، اور یقین کرو اہل ارض فوت ہو جائیں گے۔ اور اہلِ سمأ باقی نہیں رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے ...... اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا یقین کرو کہ میرے والد گرامی مجھ سے بہتر تھے۔ اور میری والدہ گرامی تم سے بہتر تھیں۔ اور میرے برادر مجھ سے بہتر تھے۔ میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے جناب

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں اسوہ حسنہ (عمدہ طریقہ) ہے۔

میری وفات کے بعد ان چیزوں (جزع فزع وغیرہ) میں سے کوئی بات نہ کرنا۔[1]

## یادگارِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی اقتدار کے خلاف اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے معرکہ کربلا میں جو قربانی پیش کی ہے اس میں آپ کو اپنی بلند شان کے مطابق مرتبہ شہادت نصیب ہوا ہے۔ امام حسینؓ دین و شریعت کے مبلغ اور محافظ تھے۔ خلوص و تقویٰ کا پیکر تھے۔ حسب ارشاد نبوی جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی شخصیت محض ذاتی اور خاندانی اقتدار کی ہوس سے بالاتر ہے۔ آپ نے جو کچھ کیا دین کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا۔

بعض مدعیانِ اسلام حضرت امام حسینؓ کو شہید نہیں مانتے۔ یہ لوگ خارجیت کے علمبردار ہیں یا غیر شعوری طور پر ان سے متاثر ہیں۔ حجۃ

[1] البدایہ والنہایہ تاریخ ابنِ کثیر ج ۸ ص ۱۷۷

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مفصل مکتوب میں حضرت حسینؓ کی شہادت کو شرعی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ فارسی مکتوب حضرت نانوتوی کے مجموعہ مکتوبات بنام "قاسم العلوم" میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کے مترجم جناب مولانا پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب شیرکوٹی فاضل دیوبند مرحوم ہیں۔ اس مکتوب میں حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ:

"چوں ایں مقدمات شانزدہ گانہ تمہید یافت اعتراض شیعان خود پاش پاش شد و بطور سنیاں در شہادت جگر گوشہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہدا آنحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عن اولادہٖ جائے انگشت نہادن نماند و ہم چنیں در ولی عہد کردن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید را خدشہ موجب انکار نہ بر آمد"۔

ترجمہ: جب یہ سولہ مقدمات تمہید کے طور پر بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراض کی دھجیاں بکھر گئیں۔ اور سنیوں کے طرزِ فکر کے مطابق رسول انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ شہداء کے امام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عن اولادہٖ کی شہادت پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی۔ اور اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عہد بنانے میں بھی کوئی خدشہ موجب انکار نہ نکلا۔[1]

**رافضی** حضرت امام حسینؓ کے بارے میں بہت زیادہ افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ رافضی آپ کو دیگر ائمہ اہل بیت کی طرح بذریعہ وحی خدا کی طرف سے نامزد امام معصوم مانتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ وغیرہ انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

**خارجی** اور خارجی فرقہ کے لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسینؓ کی بھی توہین و تکفیر کرتے ہیں۔

**اہل السنّت والجماعت** لیکن اہل السنت والجماعت ان دونوں کے خلاف مسلک حق و اعتدال پر قائم ہیں۔ وہ ان حضرات کو اپنے اپنے درجہ پر تسلیم کرتے ہوئے ان کی محبت کو جزو ایمان قرار دیتے ہیں۔ نہ انبیاء اور خلفائے راشدینؓ پر ان کو فوقیت دیتے ہیں اور نہ کسی پہلو سے ان کی تنقیص و توہین کرتے ہیں۔

## اہل سنت کا نظریہ امامت

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "منصب

[1] قاسم العلوم مترجم اردو ص ۱۷۳

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

امامت" میں امامت کے متعدد اقسام بیان کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"پس خود خلیفہ سیاست ایمانی میں نبی کے مشابہ ہے، اسی واسطے اسے امام کہتے ہیں۔ پس نمازیوں کی جماعت کا متبوع ادائے نماز میں نبی کے مشابہ ہے اور وہی نماز کا امام ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جو کوئی مذکورہ کمالات میں سے کسی کمال میں انبیاء اللہ سے مشابہت رکھتا ہو، وہی امام ہے۔ وہ کمال لوگوں کے درمیان خواہ اس لقب سے مشہور ہو یا نہ، پس بالضرور کوئی اکابر امت میں امام المحبوبین ہو گا۔ اور کوئی امام المعظمین فی الملائکۃ المقربین، کوئی امام السادات، کوئی امام الملہمین، کوئی امام القضاۃ اور کوئی امام المجتہدین ہو گا، وغیرہ"۔ (منصب امامت مترجم اردو ص ۵۹)

نیز فرماتے ہیں:

پس مطلق لفظ امام سے صاحب امامت باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس۔ کسی امام سے ظہور ہدایت کی قلت اس کے درجہ علو و کمال کے سقوط یا کمی کا باعث نہیں بن سکتی۔ یہی ائمہ اہل بیت ہیں کہ ان میں سے ایک امام جعفرؒ صادق جو پیشوائے عالم اور رہنمائے بنی آدم ہیں۔ ایک ان میں سے ان کے جد امجد حضرت سجاد ہیں، جو سوائے چند اکابر اہل بیت کے بہت کم لوگ ان سے مستفید ہوئے۔ (ایضاً ص ۷۲)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور تحریر فرماتے ہیں کہ:

امامت تامہ کو خلافت راشدہ، خلافت علیٰ منہاج النبوت اور خلافت رحمت بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً ص ۷۹)

## خارجی مشن کے اثرات

بعض لوگ ان حضرات کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اور ان کو اہل بیت بھی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ دراصل خارجی مشن کے اثرات ہیں، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اہل سنت کے عنوان سے پھیلائے جارہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے مجددین و محدثین وغیرہ بھی لفظ امام اور اہل بیت کے مفہوم سے ناآشنا رہے ہیں۔ اور سُنّیت کے نام سے یہ طریق تبلیغ و اصلاح مذہب اہل السنت والجماعت کو ہی مجروح کرنے والا ہے۔

خادم اہلسنت عبدالمجید الحنفی

## اہل سنت ہونے کی شرط

حضرت مجدد کا ارشاد: امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

پس محبت حضرت امیرؓ شرط تسنّن آمد و آنکہ در محبت امیر طرف افراط اختیار کرد و زیادہ از انچہ شاید بوقوع آورد و غلو در اں محبت

نمود و بہ سبب ردّ و طعن اصحاب خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام زبان کشود و ترک طریق صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کرد رافضی نام یافت۔

پس اہل سنت متوسط اند درمیان افراط محبت امیر و درمیان تفریط آں محبت کہ روافض و خوارج اختیار کردہ اند الخ [1]

## سُنّی، رافضی اور خارجی کی علامت

ترجمہ: پس امیر المومنین حضرت علیؓ کی محبت اہل سنت ہونے کی شرط قرار پائی اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا۔ اور خارجی نام پایا۔ اور جس نے حضرت علیؓ کی محبت میں افراط و غلو اختیار کیا اور آپ کو ان کے اصلی مقام سے بڑھا دیا۔ اور حضور خیر البشر ﷺ کے اصحاب کے خلاف ردّ و طعن کی زبان کھولی، اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت حضرت علیؓ کی محبت کے بارے میں اعتدال پر ہیں۔ کہ نہ رافضیوں کی طرح آپ کی محبت میں غلو کرتے ہیں اور نہ خارجیوں کی طرح آپ کی محبت میں کمی کرتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ ص ۵۱)

[1] مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ج ۲ ص ۵۱

## رافضی کی علامت

نیز حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں:

محبت امیر رفض نیست۔ تبرّی از خلفائے ثلثہ رفض است۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے محبت رکھنا رفض وشیعیت نہیں ہے۔ رفض تو یہ ہے کہ خلفائے ثلثہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ) سے تبرّی (بیزاری) اختیار کی جائے۔ (ایضاً ص ۵۲)

فرماتے ہیں:

چگونہ عدم محبت اہل بیت در حق اہل سنت گمان بردہ شود کہ آں محبت نزد ایں بزرگواراں جزو ایمان است۔

ترجمہ: یہ کیوں کر گمان کیا جا سکتا ہے کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں ہے جب کہ اہل سنت کے بزرگوں کے نزدیک اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ اور وہ سلامتی خاتمہ کو ان کی محبت کی پختگی کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں۔ الخ (ایضاً ص ۵۲)

## سُنّی عقیدہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں جا بجا سنی عقیدہ کے برحق ہونے پر مضبوط دلائل پیش کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو

چوتھا برحق خلیفہ راشد تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے جو اختلاف کیا وہ فروعی اور اجتہادی اختلاف تھا۔ حضرت معاویہؓ کے خلوص نیت پر شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت علیؓ کا موقف گو صحیح تھا، لیکن اجتہادی غلطی کی وجہ سے حضرت معاویہؓ پر طعن نہیں کر سکتے۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی یزید کو صالح و مصلح نہیں مانتے بلکہ اسے فاسق قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است۔[1]

ترجمہ: یزید بے نصیب فاسقوں کے زمرہ میں شامل ہے۔

## ہم یزیدی نہیں حُسینی ہیں

یہاں بطور نمونہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات اس لئے پیش کر دیئے گئے ہیں تاکہ اہل السنت والجماعت کو معلوم ہو جائے کہ امام حسینؓ وغیرہ ائمہ اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ اور آج کل خارجیت سے متاثر یا مذہب اہل سنت سے ناواقف بعض سنی مسلمان بھی جو بلا تامل یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حسینؓ قتل کئے گئے تو کیا ہوا، وہ یزید

[1] مکتوبات امام ربانی جلد اول ص ۲۷۵

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کے مقابلے میں کیوں گئے تھے، وغیرہ۔ تو اس قسم کی گستاخانہ باتوں سے امام حسینؓ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ گستاخی کرنے والے اپنے ایمان کا ہی نقصان کرتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کوئی آج کل کے سیاسی لیڈر تو نہیں ہیں کہ ان کے متعلق اپنے اپنے جذبات کے تحت تبصرہ کر لیا جائے۔ اور سنی مسلمان کیوں کر گستاخی کا مرتکب ہو سکتا ہے، جب کہ مذہب اہل سنت کی کتب حدیث میں ان کے مخصوص فضائل مذکور ہیں۔ (یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۳ تا ۹)

یہ اپنی قسمت ہے شکایت کیوں گلہ کیسا
یزیدی آپ کہلائیں مگر ہم تو حُسینی ہیں [1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ماتم و تعزیہ کے مظاہرے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ اہل بیت کے متعلق مختصر طور پر مذہب اہل السنت والجماعت کا برحق عقیدہ اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ شہید ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ لیکن روافض نے جس طرح ان کو انبیائے سابقین علیہم السلام پر فضیلت دے کر غلو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے شہید کربلا کی یادگار میں نوحہ و

[1] مشاجرات صحابہؓ ج ا ص ۸۸ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور تعزیہ و دلدل (ذوالجناح) کے جلوسوں اور مظاہروں کو امام حسینؓ کی محبت کا شرعی تقاضا اور کارِ ثواب سمجھا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام کے مشن اور مقصد حیات کے بالکل خلاف ہے۔ محبت شرعی کا تقاضا محبوب کی اتباع ہے، نہ کہ خلاف ورزی۔ اگر تحقیق و انصاف سے کام لیا جائے تو شیعہ مذہب کی احادیث کے تحت بھی مروجہ ماتمی افعال شرعاً ناجائز ہیں۔ جن سے رسول خدا ﷺ اور خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ:

(۱) دورِ حاضر کے مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے سورۃ الممتحنہ کی آیت **"وَلَا یَعۡصِیۡنَکَ فِیۡ مَعۡرُوۡفٍ"** کی تفسیر میں لکھا ہے:

> کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو مردوں نے بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے آئیں تو خدا نے یہ پوری آیت نازل فرمائی: "یایھا النبی"۔ اس وقت ہندہ نے تو کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو جب کہ وہ چھوٹے تھے، پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ اور ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی، یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ کھولو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو۔ اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ۔ پس آنحضرت ﷺ نے انہی باتوں پر جو آیت و حدیث میں مذکور ہیں، بیعت لینی چاہی۔[1]

اور یہی حدیث تفسیر قمی میں بھی منقول ہے۔

(۲) میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینبؓ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ:

اے خواہر گرامی! تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو کر بعالم بقا رحلت کروں، گریبان چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا۔ پس اپنی حرم کو فی الجملہ تسلی و دلاسہ دے کے تہیہ سفر آخرت درست کیا۔[2]

شیعہ مذہب کی تفاسیر و احادیث کی بناء پر تو یہ ماتمی افعال و رسوم ناجائز ہیں۔ جن کو امام حسینؓ کی محبت و یادگار کے نام سے ملک میں پھیلایا جارہا ہے۔ لیکن شیعہ فرقہ کے علماء اگر مروجہ ماتم کو کارِ ثواب ہی قرار دیتے ہیں تو وہ جو چاہیں اختیار کریں۔

---

[1] ترجمہ مقبول استقلال پریس لاہور بار پنجم

[2] جلاء العیون مترجم اردو جلد دوم ص ۷۸۱ مصنفہ علامہ باقر مجلسی مطبوعہ انصاف پریس لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# اہل السنت کی خدمت میں

مگر مسلمانانِ اہل السنت والجماعت کے لئے تو ان ماتمی افعال کے جائز ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیوں کہ دیوبندی ہوں یا بریلوی اہل سنت کے علماء ماتم و تعزیہ وغیرہ کو ناجائز اور حرام ہی قرار دیتے ہیں۔ اور علمائے اہل حدیث کے نزدیک بھی یہ امور ناجائز ہی ہیں۔ مسئلہ ماتم کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟" اور ایک ضخیم کتاب "بشارت الدارین" صفحات ۶۱۷ شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں اہل سنت کے دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کی تفصیل موجود ہے۔ یہاں بطور اختصار بعض حوالجات حسب ذیل ہیں:

(۱) جنگ اُحد میں کفار قریش کے مقابلہ میں ستر (۷۰) اصحابؓ شہید ہوئے تھے۔ اور خود حضور رحمت للعلمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے۔ طبعاً یہ المناک واقعہ تھا۔ لیکن شرعی پہلو سے چونکہ ان اصحاب کو شہادت کا بلند مقام نصیب ہوا اور ان کی یہ قربانی قابل فخر تھی۔ راہِ حق میں مصائب و تکالیف کی وجہ سے ہی مجاہدین کے کمالات صبر و استقامت نمایاں ہوتے ہیں اور مومنین کے اس قسم کے امتحانات میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شہدائے احد کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

خادم اہل السنت عبدالوحید الحنفی

لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور نہ تم سست ہو اور نہ غم کھاؤ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۱۴)

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شہدائے احد کا غم باقی رکھنے سے منع فرما دیا ہے تو غم و الم کی بنیاد پر ماتم کی ہر شکل شرعاً ممنوع قرار دی جائے گی۔ شاعر اسلام حفیظ جالندھریؔ نے شہدائے احد کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو اپنے اشعار میں کیا خوب بیان کیا ہے۔ ؎

ہوا ارشاد بے شک قدرتی ہے غم جدائی کا
مسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا
تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے
شہید اک مقصد اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نوید زندگی لاتے ہیں بہر نوع انسانی
ہمیشہ احترام ان کا فروغ آدمیت ہے
مگر یہ پیٹنا رونا تو رسم جاہلیت ہے
نہ جانو مردہ آب تیغ کے لذت چشیدوں کو
خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لہٰذا یہ بکا، یہ پیٹنا، یہ سوگ، یہ ماتم
یہ کپڑے پھاڑ لینا، بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے جاہلیت کی ہیں یہ باتیں
بجائے ان کے لازم شکر حق ہے اور مناجاتیں
یہ ارشادات والا سن کے لوگوں کو سکون آیا
سمجھ میں معنی انا الیہ راجعون آیا
ہوا امت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی
مٹی افسردگی، گلزار ہستی میں بہار آئی
(شاہنامہ اسلام جلد ۴ ص ۶۵)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## رسول اللہ ﷺ نے ماتمی افعال سے منع کیا ہے

(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ ضَرَبَ الۡخُدُوۡدَ وَ شَقَّ الۡجُیُوۡبَ وَ دَعَا بِدَعۡوَی الۡجَاھِلِیَّۃِ

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسارے پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے چلائے۔

سیرت کی مشہور کتاب "رحمت للعٰلمین" جلد اول میں فتح مکہ کے بیان میں رسول اللہ ﷺ سے عورتوں کی بیعت کے متعلق

لکھا ہے:

عورتوں سے یہ بھی اقرار لئے جاتے تھے: کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھولیں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنے گی، نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی۔

قرآن و حدیث کے ان واضح ارشادات کے بعد کوئی سنی عالم کیا مروجہ ماتمی مظاہروں کے دیکھنے سننے کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علمائے اہل السنت والجماعت اس قسم کے ماتمی منکرات کی واضح تردید کرکے اُمت کی رہنمائی فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ:

(ا) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجلس ماتم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

اس مجلس میں بہ نیت زیارت و گریہ زاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے۔ اور وہاں لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے۔ الخ

(ب) اور فاتحہ و درود پڑھنا فی نفسہٖ درست ہے لیکن ایسی جگہ یعنی مجلس تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اس

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

واسطے کہ ایسی مجلس اس قابل ہے کہ مٹا دی جائے اور ایسی مجلس میں نجاست معنوی ہوتی ہے۔ اور فاتحہ و درود اس جگہ پڑھنا چاہیے جو نجاست ظاہری و باطنی سے پاک ہو۔ الخ[1]

(۲) دیوبندی مسلک کے عظیم مقتداء قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں حسب ذیل سوال وجواب منقول ہے:

**(الف) سوال:** یوم عاشور کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا و احکام ماتم و نوحہ و گریہ زاری و بے قراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت نامہ منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایات خلاف و ضعیفہ سے۔ اور یہ کل امور بدعات و معصیت ہیں یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

**جواب:** ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے۔ اور ماتم و نوحہ کرنا حرام ہے۔ الخ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۵)

**(ب) سوال:** غم کرنا امام حسینؓ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

**جواب:** غم اس وقت تھا، جب آپ شہید ہوئے۔ تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم[2]

---

[1] فتاویٰ عزیزی ص ۱۶۵ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۷۱، ماخوذ از یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۳۰ تا ۹

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# شانِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

چمن سید عالمؐ کو بسایا کس نے؟
سبق قرآن ہمیں آ کے بتایا کس نے؟
جذبۂ عشق مسلماں کو سکھایا کس نے؟
نعرۂ حق سے ہمیں آ کے جگایا کس نے؟

جس نے ہم کو تھا سکھایا رہِ حق میں مرنا
جز خدا غیر کی طاقت سے نہ ہرگز ڈرنا

نعرہ مست سے دشمن کو ڈرایا کیوں کر
صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کیوں کر
ہم کو پیغام بشارت کا سنایا کیوں کر
سر پئے ملت اسلام کٹایا کیوں کر

مرد غازی کی شجاعت کو سبالت کو دیکھ
ابنِ حیدرؓ کی ذرا دینی حمایت کو دیکھ

کلفتیں کرب و بلا کی وہ اٹھائی کیوں تھیں
ندیاں خون کی اس نے وہ بہائی کیوں تھیں
ظلمیں کفر کی دنیا سے مٹائی کیوں تھیں
صفیں اعدا کی دغا میں وہ بچھائی کیوں تھیں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

درسِ عبرت تھا مسلمان بھی جینا سیکھے
جام وہ اپنی شہادت کا بھی پینا سیکھے

دیکھ اُس مردِ خدا کا بھی ذرا قہر و جلال
یعنی لختِ جگر حیدرؓ کرار کا حال
نکلا میدان میں کس شان سے زہراؓ کا لعل
کر دیا لشکر کفار کو یک دم پامال

دین و ملّت کے لیے اُس کی یہ قربانی دیکھ
چشم عبرت سے ذرا جذبۂ ایمانی دیکھ

(کلام: مولانا قاضی مظہر حسین چکوال، النجم لکھنو ۲۴ اپریل ۱۹۳۷ء)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھر وال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء

☆☆☆☆

النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com
اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ
اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات
اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

# خُدّامِ اہلِ سُنّت میدانِ عمل میں

ازقلم: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت (پاکستان)

(۲ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ.....31 جنوری 1971ء)

خدام اہل سنت ہیں ہم سنت کو پھیلائیں گے — ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جلائیں گے
ہم شاہِ رسلؐ کی امت ہیں جن پہ ہے نبوت ختم ہوئی — ہم منکر ختم نبوت کو بس کافر ہی ٹھہرائیں گے
وہ ساقی کوثرؐ، شافع محشر، جانِ جہاں، محبوب خدا — ہم ختم نبوت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے
اصحابؓ نبیؐ، ازواجؓ نبیؐ اور آلِؓ نبیؐ پر ہم قرباں — بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ کی شانیں ہم سمجھائیں گے
یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں اور حسنؓ حسینؓ بھی ہیں پیارے — جنت کے جوانوں کے سید، ہم ان کی راہ دکھلائیں گے
سب یار نبیؐ کے پیارے ہیں اور دین کے روشن تارے ہیں — یہ سب حق کے چمکارے ہیں ہر جا پہ چمک دکھائیں گے
فرمانِ رسولِ اکرمؐ ہے مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ — میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنت جائیں گے
سرکار مدینہ کی سنت اِک نور بھی ہے اور حجت بھی — سنت کی شمع جلا کر ہم اب ظلمت کفر مٹائیں گے
قرآن کا جلوہ سنت میں اور سنت کا صحابہؓ میں — ہم ان کی تابعداری میں باطل سے خوف نہ کھائیں گے
اے مسلم! تو مایوس نہ ہو، رکھ سچے خدا پر اپنا یقیں — اسلام تو دین فطرت ہے ہم فطرت ہی منوائیں گے
مزدور وکساں حیران ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے — قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے
اسلام ہے دیں اس خالق کا، انساں کو جس نے پیدا کیا — ہر ذرّہ ذرّہ پیدا کیا، ہم اس کی حمد سنائیں گے
یہ دنیا عالم فانی ہے، سب خلقت آنی جانی ہے — ازلی ابدی ہے ہمارا خدا ہم اس کا حکم چلائیں گے
تھا پاکستان کا مطلب کیا، بس لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ — میدانِ عمل میں آ کر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے
اے پاکستان کے باشندو! آئینِ شریعت لازم ہے — ہم مسلم ہیں اللہ کے لئے، اسلام کا ڈنکا بجائیں گے

خدام اہل سنت کا ہے مظہرؔ بھی ادنیٰ خادم
ہم دین کی خاطر اِنْ شَآءَ اللّٰہ پرچم حق لہرائیں گے

عبدالوحید الحنفی

اصلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

یا اللہ جل جلالہ · یا محمد ﷺ · حق چار یار

تاریخِ اسلام
دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟
(حصہ ہفدہم)

خلیفہ ہفتم
نواسہ صدیق اکبرؓ
# حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

## خلافت وشہادت

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی
چکوال


سلسلہ اشاعت نمبر 44


شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی
مکتبہ اسلامیہ حنفیہ
بن حافظ جی ضلع میانوالی
0321-5470972



خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

☆☆☆☆


| | |
|---|---|
| نام کتاب: | تاریخ اسلام (حصہ ہفدہم) خلافت وشہادت عبد اللہ بن زبیرؓ |
| سلسلہ اشاعت: | 44 بار اوّل |
| مؤلف: | حافظ عبد الوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0313-5128490 |
| صفحات: | 176 |
| قیمت: | 200 روپے |
| ٹائٹل: | ظفر محمود ملک 0334-8706701 |
| کمپوزنگ: | **النور** مینجمنٹ چکوال www.zedemm.com |
| طباعت: | 17 ذیقعدہ 1433ھ 5 اکتوبر 2012ء جمعۃ المبارک |
| ناشر: | مرحبا اکیڈمی بن حافظ جی میانوالی روڈ ضلع میانوالی 0321-5470972 |
| | ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com |


عبد الوحید

## ملنے کے پتے:


| | |
|---|---|
| کشمیر بک ڈپو | تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148 |
| اعوان بک ڈپو | بھون روڈ چکوال 0543-553546 |
| مکتبہ رشیدیہ | بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200 |
| کتب خانہ مجیدیہ | بیرون بوہڑ گیٹ ملتان |
| مکتبہ عثمانیہ | بالمقابل دار لعلوم کراچی نمبر 14 |
| اسلامی کتب خانہ | بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5 |
| مکتبہ انوار القرآن | نزد دار العلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344 |
| مکتبہ حنفیہ | اردو بازار لاہور 0343-4955890 |


☆☆☆☆

# فہرست عنوانات

**باب ... 1 ........................ 9**

خلافت و شہادت خلیفہ ہفتم .............. 9

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ............ 9

شجرہ نسب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ...... 12

ابن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہ کی ...... 12

واقعہ حرّہ میں اہل مدینہ آپ کے ساتھ تھے .................................. 13

یزیدی فوج کا مکہ مکرمہ کا محاصرہ ....... 13

مدت خلافت ........................ 14

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے اہم واقعات .............................. 15

عبد اللہ بن زبیرؓ کی شجاعت ........... 16

شہادتِ حسینؓ کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعتِ خلافت ........................ 17

ابنِ زبیرؓ کے اختلاف کی یزید کو اطلاع .. 19

گورنر مکہ ولید بن عتبہ کا امارت حجاز پر تقرر .................................. 20

ولید بن عتبہ کی کارروائی اور عمرو بن سعید کی حکمتِ عملی ............................ 20

عمرو بن سعید اور یزید کی ملاقات........ 21

ولید بن عتبہ کی معزولی................. 22

اشرافِ اہل مدینہ کے وفد کی یزید سے ملاقات ................................. 23

اہل مدینہ کے تین موٴقف ............. 24

اہل مدینہ نے عبد اللہ بن حنظلہؓ کی بیعت کر لی ................................ 24

مدینہ سے بنی اُمیہ کا خط بنام یزید ....... 25

مسلم بن عقبہ کی مدینہ روانگی........... 26

علی بن حسینؓ اور مروان بن حکمؓ کے تعلقات ................................ 27

مروان بن حکم حضرت عثمانؓ کے داماد تھے ........................................ 27

بنی امیہ کا مدینہ سے اخراج۔ علی بن حسینؓ ........................................ 28

عمرو بن عثمانؓ بن عفان کا پابندی عہد... 29

اہلِ مدینہ کو تین دن کی مہلت ......... 29

اہلِ مدینہ کا لڑنے پر اصرار ............ 30

آغاز جنگ اور مسلم بن عقبہ کی پیش قدمی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

.......... 31
مدینہ پر مسلم بن عقبہ کا قبضہ .......... 33
علی بن حسینؓ اور مسلم بن عقبہ .......... 33
مسلم بن عقبہ کی مکہ کی جانب روانگی .... 35
حصین بن نمیر کی مکہ پر فوج کشی .......... 36
منذر بن زبیرؓ کی شہادت .......... 37
خانہ کعبہ میں آتش زنی کا واقعہ .......... 38
یزید کے حالات، تاریخی روایات پر ایک اجمالی نظر .......... 39
ولادت یزید .......... 39
یزید اور تاریخی روایات .......... 40
وفاتِ یزید .......... 41
مکہ کے محاصرہ کا خاتمہ اور ابن نمیر کی واپسی .......... 41
ابنِ زبیرؓ اور ابن نمیر کی ابطح میں ملاقات 42
ابن زبیرؓ کا شامیوں کو امان دینے سے انکار .......... 43
حصین بن نمیر کی حضرت علی بن حسینؓ کو خلافت کی پیشکش .......... 44
معاویہ بن یزید کی خلافت سے دستبرداری .......... 46
معاویہ بن یزید کی خلافت .......... 47

**باب ... 2 .......... 48**

عالم اسلام کے ساتویں خلیفہ .......... 48
حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت پر ایک نظر .......... 48
یزید کے انتقال کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت .......... 50
مروان بن حکمؓ کی بیعت و خلافت .......... 52
دمشق میں ابنِ زبیرؓ کے حق میں ضحاکؓ بن قیس کی بیعت .......... 52
دمشق پر مروان بن حکمؓ کا قبضہ .......... 54
حاکم حمص نعمان بن بشیر انصاریؓ کی شہادت .......... 55
حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ کا اجمالی تعارف .......... 55
ابنِ زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کی جنگ
مروان کا مصر پر قبضہ .......... 58
یزید کی بیوہ سے مروان بن حکمؓ کا نکاح . 59
ابنِ زبیرؓ سے خوارج کا اختلاف اور علیحدگی .......... 60

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت ابنِ زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی تائید کرنا ........................... 61
ابنِ زبیرؓ کی حضرت عثمانؓ کے بارے میں جوابی تقریر ........................... 62
خوارج کی حضرت ابنِ زبیرؓ سے علیحدگی . 64
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے لشکر کی خوارج سے جنگ ........................... 64
امارت کوفہ پر عبداللہ بن یزید کا تقرر .. 67
مختار ثقفی کی کوفہ روانگی اور ٦٦ ھ میں کوفہ پر قبضہ ........................... 68
مختار بن ثقفی کی کوفہ میں آمد اور محمد بن حنفیہ کی حمایت کا دعویٰ ............... 68
یزید کے انتقال کے بعد قاتلانِ حسینؓ سے انتقام ........................... 69
سلیمان بن صردؓ کا مشورہ کہ قاتلانِ حسینؓ روسائے کوفہ ہیں ........................ 70
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے گورنر نے مخالفت نہیں کی ........................... 71
توابین کا نخیلہ میں اجتماع ہوا ........... 72
ابنِ زیاد پر حملہ کرنے کا مشورہ ......... 73
ابنِ زیاد پر حملہ کا منصوبہ ............... 74
توابین کا نخیلہ سے ویرا عور تک سفر .... 75
ابنِ ذالکلاع کی کمک .................. 76
سلیمانؓ بن صرد شہید ہو گئے .......... 76
مسیب بھی شہید ہو گئے ............... 77
عین الورہ جنگ کا خاتمہ ................ 77
رفاعہ کی کوفہ کی طرف مراجعت ....... 77
عبد الملک بن مروان کو فتح کی اطلاع ... 78
مختار ثقفی کا دعویٰ ..................... 78
مختار ثقفی کا رفاع بن شداد کے نام خط . 79
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سفارش . 80
مختار ثقفی کی رہائی ..................... 81
مختار ثقفی کی حمایت میں اضافہ ......... 81
عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کا امارت کوفہ پر تقرر ................................. 82
ابنِ مطیع رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں خطاب ........ 82
مختار ثقفی کون تھا؟..................... 83
مختار ثقفی کی ابنِ زبیرؓ کی حمایت میں شامیوں سے جنگ ........................... 85
محمد بن حنفیہؒ کی تائید ................ 86
مختار ثقفی اور ابراہیم بن مالک کا معاہدہ 88
مختار ثقفی کی کوفہ میں بغاوت ......... 89

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مختار ثقفی کا اہلِ کوفہ سے خطاب اور اس کی بیعت ........ 92
مختار ثقفی کا ابنِ مطیعؓ سے حسنِ سلوک .. 92
حضرت عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ 93
مالِ غنیمت کی تقسیم ........ 94
قاتلین حسینؓ کا انجام ........ 95
شمر ذی الجوشن کا قتل ........ 95
عبد اللہ بن اسید کا قتل ........ 96
زید بن مالک اور عمران بن خالد کا قتل . 97
عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا قتل ........ 97
عمرو بن سعد کا قتل ........ 98
حفص بن عمرو بن سعد کا قتل ........ 99
بصرہ میں بغاوت کی ناکامی ........ 99
کوفہ میں مختار کا تسلط اور قتل وقتال ... 100
مختار کے حامی قاتلانِ حسنؓ کا انجام .... 104
عبیدہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ ...... 106
ابن زیاد کا قتل ........ 107
آغازِ جنگ، قتل شہدائے کربلا کا انتقام 109
حصین بن نمیر کا قتل ........ 109
ابن زیاد کا سر، علی بن حسینؓ کے پاس مدینہ میں ........ 110
واقعہ کربلا کے وقت ابن زیاد کی عمر ۱۸ سال تھی ........ 111
ابن زیاد کی تمنا اور شہادت حسینؓ پر افسوس ........ 112
مختار ثقفی کا ابنِ زبیرؓ کے قتل کا منصوبہ ........ 113
مختار ثقفی کی ابن زبیرؓ سے اعانت طلبی 113
ابنِ زبیرؓ کی جانب سے عمر بن عبد الرحمٰن عامل کوفہ ........ 114
زائد بن قدامہ اور عمر بن عبد الرحمٰن کی ملاقات ........ 115
عمر بن عبد الرحمٰن کی مراجعت ....... 115
عبد اللہ بن زبیرؓ کو مختار ثقفی کی اعانت فوج کی پیشکش ........ 116
شرجیل بن ورس الہدانی کی روانگی ..... 117
مختار ثقفی کے بارے میں ابنِ زبیرؓ کا خدشہ ........ 117
شرجیل بن ورس کی فوج کے لیے رسد کی فراہمی ........ 118
مختار کا دعویٰ نبوت اور کرسیٔ علی رضی اللہ عنہ . 119
مصعب بن زبیرؓ کی کوفہ کی جانب پیش قدمی


حافظ عبد الوحید الحنفی

.................................. 124
مختار ثقفی کا اہل کوفہ سے خطاب اور مصعب ابنِ زبیرؓ سے مقابلہ ................ 124
کوفہ پر حملہ کی تیاری ................ 125
کوفہ پرمصعب بن زبیرؓ کا قبضہ ...... 128
مختار ثقفی کا قتل .................... 130
مختار ثقفی کے ہمراہیوں کی گرفتاری ... 130
محصورین کے بارے میں مشورہ ...... 131
مختار ثقفی کی حکومت ختم ہوگئی ....... 133
مختار ثقفی کے کفریہ عقائد ........ 134
نواسہ صدیقِ اکبرؓ مصعب بن زبیرؓ ..... 135
کوفہ میں ۷۱ھ کی دوسری کربلا ...... 135
نواسۂ صدیقِ اکبرؓ مصعب بن زبیرؓ کی شہادت .................................. 135
عبد الملک کی جنگی تیاریاں ............ 137
مصعب بن زبیرؓ کی شہادت ........... 139
کوفیوں کی نواسہ رسول ﷺ کے بعد پھر غداری ......................... 141
نواسہ صدیقِ اکبرؓ سے غداری ......... 142
نواسہ صدیقِ اکبرؓ کی جرأتِ ایمانی .... 143
اہلِ عراق کی مصعب بن زبیرؓ سے غداری .................................. 145
عبد الملک کی مصعب بن زبیرؓ کو امان کی پیشکش .............................. 146
مصعب بن زبیرؓ کا قاتل ............. 146
کوفیوں نے عبدالملک کی بیعت کر لی .. 147
عیسٰی بن مصعب بن زبیرؓ اور مصعب کی تدفین .............................. 148
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا مصعب بن زبیرؓ کی شہادت پر خطبہ ................ 149
عبد الملک کی اہلِ کوفہ کو دعوت ...... 151
**باب ... 3 ...................... 152**
عبد الملک اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما .................................. 152
حجاج بن یوسف کی عبد اللہ بن زبیرؓ سے مقابلہ کے لیے روانگی ................. 154
حجاج بن یوسف کی مکہ روانگی ......... 155
طارق بن عمرو کی کمک ۵۰۰۰ فوج .... 156
طارق بن عمر کی مکہ آمد ............... 156
حجاج بن یوسف نے حج کرایا ......... 157
ابن زبیرؓ نے ۶ ماہ ۱۷ روز تک جنگ کی 157

عبدالوحید الحنفی

عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں کی علیحدگی
157 ..................................
حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت اسماءؓ سے مشورہ
158 ..................................
حضرت اسماءؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو..... 158
ابنِ زبیرؓ کا والدہ کے سوال کا جواب . 159
حضرت اسماءؓ کا اطمینان............ 160
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی دعا...... 161
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی والدہ سے آخری
ملاقات ............................ 162
حضرت اسماءؓ کی ابنِ زبیرؓ کو صبر کی تلقین
162 ..................................
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا اپنے ساتھیوں
سے خطاب ........................ 164
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شجاعت ... 165
مکہ کی ناکہ بندی .................... 166
حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت ... 167
حضرت اسماءؓ بنتِ صدیقؓ کا صبر ....... 168
طارق بن عمرو کا ابن زبیرؓ کے متعلق اعتراف
169 ..................................
اہلِ مکہ کی عبد الملک بن مروان کی بیعت
170 ..................................
خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر............... 170
آخری صحابیؓ خلیفہ .................... 171
حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت
172 ..................................
بنی امیہ کی کل مدتِ حکومت وخلافت 173
بنو امیہ کی حکومت اندلس میں ....... 175
دورِ خلافت کا احیاء.................... 175

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

**باب...1**

# خلافت وشہادت خلیفہ ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ كَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَاءِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

## حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ولادت: ۲ھ، شہادت: ۷۳ھ، عمر ۷۱ سال، مدتِ خلافت ۹ سال

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مہاجرین صحابہؓ میں پہلے بچے ہیں جو ہجرت کے بعد ۲ھ میں دورانِ ہجرت حضرت اسماءؓ کے بطن سے قبا، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد حضرت زبیرؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔

اور آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بیٹی تھیں۔

عبداللہ بن زبیرؓ کا نام رسول اللہ ﷺ نے رکھا۔

کنیت نانا کے نام ابو بکر صدیقؓ پر رکھی۔

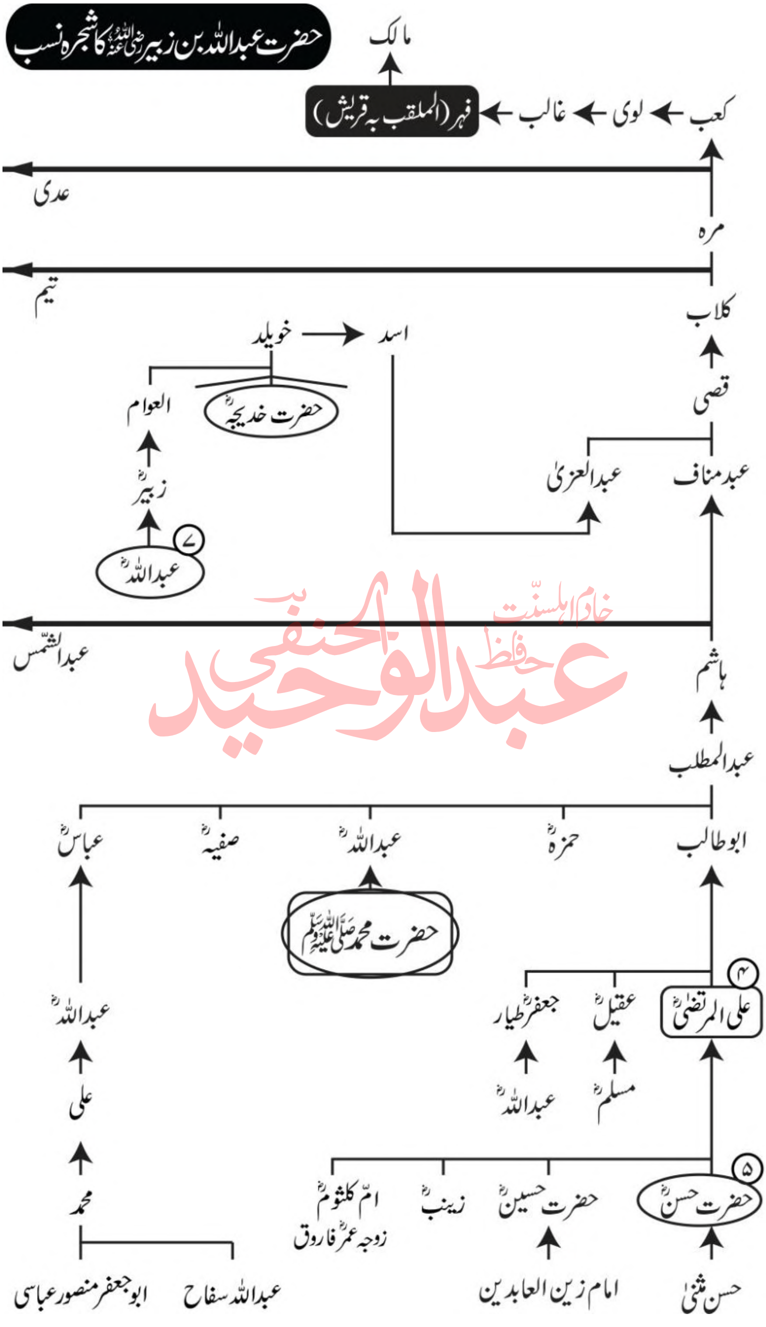


خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

# خلفائے صحابہؓ کا شجرہ نسب

## خاندان قریش کی شاخیں

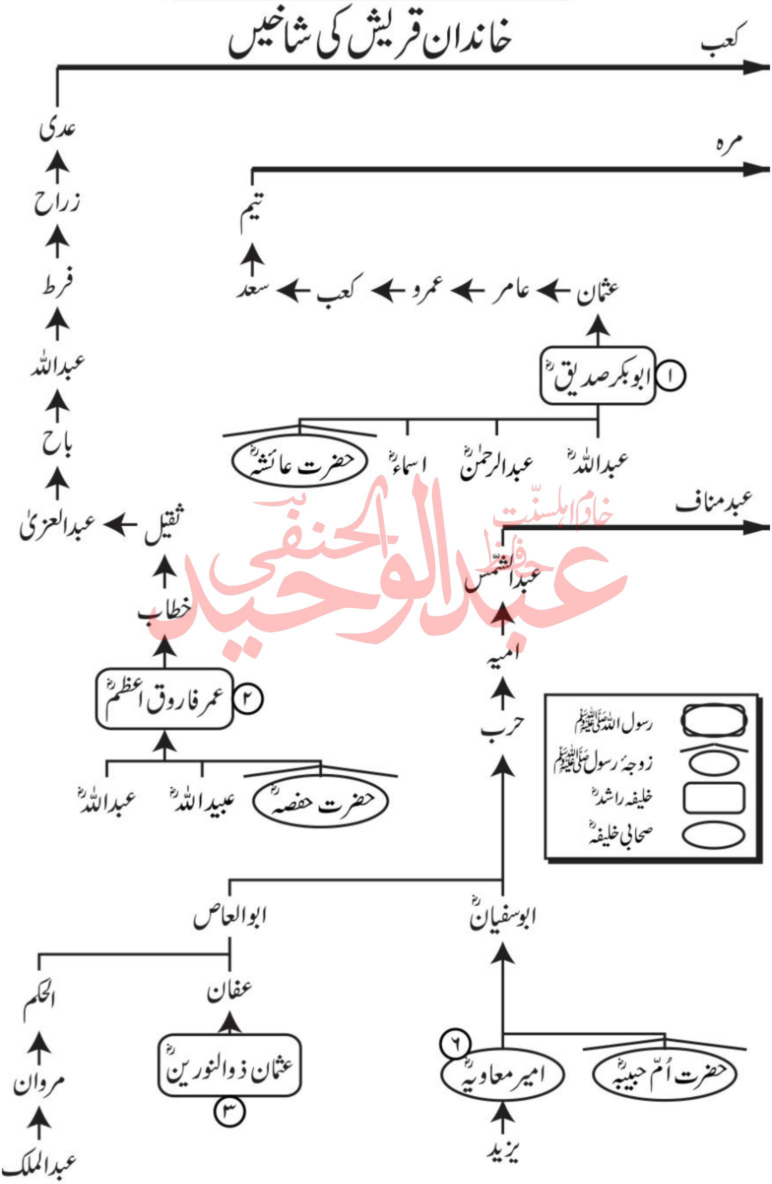


عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت حفظہ

حضرت ابو بکرؓ صدیق نے کان میں اذان دی۔

والدہ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ صدیق نے سب سے پہلے آپ کو حضور ﷺ کی گود میں دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور چبا کر عبد اللہ بن زبیرؓ کے منہ میں رکھی۔ اور اس طرح جو چیز سب سے پہلے ان کے شکم میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کے منہ کا لعاب مبارک تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے واسطے دعاء برکت فرمائی۔

بڑے عابد، ذکی الطبع، بارعب اور حق کی پاسداری کرنے والے تھے۔ ۸ برس کی عمر میں حضور ﷺ کی بیعت کی۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

## شجرہ نسب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ

چھٹی پشت میں آپ کا شجرہ نسب آنحضرت ﷺ کے شجرہ نسب میں حضرت قصی سے مل جاتا ہے۔

عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے نواسے ہیں۔

ان کی دادی حضرت صفیہؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی ہیں۔

## ابن زبیرؓ نے یزید کی بیعت نہ کی

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے بھی نواسہ رسول حضرت حسینؓ کی

---

[1] اکمال فی اسماء الرجال، مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۳

طرح یزید کی بیعت نہ کی اور مدینہ سے مکہ جا کر مقیم ہو گئے۔

شہادت حسینؓ کے واقعہ کے بعد آپ نے ۶۴ھ میں مکہ معظمہ میں بیعت خلافت لی تھی اور مکہ مکرمہ کو ہی دار الخلافہ بنایا۔

حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے لوگ آپ کو مانتے تھے۔

## واقعہ حرّہ میں اہل مدینہ آپ کے ساتھ تھے

محرم ۶۱ھ میں شہادت حسینؓ کی خبر آنے پر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ کر اکثریت نے آپ کی بیعت کر لی اور یزید کے مقرر کردہ عامل کو مدینہ سے نکال دیا۔

اس پر یزید نے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں مدینہ پر فوج بھیجی۔ جس نے محاصرہ کر کے اہل مدینہ کو اطاعت پر مجبور کیا۔ لیکن اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ اور عبداللہ بن مطیعؒ کی قیادت میں یزیدی فوجوں سے جنگ کی اور قریب تھا کہ یزیدی فوج شکست کھا جاتی، لیکن ایک سازش سے اہل مدینہ کامیاب نہ ہو سکے اور یزیدی فوجوں کا غلبہ ہو گیا۔

پھر یزیدی فوجیں مکہ کی جانب بڑھیں۔ راستہ میں مسلم بن عقبہ نے حصین بن نمیر کو اپنا جانشین بنایا اور خود انتقال کر گیا۔

## یزیدی فوج کا مکہ مکرمہ کا محاصرہ

واقعہ حرہ کے بعد یزیدی فوجوں نے حصین بن نمیر کی قیادت میں مکہ

معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کے دوران یزید کے انتقال کی خبر پہنچنے پر یزیدی فوج محاصرہ ختم کر کے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ایک معاہدہ کے تحت طواف کعبہ کر کے واپس شام چلی گئی۔ یزیدی فوج نے آپ سے صلح کی کوشش کر کے خلیفہ ماننے کی پیشکش کی لیکن آپ نے ان کی صلح کی پیشکش مسترد کر دی۔

## مدت خلافت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یزید کے انتقال کے بعد باقاعدہ ۶۴ھ (۶۸۵ء) سے ۷۳ھ (۶۹۵ء) تک ۹ سال خلافت و حکومت کی۔ یہ آخری صحابیؓ خلیفہ ہیں جن کو خلافت و حکومت نصیب ہوئی۔

دوسری طرف یزید کے انتقال کے بعد خانہ جنگی میں مروان بن حکم غالب آ گئے اور شام کے علاقہ میں حکومت بنا لی۔ ۹ ماہ حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گئے اور ان کے بیٹے عبدالملک بن مروان خلیفہ بن گئے۔ اُن کے دور حکومت میں اُن کے عامل حجاج بن یوسف نے ۷۳ھ میں مکہ کا محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلافت چھوڑنے کے لیے ۶ ماہ تک دباؤ ڈالا لیکن آپ نے خلافت چھوڑنے سے انکار کر دیا اور آخر حجاج بن یوسف سے لڑائی میں ۱۷ جمادی الثانیہ ۷۳ھ کو شہادت پا گئے۔ آپ کا مزار مکہ معظمہ جنت المعلیٰ میں ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

# حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے اہم واقعات

آپ کی پیدائش ہجرت کے پہلے سال ہوئی تھی اور بعض کا قول ہے کہ شوال ۲ ھ میں ہوئی تھی۔(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۳۶۱)

حضرت ابن عباسؓ کے پاس حضرت ابن زبیرؓ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: وہ اسلام میں عفیف، قرآن کے قاری، روزے دار اور شب زندہ دار تھے۔ ان کے باپ حضرت زبیرؓ اور ماں حضرت اسماءؓ اور نانا حضرت ابو بکرؓ اور والد کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ اور آپ کی دادی حضرت صفیہؓ بن عبد المطلب اور خالہ حضرت عائشہؓ تھیں۔(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۶۴)

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے رخساروں پر تھوڑی تھوڑی داڑھی تھی۔ آپ کی داڑھی ساٹھ سال کی عمر تک برابر نہیں ہوئی۔[1]

آپ کی بیعت ۷ رجب ۶۴ ھ کو ہوئی تھی۔[2]

کئی طریق سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے رسول اللہ! ﷺ کا خون پیا ہے۔ آپ ؐ نے ایک طشت میں

---

1 یعنی اطلس تھے کہ داڑھی کے بال نہیں تھے یا تھوڑے تھوڑے تھے۔

2 البدایہ والنہایہ ج۸ ص۱۳۶۵

پچھنے لگوائے اور اُن کا خون عبد اللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ وہ اسے گرا دے تو وہ لے جا کر بجائے گرانے کے اسے پی گئے۔ جب وہ واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے خون کے ساتھ کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اُسے پی لیا ہے تاکہ اس کے ذریعے میرے علم و ایمان میں اضافہ ہو اور یہ کہ میرے جسم میں رسول اللہ! ﷺ کے جسم کا کوئی حصہ ہو اور میرا جسم زمین کے مقابلہ میں اس کا زیادہ حق دار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے بشارت ہو کہ آگ تجھے کبھی نہیں چھوئے گی اور لوگ تجھے تکلیف دیں گے اور لوگوں کو تجھ سے تکلیف پہنچے گی۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۳۴۴)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## عبد اللہ بن زبیرؓ کی شجاعت

آپ حضرت ابن ابی سرحؓ کے ساتھ افریقہ کی جنگ میں شامل تھے۔ بربر قوم کے مقابلہ پر آئے، وہ ایک لاکھ بیس ہزار تھے اور مسلمان صرف بیس ہزار تھے۔ پس انہوں نے ہر جانب سے انہیں گھیر لیا اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ مسلسل تدبیر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ تیس سواروں کے ساتھ سوار ہو کر شاہِ بربر کی طرف چل دیئے۔ اور وہ فوج کے پیچھے تنہا کھڑا تھا۔ پس آپ چلتے چلتے اس کے پاس پہنچ گئے اور لوگ یہ خیال کر رہے تھے

کہ آپ بادشاہ کے پاس خط لے کر جا رہے ہیں۔اور جب بادشاہ کو سمجھ آئی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے اسے پیچھے سے مل کر قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اسے نیزے کی نوک پر رکھ کر تکبیر کہی تو مسلمانون نے بھی تکبیر کہی۔انہوں نے بربر پر حملہ کر کے انہیں شکست دے دی اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اور بہت سے اموال کو غنیمت میں حاصل کیا۔(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۳۴۸)

## شہادتِ حسینؓ کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعتِ خلافت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی حفظہ

عبد اللہ بن زبیرؓ نے یزید سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی خلافت سے خلع کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔

جب حضرت حسینؓ شہید ہوگئے تو ابنِ زبیرؓ نے اہلِ مکہ سے حمد و صلوٰۃ کے بعد اس باب میں ایک تقریر کی۔اس واقعہ کو بہت اہمیت دی اور اہلِ کوفہ کی خصوصاً اور اہلِ عراق کی عموماً ملامت کی۔کہا کہ اہلِ عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہلِ عراق کوفہ والے ہیں۔

حسینؓ کو انہوں نے اس لیے بلایا کہ ان کی نصرت کریں گے۔ ان کو اپنا فرماں روا بنائیں گے۔جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے لڑنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یا تو اپنا ہاتھ ہمارے

ہاتھ میں دے دیں یا ہم تمہیں بغیر لڑے بھڑے ابنِ زیاد پسر سمیہ کے پاس بھیج دیں گے کہ جو وہ سلوک تم سے کرنا چاہے کرے۔ ورنہ ہم سے جنگ کرو۔

واللہ! حسینؓ اس بات کو سمجھ نہ سکے کہ اس انبوہِ کثیر میں وہ اور اُن کے انصار تھوڑے سے ہیں۔ اللہ نے یہ علم غیب تو کسی کو نہیں دیا کہ وہ سمجھتے کہ قتل ہی ہو جائیں گے۔ لیکن وہ عزت سے مر جانا، اس بُری زندگی سے بہتر سمجھے۔ اللہ رحم کرے حسینؓ پر اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سے لوگوں کا اختلاف کرنا اور نافرمانی ظاہر کرنا، متنبہ ہو جانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن جو مقدر میں ہے، وہ ہوتا ہے اور اللہ جس بات کا ارادہ کرتا ہے، وہ نہیں ٹلتی۔

کیا حسینؓ کے بعد بھی ہم ان لوگوں کی طرف سے اطمینان رکھ سکتے ہیں؟ کیا ان کی بات کو ہم مان سکتے ہیں؟ کیا ان کے عہد و پیمان کو ہم قبول کر سکتے ہیں؟ نہیں نہیں۔ ہم انہیں اس لائق نہیں سمجھتے۔

سنو! واللہ! ان لوگوں نے ایسے شخص کو شہید کیا ہے جو زیادہ تر قائم اللیل اور اکثر صائم النہار اور ان سے بڑھ کر ریاست کا حق دار اور دین میں امارت کا سزاوار تھا۔

واللہ! وہ ایسے نہ تھے کہ قرآن کے بدلے غنا کریں اور خوفِ خدا میں رونے کے بجائے گیت گایا کریں۔۔۔۔اور حلقہ ذکر و فکر سے نکل کر شکار کے لیے سوار ہوں۔۔۔۔۔

ابنِ زبیرؓ کی یہ تقریر سن کر ان کے اصحاب ان کی طرف دوڑے۔ کہا: اے ابنِ زبیرؓ ! اپنی بیعت کا اعلان کر۔ جب حسینؓ ہی نہ رہے تو اب کون تم سے امرِ خلافت میں نزاع کرے گا؟[1]

## ابنِ زبیرؓ کے اختلاف کی یزید کو اطلاع

یزید پر جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابنِ زبیرؓ نے مکہ میں لوگوں کو جمع کیا ہے، اس نے پیغام پہنچانے والا مکہ بھیجا اور پیغام پہنچانے والا ابنِ زبیرؓ کے پاس پہنچا۔ ابنِ زبیرؓ نے یہ پیغام سُن کر کہا:

واللہ! وہ کمزور و ناتواں شخص میں نہیں ہوں۔

اور ایک خوبی کے ساتھ اس پیغامی کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد مکہ میں ابنِ زبیرؓ کی شان بلند ہوگئی۔

مدینہ والوں نے بھی عبد اللہ بن زبیرؓ سے خط و کتابت کی۔ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ جب حسینؓ ہی نہ رہے تو اب کوئی ابنِ زبیرؓ سے نزاع نہیں کرے گا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۸)

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## گورنر مکہ ولید بن عتبہ کا امارت حجاز پر تقرر

عمرو بن سعید بن العاصؓ عامل مکہ نے جب دیکھا کہ لوگ ابنِ زبیرؓ کی طرف مڑ پڑے ہیں اور ان کی اطاعت کر رہے ہیں تو وہ ان سے نرمی کے ساتھ معاملات و مدارات کرنے لگے۔

ولید بن عتبہ اور اس کے ساتھ لوگوں نے یزید سے کہا کہ عمرو بن سعید اگر چاہتے تو ابنِ زبیرؓ کو گرفتار کر کے تمہارے پاس بھیج چکے ہوتے۔اس پر یزید نے ولید بن عتبہ کو حجاز کا امیر بنا کر روانہ کر دیا اور عمرو بن سعید بن العاصؓ کو معزول کر دیا۔

یہ ذی الحجہ ۶۱ ھ کا واقعہ ہے اور اس سال کا حج لوگوں نے ابنِ زبیرؓ کے ساتھ کیا۔(تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۲۵۰)

## ولید بن عتبہ کی کارروائی اور عمرو بن سعید کی حکمتِ عملی

ولید بن عتبہ نے مدینہ جاکر عمرو بن سعید کے بہت سے غلاموں اور موالی کو پکڑ کر قید کر لیا۔عمرو بن سعید وہاں سے روانہ ہوگئے اور مدینہ سے دو راتوں کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرے اور اپنے موالی اور غلاموں کو جو قریب تین سو کے تھے، یہ لکھ کر پیغام بھیجا کہ میں ہر شخص کے لیے ایک ایک اونٹ بھیجتا ہوں۔

جب میرا پیغام پہنچے تو زندان کو توڑ کر ہر ایک شخص ایک ایک اونٹ پر سوار ہو کر سب کے سب میرے پاس چلے آئیں۔

چنانچہ سب نے دروازہ توڑا اور اونٹوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے عمرو بن سعید کے پاس پہنچ گئے۔(تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۲۵۱)

## عمرو بن سعید اور یزید کی ملاقات

عمرو بن سعید ان احباب کے پہنچنے کے بعد یزید کے پاس پہنچے اور یزید نے ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا۔ اور پھر ابنِ زبیرؓ کے بارے میں جو اُس نے احکام بھیجے تھے، اُن پر عمل نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ عمرو بن سعید نے کہا:

امیر المومنین! جو شخص محل وقوع کے مقام پر موجود ہوتا ہے، مناسب و نامناسب کو وہی خوب جانتا ہے۔ تمام مکہ والے، مدینہ والے ابنِ زبیرؓ کی طرف مائل اور اس کی ریاست کے خواہاں تھے۔ اس کے بارے میں اپنی رضا مندی ظاہر کر چکے تھے۔ بعض لوگ بعض کو علانیہ یا خفیہ دعوتِ بیعت دے رہے تھے۔ میرے پاس ایسا لشکر بھی نہ تھا، جس سے میں ان کا مقابلہ کر کے ان پر غالب آسکتا۔ وہ مجھ سے عذر کرتے تھے اور بچ بچ کر چلتے تھے۔ میں ان سے نرمی و مدارات سے پیش آتا تھا۔ اب تم نے

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

ولید کو بھیجا ہے۔ دیکھنا، وہ کیا کرتا ہے اور اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ ان شاء اللہ اس سے تمہیں میری قدر ہوگی کہ تمہارے امور میں میں نے کیسی خیر خواہی کی ہے۔

یزید نے کہا: تم سچ کہتے ہو اور جن لوگوں نے تمہاری طرف سے لگائی بجھائی کر کے تمہارے معزول کرنے پر مجھے آمادہ کیا، وہ سب جھوٹے ہیں۔ تم پر مجھے بڑا بھروسہ ہے۔ تم سے مجھے اعانت کی اُمید ہے۔

## ولید بن عتبہ کی معزولی

ولید بن عتبہ نے دیکھا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نہایت کثیر الحذر ہیں اور اپنی حفاظت کیے ہوئے ہیں۔

شہادتِ حسینؓ کے بعد نجدہ بن عامر نے بھی ہمامہ میں یزید کی مخالفت کی تھی۔ ادھر ابنِ زبیرؓ بھی مخالفت کر رہے تھے۔

ابنِ زبیرؓ نے ولید بن عتبہ کے بارے میں ایک تدبیر کی۔ یزید کو یہ لکھ بھیجا:

> تم نے کس بے وقوف کو یہاں بھیجا ہے جو کسی عقل کی بات پر توجہ نہیں کرتا۔ کسی عاقل کے سمجھانے سے باز نہیں آتا۔ اگر کسی خوش اخلاق و تواضع پسند آدمی کو یہاں بھیجتے تو مجھے اُمید ہے کہ بہت سی دشواریاں آسان ہو جاتیں اور تفرقہ اُٹھ

جاتا۔اس بارے میں غور کرو کہ ان شاء اللہ خاص و عام کی اسی میں بہتری ہے۔والسلام

اس خط پر یزید نے ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ کو مقرر کیا۔[1]

## اشرافِ اہل مدینہ کے وفد کی یزید سے ملاقات

مدینہ کے نئے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ نے اہلِ مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس روانہ کیا۔اس وفد میں عبد االلہ بن حنظلہ انصاریؓ (غسیل ملائکہ کے بیٹے)، عبداللہ عمروؓ مخزومی، منذر بن زبیرؓ اور اشرافِ مدینہ میں سے بہت سے لوگ ان کے ساتھ تھے۔

وفد یزید کے پاس آیا تو وہ سب سے اکرام و احسان کے ساتھ پیش آیا۔سب کو انعام و جائزہ سے سرفراز کیا۔

وہاں سے سب لوگ مدینہ میں واپس آئے مگر منذر بن زبیرؓ بصرہ میں ابنِ زیاد کے پاس چلے گئے۔ مدینہ واپس آنے والے لوگوں نے اہلِ مدینہ کے سامنے یزید کے بارے میں ملے جلے تاثرات پیش کیے۔(تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۲۵۲)

---

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۲۵۲

## اہل مدینہ کے تین موقف

اہل مدینہ میں سے تین موقف سامنے آئے۔

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بیعت کر لی تھی لیکن واقعہ کربلا اور شہادتِ حسینؓ کے بعد انہوں نے بھی یزید کی حمایت نہ کی اور نہ ہی جنگ میں حصہ لیا۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن حنظلہؓ، حضرت عبد اللہ بن مطیعؓ، حضرت معقل بن سنانؓ، محمد بن حزم انصاریؓ اور بشیر بن ابی زیدؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ نے یزید کی بیعت توڑ دی۔

(۳) حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت محمد بن حنفیہؒ، حضرت امام زین العابدینؒ نے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

## اہل مدینہ نے عبد اللہ بن حنظلہؓ کی بیعت کر لی

اہل مدینہ میں سے لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے یزید کی بیعت توڑ کر عبد اللہ بن حنظلہؓ کی

بیعت کر کے انہیں اپنا حاکم بنالیا اور یزید کو خلافت سے معزول کر کے اُس کی طرف سے مدینہ پر عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ اور اس کے حامی تمام بنی امیہ اور ان کے موالی اور ہم

خیال قریش میں سے جتنے مدینہ میں موجود تھے، سب پر حملہ کر دیا۔ یہ سب آدمی ایک ہزار کے قریب ہوں گے، وہاں سے نکل کر مروان بن الحکمؓ کے گھر کی طرف آئے۔ لوگوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔

بنی اُمیہ میں سے مروان بن الحکمؓ اور عمرو بن عثمان بن عفانؓ نے حبیب بن کرہ کو بلا بھیجا۔ اس وقت مروان بن الحکمؓ ہی وہ شخص تھے، جو ان سب کے امیر تھے۔ عاملِ مدینہ عثمان بن محمد بن ابی سفیانؓ تو ایک کم سن نوجوان تھے۔ ان کی رائے کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## مدینہ سے بنی اُمیہ کا خط بنام یزید

تمام بنی اُمیہ کی طرف سے ایک خط یزید کو لکھا گیا۔ اس خط کو لے جانے پر ابن کرہ کو مقرر کیا گیا۔ عبد الملک بن مروان خط کو لے کر ابن کرہ کے ساتھ ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آئے۔ یہاں آکر خط ابن کرہ کو دے دیا اور یہ کہا کہ تمہارے لیے بارہ دِن جانے کے اور بارہ دِن آنے کے مقرر کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ چوبیسویں دِن تم مجھے اسی مقام پر اپنے انتظار میں پاؤ گے۔

خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم لوگ مروان بن حکمؒ کے گھر میں محصور ہوگئے ہیں۔ ہم پر پانی بند ہے اور اناج کو ہم خود پھینک آئے ہیں۔ فریاد ہے فریاد۔

ابن کرہ یہ خط لے کر یزید کے پاس پہنچا اور خط پیش کیا۔ قاصد نے بتایا: امیرا لمومنین تمام خلقت نے ان پر ہجوم کر لیا۔ اس جماعت سے لڑنے کی طاقت ان میں نہ تھی۔[1]

## مسلم بن عقبہ کی مدینہ روانگی

یزید نے ابن کرہ کو مسلم بن عقبہ کو بلانے بھیجا اور جب وہ آیا تو یزید کی طرف سے حجاز میں جانے کے لیے وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ابن زیاد کو یزید نے لکھا کہ تم ابنِ زبیرؓ سے لڑنے کے لیے روانہ ہوجاؤ۔ لیکن ابن زیاد نے انکار کردیا۔

یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ لشکر دے کر روانہ کردیا۔ یزید نے اس کو حکم دیا کہ تم پر کچھ بن جائے تو لشکر کا رئیس حصین بن نمیر کو بنانا۔ اور لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا۔ مان جائیں تو جنگ نہ کرنا ورنہ ان سے قتال کرنا۔

[1] طبری ج۴ حصہ اول ص۲۵۴

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور علی بن حسینؓ سے رعایت کرنا۔ ان کے ساتھ نیکی کرنا۔ ان کو اپنے قریب بٹھانا۔ جن لوگوں نے میری مخالفت کی ہے وہ ان میں شریک نہیں۔ میرے پاس ان کا خط آیا ہے۔[1]

## علی بن حسینؓ اور مروان بن حکمؓ کے تعلقات

علی بن حسینؓ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی کہ یزید نے ان کے بارے میں مسلم بن عقبہ سے رعایت کی سفارش کی ہے۔ بنی اُمیہ جب شام کی طرف روانہ ہوئے۔ تو مروان بن حکمؓ کی زوجہ جو ابان بن مروان کی ماں ہیں۔ یعنی عائشہ بنت عثمانؓ بن عفان نے مروان کے تمام سازو سامان کے ساتھ علی بن حسینؓ کے یہاں آکر پناہ لی تھی۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ اوّل ص۲۲۵۷)

## مروان بن حکم حضرت عثمانؓ کے داماد تھے

بنی اُمیہ جب مدینہ سے نکالے گئے تو مروان بن حکمؓ نے علی بن حسینؓ سے جب کہا کہ تم میرے قرابت دار ہو، میرے اہلِ بیت، تمہارے اہلِ بیت کے ساتھ رہیں گے۔ تو انہوں نے منظور کر لیا۔ مروان نے اپنے عیال کو علی بن حسینؓ کے گھر بھیج دیا۔ یہ ان

[1] طبری ج۴ حصہ اول ص۲۵۶

لوگوں کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ سے باہر ینبع میں لے کر چلے آئے وہیں سب کو رکھا۔ مروان بن حکمؒ ان کا شکر گزار تھا اور ان دونوں میں قدیم سے محبت تھی۔[1]

## بنی امیہ کا مدینہ سے اخراج۔ علی بن حسینؒ

مدینہ والوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ مسلم بن عقبہ لشکر لے کر مدینہ آ رہا ہے تو انہوں نے مروان کے گھر میں بنی امیہ کو جا کر گھیر لیا اور اس معاہدہ پر کہ کوئی چھپا ٹھکانہ مخالف کو نہیں بتائیں گے مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ اپنا مال و اسباب لے کر وادی القریٰ میں جا کر مسلم بن عقبہ سے ملے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عائشہ بنت عثمان ذوالنورینؓ طائف کی طرف روانہ ہوئیں۔ علی بن حسینؒ کی کچھ زمین مدینہ کے باہر تھی وہ مدینہ سے نکل کر یہیں عزلت گزیں ہو گئے تھے، تاکہ وہاں کے کسی امر میں نہ شریک ہوں۔

عائشہ بنت عثمان ذوالنورینؓ طائف جانے لگیں تو علی بن حسینؒ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو طائف ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اور یہ وہاں ہی ان کے پاس رہے۔ (طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۲۵۶)

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ۲۵۶

## عمرو بن عثمانؓ بن عفان کا پابندی عہد

مسلم بن عقبہ نے بنی امیہ میں سے عمرو بن عثمانؓ بن عفان کو بلا بھیجا اور کہا وہاں کا حال بتاؤ۔ اور کچھ مشورہ دو۔ انہوں نے کہا میں کچھ بھی بتا نہیں سکتا کیوں کہ ہم لوگوں سے عہد و میثاق اسی بات کا لیا گیا ہے کہ ہم کوئی چھپا ہوا موقع نہ بتائیں گے اور مخالف کی تقویت نہ کریں گے۔ یہ سن کر ابن عقبہ نے انہیں جھڑک دیا اور کہا واللہ! اگر تم عثمانؓ کے فرزند نہ ہوتے تو میں سزا دیتا۔ اور بخدا اب میں کسی قریشی کی یہ بات نہ سنوں گا۔

عمرو بن عثمانؓ یہ درشتی اس کی دیکھ کر اپنے ساتھیوں میں چلے آئے۔ (طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۲۵۷)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## اہلِ مدینہ کو تین دن کی مہلت

مسلم بن عقبہ زمین حرہ پر ہوتا ہوا مشرق کی طرف اہلِ مدینہ کے مقابل میں جا کر اترا۔ سب کو بلا کر کہا۔ اے اہلِ مدینہ! امیر المومنین یزید کا یہ خیال ہے کہ تم لوگ اصل ہو۔ تمہارا خون بہانا مجھے گوارا نہیں۔ تمہارے لیے تین دن کی مہلت میں مقرر کرتا ہوں جو کوئی تم میں سے باز آجائے گا اور حق کی طرف

رجوع کرے گا۔ ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے اور یہاں سے واپس چلے جائیں گے اور ابنِ زبیرؓ کی طرف جو مکہ میں ہے متوجہ ہوں گے۔ اور اگر تم لوگ نہ مانو گے تو یہ سمجھ لو کہ ہم حجت تمام کر چکے۔ تین دن ہوگئے تو مسلم بن عقبہ نے کہا اے اہلِ مدینہ! تین دن ہوگئے اب بتاؤ تم کو کیا منظور ہے۔ صلح کرتے ہو، لڑنا چاہتے ہو۔ اہلِ مدینہ نے کہا: ہم لڑیں گے۔

مسلم بن عقبہ نے کہا: ہر گز ایسا نہ کرو بلکہ تم سب اطاعت اختیار کرو۔ ہم سب مل کر اپنا زور ابنِ زبیرؓ پر ڈالیں۔

خادم اہلسنّت عبدالمجید الحنفی

## اہلِ مدینہ کا لڑنے پر اصرار

اہلِ مدینہ نے کہا: واللہ! اگر تم لوگ مکہ جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ہم تم سے قتال کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

کیا ہم تم کو اس لیے چھوڑ دیں کہ تم خانہ کعبہ پر حملہ کرو؟ وہاں کے رہنے والوں کو خوف و ہراس میں ڈالو۔ بیت اللہ کی بے حرمتی کرو۔ نہیں نہیں، واللہ! ہم سے یہ نہ ہو گا۔

مدینہ کے لوگوں نے شہر کے ایک جانب خندق بنالی تھی ان میں سے ایک انبوہ عظیم خندق میں اترا ہوا تھا۔ ان کے امیر عبد الرحمٰن زہری تھے۔ اہلِ مدینہ کے دوسرے ربع پر عبد اللہ بن

مطیعؒ قریش کے امیر تھے۔

شہر کی ایک جانب معقل بن سنان اشجی مہاجرینؓ کے امیر تھے اور ایک جانب میں عبد اللہ بن حنظلہؓ غسیل ملائکہ سب سے بڑے ربع کے امیر تھے جس میں بہت لوگ تھے اور یہ امیر انصار تھے۔(تاریخ طبری ج۴ حصہ اوّل ص۲۲۵۷)

## آغاز جنگ اور مسلم بن عقبہ کی پیش قدمی

مسلم بن عقبہ نے اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر زمین حرہ کی طرف حرکت کی۔ کوفہ کی راہ پر اپنا سرا پردہ نصب کیا۔ پھر سواروں کے رسالہ کو عبد اللہ بن مطیعؒ کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن مطیعؒ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر سواروں پر حملہ کیا۔ سوار سب بھاگ کھڑے ہوئے، بھاگتے ہوئے مسلم بن عقبہ کے پاس پہنچے۔ مسلم بن عقبہ یہ دیکھ کر آزمودہ کار لوگوں کو ساتھ لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور سواروں کو للکارا۔ وہ سب پلٹ پڑے اور لڑنے لگے۔

اس اثنا میں فضل بن عباسؓ جو حارث بن عبد المطلب کے پوتوں میں سے تھے، بیس سواروں کو لیے ہوئے ابنِ مطیعؒ سے آکر ملے اور بڑی خوبی سے نہایت شدید جنگ انہوں نے کی۔ پھر ابنِ مطیعؒ سے کہا: تمہارے ساتھ جتنے سوار ہوں ان کو حکم دو کہ

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

میرے پاس آکر ٹھہریں۔ جب میں حملہ کروں تو وہ بھی حملہ آور ہوں۔ میں مسلم بن عقبہ تک پہنچے بغیر واللہ! دم نہیں لوں گا۔ یا تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا خود شہید ہو جاؤں گا۔ جب سوار فضل بن عباسؓ کے پاس جمع ہو گئے تو انہوں نے اہلِ شام پر حملہ کر دیا اور جنگ کرتے کرتے فضل بن عباسؓ شہید ہو گئے۔

جب یہ قتل ہوئے مسلم بن عقبہ کا خیمہ ان سے کوئی دس گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ پھر مسلم بن عقبہ کا لشکر عبد اللہ بن حنظلہؓ کی طرف بڑھا۔ ان سے بہت شدید جنگ کی۔ آتش جنگ شدت اختیار کر گئی۔ اہلِ شام جب اپنے گھوڑوں کو اہلِ مدینہ کی طرف بڑھاتے وہ لوگ برچھوں سے اور تلواروں سے وار پر وار کرتے تھے۔ گھوڑے بھڑک جاتے تھے۔ اور منتشر ہو جاتے تھے، رخ پھیر دیتے تھے۔

یہ دیکھ کر مسلم بن عقبہ نے حصین بن نمیر کی فوج کو میدانِ کارزار میں اتارا۔ اور مسلم بن عقبہ نے عبد اللہ بن عضاہ کو پانچ سو کے لشکر کے ساتھ عبد اللہ بن حنظلہؓ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، ابن حنظلہؓ نے ایک ایک کر کے اپنے فرزندوں کو میدان میں بھیجا۔ سب ان کے سامنے شہید ہو گئے۔ پھر وہ خود بھی جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۰ حصہ اول)

دورانِ جنگ محمد بن حزم انصاریؓ بھی شہید ہوگئے۔

## مدینہ پر مسلم بن عقبہ کا قبضہ

لڑائی کے دوران پس پشت ناف شہر سے تکبیر کی آوازیں آنے لگیں۔ ہوا یہ کہ بنی حارثہ نے ان کے مقابلہ میں اہلِ شام کو راستہ دے دیا اور اہلِ مدینہ کے سب لوگ خندق پر لڑ رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس اچانک حملہ سے سب کو اس طرف سے شکست ہوگئی اور سب سے زیادہ خندق میں لوگ شہید ہوئے۔ اور شامیوں کے لشکر مدینہ میں گھس آئے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اس وقت عبد اللہ بن حنظلہؓ اور ان کے بیٹوں نے مقابلہ کیا لیکن سب شہید ہوگئے۔ تو مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوگیا اور لوگوں سے کہا: یزید کے لیے اس کی حمایت میں بیعت کرو۔[1]

## علی بن حسینؓ اور مسلم بن عقبہ

مسلم بن عقبہ نے مقام قبا میں بیعت کے لیے اہلِ مدینہ کو بلایا اور ان میں سے علی بن حسینؓ کو جب مسلم بن عقبہ کے سامنے لائے۔

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۶۴

علی بن حسینؓ نے مروان بن حکمؓ کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا کہ جس زمانہ میں بنی اُمیہ مدینہ سے نکالے گئے۔ انہوں نے مروان کے مال و متاع کو اور اس کی زوجہ عائشہؓ ام ابان بنت عثمانؓ بن عفان کو بچایا تھا اور اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ پھر جب ام ابان طائف کی طرف روانہ ہوئیں تو علی بن حسینؓ نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے فرزند عبد اللہ کو ان کے ساتھ کر دیا تھا۔ اور مروان بن حکمؓ نے اس احسان کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔

علی بن حسینؓ اس وقت مروان بن حکمؓ اور عبد الملک بن مروان کو اپنے ساتھ لیے ہوئے مسلم بن عقبہ کے سامنے آئے۔ کہ یہ دونوں شخص ان کے لیے مسلم بن عقبہ سے امان کی سفارش کریں گے۔

غرض مسلم بن عقبہ کے پاس آکر دونوں شخصوں کے درمیان علی بن حسینؓ بیٹھ گئے۔ مروان نے شربت پینے کو مانگا۔ مطلب یہ تھا کہ مسلم کے دل میں جگہ پیدا کردے۔ شربت آیا تو مروان بن حکمؓ نے تھوڑا سا پی کر شربت علی بن حسینؓ کو دے دیا۔ علی بن حسینؓ کا خیال تھا کہ یہ مجھے قتل کر دے گا۔ وہ اسی طرح ہاتھ میں پیالہ لیے ہوئے رہ گئے، نہ پیتے تھے نہ ہاتھ سے پیالہ رکھتے تھے۔

اب مسلم بن عقبہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ نے امیر المومنین کو خط لکھا ہے۔ یہی امر تمہارے حق میں بہتر ہوا۔ شربت پی لو۔ شربت پی لیا تو کہا: یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔ علی بن حسینؓ مسلم بن عقبہ کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ تو مسلم بن عقبہ نے کہا: امیر المومنین یزید نے تمہارے بارے میں پہلے ہی مجھے کہہ دیا تھا۔ یہاں آنے میں تمہارے اہل و عیال کو تشویش ہو رہی ہوگی؟ علی بن حسینؓ نے کہا: واللہ! یہی بات ہے۔

مسلم بن عقبہ نے اپنی سواری کا گھوڑا منگایا اس پر ساز و سامان ڈالا گیا اور علی بن حسینؓ کو اس پر سوار کر کے واپس کیا۔

واقعہ حرہ ستائیسویں یا اٹھائیسویں ذی الحجہ ۶۳ھ کو واقع ہوا۔[1]

## مسلم بن عقبہ کی مکہ کی جانب روانگی

مسلم بن عقبہ مدینہ والوں کی بیعت سے جب فارغ ہوا تو اپنے لشکر کو لے کر مکہ کا رخ کیا۔

مدینہ میں روح بن زنباع، عمرو بن محرز کو اپنا جانشین کر گیا۔ مسلم بن عقبہ مدینہ سے روانہ ہو کر مقام مشلل تک آخر محرم ۶۴ھ میں پہنچا تھا کہ اس کو اپنی موت کے آثار نظر آگئے۔

اس نے مرتے وقت حصین بن نمیر کو بلا کر کہا:

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۶۳

عبدالوحید الحنفی

اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو واللہ! تجھے میں اس لشکر کا امیر نہ بناتا لیکن میرے بعد تجھے امیرالمومنین یزید نے امیر لشکر مقرر کیا ہے۔اور امیر المومنین کا حکم ٹال نہیں سکتا۔

چار باتیں میں تجھ سے کہہ دیتا ہوں۔اسے سن لے! بہت جلد روانہ ہو اور جلد لڑائی کو شروع کردے اور خبروں کو پوشیدہ رکھ۔قریش میں کسی کی بات نہ سن۔

اس کے بعد وہ مر گیا۔وہاں ہی مشلل کے مقام پر اسے دفن کر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ۔اس موقع پر اس نے یہ بھی پڑھا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔[1]

## حصین بن نمیر کی مکہ پر فوج کشی

مسلم بن عقبہ کے انتقال کے بعد۔حصین بن نمیر لشکر کو لے کر ابن زبیرؓ سے مقابلہ کے لیے مکہ روانہ ہوا۔اور یہاں تمام اہل مکہ و اہل حجاز ابنِ زبیرؓ سے بیعت کر چکے تھے۔مدینہ سے بھی لوگ ان کی طرف چلے آئے تھے۔

مسلم بن عقبہ کے انتقال اور مشلل میں دفن ہونے کے بعد حصین بن نمیر محرم کی تیئیس کو مکہ کی طرف روانہ ہوا اور چھبیسویں محرم کو مکہ میں پہنچا۔(تاریخ طبری ج۴۔حصہ اول ص۲۶۶)

[1] تاریخ طبری ج۴۔حصہ اول ص۲۶۵

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

# منذر بن زبیرؓ کی شہادت

عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے بھائی منذر بن زبیرؓ کو کچھ لوگوں کے دستہ کے ساتھ حصین بن نمیر کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجا۔ایک ساعت تک ان کے ساتھ بہت شدید جنگ ہوئی۔

اسی اثنا میں ایک شامی نے منذر بن زبیرؓ کو اپنے مقابلہ میں بلایا۔ شامی خچر پر سوار تھا۔ منذر اس کی طرف بڑھے۔ ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑ گئے۔ دونوں بے جان ہو کر گر پڑے، منذر بن زبیرؓ دونوں زانوں ٹیک کر کھڑے ہوئے اور کہا:

یارب البرھامن اصلھاوسھا

اے پروردگار! اس جنگ کی اصلاح کر اور اسے متفرق کر دے۔

اس کے بعد اہلِ شام نے بہت سخت حملہ کیا۔ منذر بن زبیرؓ کے ساتھی جنگ میں بکھر گئے۔ منذر بن زبیرؓ نے ساتھیوں کو کہا: ادھر آؤ، ادھر آؤ۔ منذر بن زبیرؓ کی آواز سن کر مسور بن مخزم اور مصعب بن عبد الرحمٰن پلٹے اور جنگ کرنے لگے اور آخر یہ سب لوگ شہید ہو گئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

ان کے ساتھ منذر بن زبیرؓ ثابت قدم رہے۔ رات ہونے تک ان کو قتال پر آمادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد مخالف پلٹ گئے اور یہ پہلے حصار کا واقعہ تھا۔

پھر محرم، صفر اور ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ھ تک مکہ کا محاصرہ ۶۴ دن جاری رہا۔ یزید کے مرنے کی خبر آنے پر محاصرہ اٹھایا گیا۔

## خانہ کعبہ میں آتش زنی کا واقعہ

محاصرہ کے دوران خانہ کعبہ کے اندر محصورین، ضرورت کے وقت آگ سلگایا کرتے تھے۔ ہوا چلی، ایک چنگاری اڑ کر غلاف کعبہ پر جا پڑی۔ غلاف جل گیا۔ روز شنبہ ۳ ربیع الاول کو یہ واقعہ پیش آیا۔ عروہ بن اذینہ اپنی ماں کے ساتھ اسی دن مکہ میں آئے تھے۔

انہوں نے کعبہ کو بے لباس اور رکن حطیم کو جھلسا ہوا اور تین جگہ سے تڑکا ہوا دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا مصیبت کعبہ پر آئی۔ انہوں نے ابنِ زبیرؓ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا اس شخص کے سبب سے یہ حادثہ ہوا۔ اس نے برچھی کی نوک سے ایک انگارہ کو اٹھایا۔ ہوا اسے اڑا لے گئی۔ غلافِ کعبہ میں رکنِ یمانی و رکن اسود کے درمیان آگ لگ گئی۔ (تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص۲۶۶)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# یزید کے حالات، تاریخی روایات پر ایک اجمالی نظر

## ولادت یزید

(ا) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

**یویع له بالخلافة بعد ابیه فی رجب سنة ستین و کان مولده سنة ستٍ و عشرین۔ فکان یوم یویع ابن اربع و ثلاثین سنة۔** [1]

ترجمہ: اس یعنی یزید کے والد صاحب کی وفات کے بعد رجب ۶۰ھ میں اس سے خلافت کی بیعت کی گئی، اوراس کا سن ولادت ۲۶ھ ہے اور جس دن اس کی بیعت کی گئی اس کی عمر ۳۴ سال تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴۶)

(۲) علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

**فان یزید بن معاویة رضی اللہ عنہ ولد فی خلافت عثمان رضی اللہ عنہ۔**

کیوں کہ یزید بن معاویہؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا ہے۔ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۱۷)

(ب) نیز لکھتے ہیں:

**واما ابنه' یزید الذی تولی الملک وجری فی خلافة ماجری**

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۴۶

**فانماولدفی خلافۃعثمان باتفاق اھل العلم۔**[1]

اورحضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا یزید جو ملک کا والی بنا اور اس کی خلافت میں جو کچھ ہوا سو ہوا۔ وہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا ہے۔ جس پر اہلِ علم کا اتفاق ہے۔

(ج) پھر لکھتے ہیں:

**ولدلہ یزیدفی زمن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنۃ سبع وعشرین من العجرہ۔** (منہاج السنۃ ج۲ص۲۱۹)

## یزید اور تاریخی روایات

☆ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ محدث کی تحقیق:

**وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کلھا موضوعۃ لا یصح شرع منھا۔**[2]

مؤرخ ابن عساکر نے یزید بن معاویہؓ کی مذمت کے سلسلہ میں جو احادیث بیان کی ہیں وہ سب کی سب موضوع ہیں، ان میں کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔

**ومن ذالک الاحادیث فی ذم معاویہ وذم عمرو بن العاص وذم بنی امیہ ومدح المنصور والسفاح وکذا ذم یزید**

---

[1] منہاج السنۃ ج۲ص۲۱۹

[2] البدایہ والنہایہ ج۸ص۲۳۱

عبدالوحید الحنفی

والولید ومروان بن الحکم۔[1]

ترجمہ: ان ہی موضوعات میں سے وہ احادیث ہیں جو بنو امیہ کی مذمت اور منصور اور سفاح کی مدح میں ہیں۔ اور اسی طرح یزید اور ولید اور مروان بنی حکم کی مذمت میں جو احادیث ہیں سب موضوع ہیں۔

## وفاتِ یزید

☆ شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں: یزید بن معاویہ کا دورِ حکومت آٹھ راتیں کم تین سال آٹھ ماہ تھا۔

اور یزید کی وفات ۱۷ صفر ۶۴ھ دمشق کے علاقے حوارین کے مقام پر ۳۳ سال کی عمر میں ہوئی، اور اس کی قبر حوارین میں ہے۔[2]

☆ تاریخ طبری کے مطابق ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید کا انتقال ہوا۔

## مکہ کے محاصرہ کا خاتمہ اور ابن نمیر کی واپسی

حصین بن نمیر اہلِ شام کو لیے ہوئے چالیس دن تک ابنِ زبیرؓ سے لڑتا رہا۔ اور محاصرہ اس کا بہت شدید ہو گیا تھا۔

---

[1] موضاتِ کبیر علامہ علی قاری حنفی ص ۱۶۹

[2] مروج الذہب ومعاون الجواہر حصہ سوم ج ۳ ص ۸۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یزید کے مرنے کی خبر پہلے ابنِ زبیرؓ کو ہوئی اور ابن نمیر اور اس کا سارا لشکر اس واقعہ سے واقف نہ تھا۔ دونوں لشکروں میں تلوار چل رہی تھی۔ جب یہ خبر ابنِ زبیرؓ کو پہنچی، انہوں نے پکار کر کہا: اے اہلِ شام! یزید کا انتقال ہوگیا ہے۔ اب تم میں سے جس کا جی چاہے، اس بیعت میں شریک ہوجائے۔ جو بیعت یہاں کے لوگوں نے کی ہے۔ جس کو یہ منظور نہ ہو وہ شام کو چلا جائے۔

ابن نمیر نے ابنِ زبیرؓ سے کہا: اب تم سے میں نہیں لڑوں گا۔ اتنی اجازت دو کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کر کے چلے جائیں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

## ابنِ زبیرؓ اور ابن نمیر کی ابطح میں ملاقات

ابن نمیر نے ابنِ زبیرؓ سے کہلا بھیجا کہ آج رات کو مقام ابطح میں مجھ سے ملاقات کریں۔ دونوں یکجا ہوئے تو ابن نمیر نے کہا: یزید کے انتقال کے بعد آپ سے زیادہ کوئی خلافت کا حق دار نہیں۔ آپ آئیں، ہم آپ سے بیعت کریں۔ اس کے بعد آپ شام چلیں۔ یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے، اس میں شام کے تمام روساء و سردار شامل ہیں۔ واللہ! دو شخص بھی تمہاری بیعت سے

انکار نہیں کریں گے۔

شرط یہ ہے کہ سب کو تم امان دے کر مطمئن کر دو۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اس کے سوا یہ سوال اہم ہے کہ حرّہ میں جو خون ریزی ہوئی ہے، اس سے چشم پوشی کرو۔[1]

## ابن زبیرؓ کا شامیوں کو امان دینے سے انکار

بعض قریش کا خیال ہے کہ ابن نمیر کی مذکورہ امان کی پیش کش پر ابن زبیرؓ نے کہا: میں اس خون ریزی سے چشم پوشی کروں، یہ نہیں ہو سکتا۔ واللہ! مجھ سے یہ نہ ہو گا۔

حصین بن نمیر نے کہا: میں آپ کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور آپ مجھے قتل و قصاص کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کو پکارا اور سب کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے ابن نمیر کو یہ پیغام بھیجا: شام تو میں نہیں جاؤں گا، لیکن تم لوگ مجھ سے بیعت کر لو۔ میں تم کو امان دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ عدل سے

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۲۶۷

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

پیش آؤں گا۔

ابن نمیر نے کہا: شام میں اگر آپ ساتھ نہیں جاتے تو پھر وہاں کی صورت حال یہ ہے کہ کئی خلافت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ تو اس وقت میں کیا کروں گا۔

غرض ابن نمیر لشکر لیے ہوئے واپس مدینہ پہنچا۔ علی بن حسینؓ اس کے استقبال کے لیے اور گھوڑوں کے لیے چارہ بھی لے کر نکلے۔ (کیوں کہ ابن نمیر اب پہلے والا نہ تھا۔ سابقہ گناہ سے توبہ کر چکا تھا۔)

علی بن حسینؓ نے حصین بن نمیر کو سلام کیا اور اس کو بتایا کہ میرے ساتھ دانہ و چارہ بھی ہے، اپنے گھوڑے کے لیے لے لیں۔ اس نے لشکر کو حکم دیا: علی بن حسینؓ سے دانہ، چارہ لے لیں۔ (تاریخ طبری ج۴ص۲۶۷ حصہ اول)

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی حفظہ

## حصین بن نمیر کی حضرت علی بن حسینؓ کو خلافت کی پیشکش

☆ اکبر شاہ نجیب آبادی "تاریخ اسلام" میں لکھتے ہیں:

حصین بن نمیر مکہ سے مدینہ کے قریب پہنچا تو وہاں اس کو معلوم ہوا کہ یزید کے انتقال کی خبر سُن کر اہلِ مدینہ نے پھر بنو

امیہ کے خلاف کھڑے ہو کر یزید کے عامل کو مدینہ سے نکال دیا ہے۔
جس کو مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں مامور و متعین کیا تھا۔
حصین بن نمیر مدینہ کے باہر پہنچ کر خیمہ زن ہوا تو مدینہ کی شورش اور ہنگامہ آرائی کم ہو گئی اور جس قدر بنی امیہ مدینہ میں موجود تھے، وہ سب حصین بن نمیر کے لشکر میں چلے آئے۔ اوراس سے کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ ملک شام کی طرف لے چلو۔ حصین نے کہا آج رات کو تم یہیں ٹھہرو، صبح تم کو ساتھ لے کر کوچ کریں گے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر تنہا علی بن حسینؓ کی تلاش میں نکلا۔ اوران سے ملا اوران سے کہا کہ یزید فوت ہو گیا ہے، اس وقت عالم اسلام کا کوئی امام نہیں ہے تم میرے ساتھ ملک شام کی طرف چلو، میں تمام جہان کو تمہاری بیعت پر آمادہ کردوں گا اور تم خلیفۂ وقت ہو جاؤ گے۔ اہلِ شام کو تم اہلِ عراق کی طرح نہ سمجھو، وہ تم کو ہر گز دھوکہ نہ دیں گے، اور نہ تمہارے درپے آزار ہو ں گے۔ علی بن حسینؓ نے کہا کہ: میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ساری عمر کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم مجھ کو اسی حال میں رہنے دو، اور کسی دوسرے کو خلافت کے لیے تلاش

کرلو، یہ کہہ کر وہ حصین بن نمیر سے جدا ہوئے۔

حصین بن نمیر اپنے لشکر میں آیا اور صبح بنو امیہ کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔[1]

## معاویہ بن یزید کی خلافت سے دستبرداری

یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ امیر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شام میں الصلوٰۃ جامعہ کی ندا کردی جائے۔

سب جمع ہوئے تو اس نے کہا:

میں نے تم پر حکومت کرنے کے بارے میں فکر کی تو معلوم ہوا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اب میں نے چاہا کہ کوئی شخص تمہارے لیے ایسا تلاش کروں جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مل گئے۔ مجھے کوئی شخص بھی ایسا نہ ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ تمہارے لیے شوریٰ کرنے کو ایسے چھ شخص ڈھونڈوں، جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مل گئے تھے، ایسے لوگ بھی مجھے نہ ملے۔ اب تم کو اختیار ہے جسے چاہو اسے اپنا امیر بنالو یہ کہہ کر معاویہ بن یزید گھر میں چلے گئے اور ایسا

[1] تاریخِ اسلام جلد اول ص ۶۳۰، اکبر شاہ نجیب آبادی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

گئے کہ پھر گھر سے ان کا جنازہ نکلا۔[1]

## معاویہ بن یزید کی خلافت

یزید وصیت کر گیا تھا کہ اس کے بعد معاویہ بن یزید سے لوگ بیعت کریں، تین مہینے یا چالیس دن یہ زندہ رہا۔ اور دمشق میں اس سے بیعت ہوئی۔ ابو عبد الرحمٰن اس کی کنیت تھی۔ ابو لیلیٰ بھی اسے کہتے ہیں۔[2]

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

[1] تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۸۸ حصہ اول

[2] تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۸ حصہ اول

باب...2

# عالم اسلام کے ساتویں خلیفہ

## حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت پر ایک نظر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت پورے عالم اسلام میں وہ واحد حکمران تھے جن کی خلافت وحکومت کا پرچم آدھی دنیا سے زیادہ رقبہ پر لہرا رہا تھا۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو خارجی اور کوفی اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لیے سازشوں میں مشغول ہو گئے، جس سے دورِ یزید میں تین بڑے حادثات ہوئے:

(۱) حادثۂ کربلا۔(۲) واقعہ حرہ مدینہ۔(۳) محاصرہ مکہ

ان حادثات سے بیرونی فتوحات کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بہتر کوئی شخص نہ تھا، جو مستحقِ خلافت ہو۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے صحیح خلافت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید نے خلافت سے دستبردار ہوتے ہوئے کسی کو نامزد نہ کیا اور کہا جس کو تم چاہو خلیفہ نامزد کرلو۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

تمام عالم اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی ان کی خلافت سے انکار نہیں کیا، شام میں بھی حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ کی خلافت سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حق میں بیعت لی۔ یہ دوسری بات ہے کہ واقعہ کربلا کے سازشیوں نے جس طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے دھوکہ کیا۔ اب وہی دھوکہ ان کے ساتھ بھی ہوا اور شام میں بغاوت کے نتیجہ سے ابن زیاد وغیرہ نے مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کے نتیجے میں شام وغیرہ میں مروان بن حکم کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور پھر فلسطین، مصر میں بھی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے بالمقابل مروان بن حکمؒ اور ان کے بعد عبد الملک بن مروان بن حکم کی حکومت قائم ہو گئی۔ ان کے دورِ حکومت کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت تک خلافت کا اعزاز حاصل نہیں۔ جو انہوں نے ذاتی اثر ورسوخ اور فوجی قوت سے یہ علاقے قبضہ میں لے کر حکومت قائم کی اس کے برعکس حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنے عہدِ خلافت وحکومت میں عالمِ اسلام کی حکومت وخلافت کا اعزاز حاصل تھا۔ جو کہ آپ کی شہادت پر اختتام پذیر ہوا۔ حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

عثمان ذوالنورینؓ کے داماد مروان بن حکمؓ کے بیٹے عبد الملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ جو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے اس کو باقاعدہ حکومت اور جائز خلافت سمجھنا چاہیے۔(تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی جلد ا ص ۶۶۸)

## یزید کے انتقال کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت

یزید کے بیٹے معاویہ بن یزید کی خلافت سے دست برداری کے بعد نظام خلافت معطل ہوگیا۔نئے خلیفہ کے انتخاب تک اکثر جگہ عبد اللہ بن زبیرؓ کے حق میں وہاں کے سرکردہ بیعت لینے لگے۔

(۱) دمشق میں ضحاک بن قیسؓ نے حکومت قائم کر لی اور وہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی طرف مائل تھے۔

(۲) قنسرین میں زفر بن عبد اللہ۔حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے لیے بیعت لے رہے تھے۔

(۳) حمص میں نعمان بن بشیرؓ انصاری،ابنِ زبیرؓ سے بیعت کر چکے تھے۔

(۴) فلسطین میں ناقل بن قیس نے روح بن زنباح جذامی کے مقابلہ میں خروج کیا۔اسے فلسطین سے نکال کر خود منصرف ہوگیا

اور ابنِ زبیرؓ کے لیے بیعت لینے لگا۔

(۵) مدینہ میں ابنِ زبیرؓ نے عامل مدینہ کو حکم بھیجا کہ بنی اُمیہ کو مدینہ سے نکال دے۔ یہ لوگ اپنے عیال و اطفال کو لیے ہوئے شام میں آئے۔ یہاں پر مروان بن حکمؓ بھی موجود تھے۔ اور سب لوگ دو حصوں میں منقسم تھے۔

(٦) حسان بن مالک اردن میں بنی اُمیہ کے حامی تھے۔ حضرت ضحاکؓ بن قیس تو دمشق میں ابنِ زبیرؓ کی طرف مائل تھے۔ مگر اس بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ جو کچھ کرتے تھے پوشیدہ طور سے کرتے تھے۔ جمعہ کا دن ہوا تو ضحاکؓ بن قیس منبر پر گئے، صرف خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی اور محل میں داخل ہو گئے۔

ضحاکؓ بن قیس پھر ایک بار جامع مسجد دمشق میں منبر پر آکر بیٹھے اور یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مذمت کی۔ یہ سن کر ایک نوجوان قبیلہ کلب کا عصا لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور ضحاکؓ بن قیس کو مارا۔ لوگ تلواریں لگائے ہوئے وہیں بیٹھے تھے۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ اس کے بعد یزید کے حامیوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ ضحاکؓ بن قیس، ابنِ زبیرؓ کے حق میں لڑ رہے تھے اور بنی کلب خاندان اُمّیہ کے لیے لڑ رہے تھے۔ ثور بن سلمی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ضحاک کے پاس آئے اور رائے دی کہ ہم سب لوگوں کو ابنِ زبیرؓ کی بیعت کی دعوت دیں اور اس بات کی جو مخالفت کرے اس سے قتال کریں۔ (تلخیص تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۲۹۰)

## مروان بن حکمؓ کی بیعت و خلافت

۳ ذیقعدہ ۶۴ ھ بروز بدھ مروان بن حکمؓ کی بیعت خلافت مقام جابیہ میں واقع ہوئی۔ اس کے بعد محرم ۶۴ ھ میں مروان ایک بڑے لشکر کے ساتھ دمشق میں ضحاکؓ بن قیس کے ساتھ لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

ضحاکؓ بن قیس بھی اپنے سب لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے مرج راہط کی طرف روانہ ہوئے۔ دونوں میں شدید جنگ ہوئی۔ قبیلہ قیس کے اتنے لوگ مرج راہط میں قتل ہوئے کہ کسی معرکہ میں کبھی اس قدر کشت و خون نہیں ہوا۔

اکثر مؤرخین نے یہی لکھا ہے کہ مرج راہط میں ضحاکؓ بن قیس اور مروان بن حکمؓ میں جو معرکہ ہوا وہ ۶۴ ھ میں ہوا ہے۔

## دمشق میں ابنِ زبیرؓ کے حق میں ضحاکؓ بن قیس کی بیعت

ضحاکؓ بن قیس کو جب یہ خبر پہنچی کہ مروان بن حکمؓ سے

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

لوگوں نے خلافت کی بیعت کر لی ہے۔ تو ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے انہوں نے ان سے ابنِ زبیرؓ کے لیے بیعت لی اور ضحاکؓ بن قیس و مروان بن حکمؓ دونوں ایک دوسرے سے قتال کرنے کو روانہ ہوئے۔ دونوں کے لشکروں میں بہت بڑی کشت و خون ہوئی۔

ضحاکؓ بن قیس اور ان کے اصحاب سب شہید ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ضحاکؓ بن قیس نے جب ابنِ زبیرؓ کے لیے بیعت لینا شروع کی تو دمشق کے سب لوگوں نے جو اہلِ یمن وغیرہ تھے ان سے بیعت کر لی تھی۔

بنی اُمیہ اور ان کے متبعین جابیہ میں چالیس دن تک مروان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور مشورہ کرتے رہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

نعمان بن بشیر انصاریؓ حمص میں حاکم تھے اور زفر بن حارث قنسرین میں حاکم تھے اور ناقل بن قیس فلسطین میں حاکم تھے۔ ان تینوں امیروں کو ضحاکؓ بن قیس نے کمک بھیجنے کے لیے لکھا تھا۔ نعمان بن بشیر انصاریؓ نے شرجیل کو کمک مہیا کرنے کے واسطے روانہ کیا۔ زفر بن حارث اور ناقل بن قیس نے قنسرین اور فلسطین سے لوگوں کو ضحاکؓ بن قیس کی کمک کے طور پر مرج راہط میں بھیجا۔

# دمشق پر مروان بن حکمؓ کا قبضہ

مروان بیس دن تک ضحاکؓ بن قیس سے معرکہ مرج راہط میں لڑائی کرتے رہے۔ اس کے بعد ضحاکؓ بن قیس لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ضحاکؓ بن قیس کے ساتھ (۸۰) اسی شخص روسائے شام کے مارے گئے۔ ان کے علاوہ بھی اس جنگ میں اہلِ شام بہت قتل ہوئے۔ کسی واقعہ میں اس طرح کبھی قتل نہیں ہوئے تھے۔ اور تمام قبیلوں کے لوگ اس میں شامل تھے۔

ضحاکؓ بن قیسؓ کے ساتھ ایک شیخ بنی کلب کے مالک بن یزید اور قضاء کے علم بردار بھی شہید ہوئے۔ ثور بن سلمی، جنہوں نے ضحاکؓ بن قیس کو ابنِ زبیرؓ کی حمایت کے لیے ترغیب دی تھی وہ بھی اسی جنگ میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

زحہ بن کلبی نے ضحاکؓ بن قیس کو شہید کیا۔

مروان بن حکمؓ کے لشکر میں چھ ہزار گھوڑا سوار تھے۔ سواروں کا افسر ابن زیاد تھا۔ پیادوں کا افسر مالک بن ہبیرہ، بشر بن مروان بھی علم لیے ہوئے تھے۔ عبد العزیز بن مروان بھی اسی لڑائی میں مارے گئے۔ (طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۲۹۴)

## حاکم حمص نعمان بن بشیر انصاریؓ کی شہادت

اہلِ حمص کے حاکم نعمان بن بشیرؓ انصاری بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حامیوں میں سے تھے۔ اور حضرت ضحاکؓ بن قیس کی مدد کے لیے انہوں نے مرج راہط میں لشکر بھی بھیجا تھا۔ لیکن مرج راہط میں مروان کی کامیابی کی خبر سے حالات بدل گئے۔ یہ وہاں سے نکل گئے لیکن عبد اللہ بن کلائی نے ان کو ڈھونڈ کر قتل کر دیا اور ان کے سر کو ان کی بیٹی اُمّ امان کی گود میں ڈال دیا۔

یہی اُمّ امان اس واقعہ کے بعد حجاج بن یوسف کے پاس تھی۔

زوجہ نعمانؓ بن بشیر انصاری نے کہا: یہ سر مجھے دو۔ اس سے زیادہ میں اس سر کی حق دار ہوں۔ غرض نائلہ کی گود میں نعمان بن بشیرؓ کا سر اس نے ڈال دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔[1]

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

## حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ کا اجمالی تعارف

حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ گورنر حمص مدینہ منورہ کے خزرج قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۹۵

دور میں کوفہ کے گورنر رہے، بعد از ہجرت وہ پہلے آدمی ہیں جن کی ولادت انصار میں ہوئی۔ حضور ﷺ کی وفات سے آٹھ سال سات مہینے پیشتر ان کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی۔

ان کو اوران کے والد بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔

ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ان کے والد انہیں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دینا چاہتا ہوں۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اپنے سب بیٹوں سے برابر سلوک کروگے؟ (یعنی سب کو ایک ایک غلام دے سکو گے۔) "انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے واپس لے جاؤ"۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: "حرام اور حلال بالکل واضح ہیں مگر ان دونوں کے درمیان کچھ امور ایسے ہیں جو واضح نہیں ہیں۔"

اور اکثر لوگوں کو علم نہیں ہوتا کہ ان امور میں حرام کون سے ہیں اور حلال کون سے ہیں۔ جس آدمی نے اپنے دین اور عزت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کو آلودگی سے بچائے رکھا وہ بچ گیا اور جس شخص نے ایسی اشیاء سے سروکار رکھا جو حرام سے ملتی جلتی تھیں اس کی مثال اس جانور کی طرح ہو گی جو ممنوعہ رقبے کے آس پاس چرتا ہو، ایسا جانور ممنوعہ رقبے میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہر بادشاہ کی خالصہ جاگیر ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خالصہ جاگیر محرمات ہیں۔

اس روایت میں امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کا شرف حاصل ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حمص کا اور کوفہ کا والی مقرر فرمایا، جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو یزید نے ان کو کوفہ پر بحال رکھا۔ لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے لوگوں نے دعوت دی اور آپ نے اس پر اہلِ کوفہ کی گرفت نہ کی تو یزید نے آپ کی جگہ ابنِ زیاد کو گورنر بنا کر بھیج دیا۔ اس طرح یہ واپس شام چلے گئے اور قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے داغ سے محفوظ رہے اور پھر حمص کے گورنر بنے۔

☆ جب واقعہ کربلا کے بعد اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ شریف روانہ کیا گیا تو خدمت کے لیے ان کو ہمراہ بھیجا گیا۔

☆ یزید کے انتقال کے حمص کے لوگوں کو انہوں نے حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ترغیب دی۔ جب لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو یہ لوگوں سے بچ کر حمص سے نکل گئے مگر عوام نے ان کا تعاقب کیا اور جب واقعہ مرج راہط ۶۴ھ کے ماہ ذی الحجہ پیش آیا تو اس میں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کریم النفس، سخی، شاعر اور اپنے عہد کے بہادر آدمی تھے۔[1]

## ابنِ زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کی جنگ

## مروان کا مصر پر قبضہ

اب تمام اہلِ شام کا مروان بن حکمؓ پر اتفاق ہو گیا۔ وہ مرجع خلائق بن گئے۔ ملک شام میں انہوں نے اپنی طرف سے حکام مقرر کیے۔ شام کی طرف سے وہ مطمئن ہو کر مصر آئے۔ یہاں کا حاکم ابن جحدم تھا اور وہ بھی ابنِ زبیرؓ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ مروان کے آنے کی خبر سن کر وہ بنی فہر کے کچھ لوگ ساتھ لے کر مروان کی طرف متوجہ ہوا۔

مروان نے عمرو بن سعیدؓ کو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ یہ مصر میں داخل ہوا اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگوں کو عمرو بن سعیدؓ کے مصر میں داخل ہونے کا حال معلوم ہوا تو سب ابن جحدم

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد سوم ص ۲۹۷، مؤلفہ علامہ ابن اثیر جزری

سے الگ ہو کر واپس چلے آئے۔ سب نے مروان کو اپنا امیر بنالیا اور اس سے بیعت کر لی۔ مروان مصر سے دمشق کو واپس جا رہا تھا۔ قریب پہنچ کر یہ خبر سنی کہ ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعبؓ کو فلسطین کی طرف روانہ کیا ہے۔

مروان بن حکمؓ نے عمرو بن سعیدؓ کو فوج کے ساتھ مصعب بن زبیرؓ سے مقابلہ کرنے کو روانہ کیا۔ ابھی وہ سرحد شام میں داخل نہ ہوئے تھے کہ عمرو بن سعیدؓ کے لشکر نے انہیں روک لیا۔ دونوں لشکروں میں لڑائی ہوئی۔ مصعب بن زبیرؓ کامیاب نہ ہوسکے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## یزید کی بیوہ سے مروان بن حکمؓ کا نکاح

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد عراق سے جب بھاگ کر شام میں پہنچا تو اس نے بنی اُمیہ کو تدمر میں پایا۔ ان لوگوں کو مدینہ اور مکہ سے نکال دیا گیا تھا۔ یہ لوگ تدمر میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کو معلوم ہوا کہ ضحاکؓ بن قیس اس وقت ابنِ زبیرؓ کی طرف سے امیر شام ہیں۔ ابنِ زیاد جس وقت تدمر میں پہنچا، مروان بن حکمؓ، ابنِ زبیر سے بیعت کرنے کے لیے اور بنی اُمیہ کے لیے ابنِ زبیرؓ سے امان طلب کرنے کے لیے روانہ ہونے

والے تھے۔

ابنِ زیاد نے مروان کو اس ارادے سے روک دیا اور مروان کو تجویز دی کہ اہل تدمر سے اپنے حق میں بیعت کی دعوت دے اور ان سے بیعت لے کر پھر ان کو اور تمام بنی اُمیہ کو جو تمہارے ساتھ ہوں، لے کر ضحاکؓ بن قیس پر چڑھائی کر کے اسے شام سے نکال دے۔ اور مروان کو یہ تجویز بھی دی کہ وہ یزید کی بیوہ فاختہ سے نکاح کر لے۔ اس طرح یزید کا بیٹا خالد تیرا فرزند ہوجائے گا۔ مروان نے ایسا ہی کیا اور یزید کی بیوہ فاختہ سے نکاح کر لیا۔ اس نے بنی اُمیہ کو جمع کر کے ان سے بیعت لی۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی حفظہ

## ابنِ زبیرؓ سے خوارج کا اختلاف اور علیحدگی

یزید کی طرف سے لشکر حصین بن نمیر کی کمان میں جب مکہ پہنچا تھا تو خوارج بظاہر بیت اللہ کے دفاع کے لیے مکہ آئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ بھی ابنِ زبیرؓ کے ساتھ شریک ہو کر شامیوں سے جہاد کرتے رہے۔ جب یزید کے انتقال کی خبر آئی اور اہلِ شام مکہ کا محاصرہ ختم کر کے واپس چلے گئے۔ تو خارجیوں نے باہم ملاقاتوں

[1] طبری ج۴۔ حصہ اول ص۲۹۶

میں یہ ذکر کیا کہ ہم لوگ جو کر رہے ہیں۔ یہ کوئی راہ صواب نہیں ہے کہ ایسے شخص کی ہم اعانت کر رہے ہیں جس کا حال معلوم نہیں۔ یہ شخص ابنِ زبیرؓ تو آپ کے عقیدے پر نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ابنِ زبیرؓ اور اس کے باپ زبیرؓ دونوں تم سے قتال کر چکے ہیں اور پکار رہے تھے: عثمانؓ کا انتقال لینے والے کہاں ہیں؟ ان سے چل کر پوچھیں کہ عثمانؓ کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟ اگر انہوں نے عثمانؓ سے بیزاری ظاہر کی تو سمجھو کہ وہ تمہارے دوستوں میں ہیں ورنہ تمہارے دشمنوں میں سے ہیں۔

## حضرت ابنِ زبیرؓ کا حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی تائید کرنا

خارجی لوگ ابن زبیرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابنِ زبیرؓ! بتاؤ عثمانؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اور ان کے قائد ابن بلال خارجی نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا کہ عبادتِ خدا اور خالص دین کی طرف دعوت دیں۔ انہوں نے جو دعوت دی، مسلمانوں نے اسے قبول کیا۔ حضرت محمد ﷺ حکمِ خدا اور کتاب اللہ کے ساتھ امت میں عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ لوگوں نے ابو بکرؓ کو جانشین

کیا اور ابو بکرؓ نے عمرؓ کو۔ ان دونوں صاحبوں نے کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ پر عمل کیا، الحمد للہ رب العالمین۔ ان کے بعد لوگوں نے عثمانؓ بن عفان کو جانشین کیا۔ ایک گروہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے عثمانؓ کو شہید کیا۔ ہم لوگ اس گروہ کے چاہنے والوں میں ہیں اور عثمانؓ ابنِ عفان اور ان کے دوستوں سے بیزار ہیں۔

خوارج کا یہ معمول تھا کہ اپنے نظریہ کے تحت یہ پہلے آکر ملتے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملے رہے۔ لیکن جوں ہی موقع ملا، حضرت علیؓ المرتضیٰ کے خلاف ہوگئے۔ اب بھی شامیوں کے مقابلہ میں بظاہر ابنِ زبیرؓ کے ساتھ آکر مل گئے لیکن جوں ہی یزید کے انتقال کی خبر ملی، ابنِ زبیرؓ سے جدا ہوگئے اور اختلاف کر کے الگ ہوئے اور کہنے لگے: بتاؤ ابنِ زبیرؓ! تم کیا کہتے ہو؟[1]

## ابنِ زبیرؓ کی حضرت عثمانؓ کے بارے میں جوابی تقریر

خارجیوں کے قائد ابن بلال خارجی کے جواب میں حضرت ابنِ زبیرؓ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر کہا:

تم نے نبی ﷺ کا ذکر کیا میں نے سنا آپ ﷺ ایسے ہی

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۳۱۵

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

تھی جیسا تم نے بیان کیا۔وہ تو اس سے بھی برتر تھے۔جیسا تم نے ذکر کیا۔ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے میں تم نے جو کہا اسے بھی میں نے سنا یہ وصف ان کا اللہ نے تمہاری زبان پر جاری کیا۔تم نے جو کچھ کہا درست کہا۔عثمانؓ بن عفان کے بارے میں جو کچھ تم نے کہا۔اسے بھی میں نے سنا۔آج خلق خدا میں، عثمان ابن عفانؓ اور ان کے حالات کا جاننے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔جب ان بلوائیوں نے ان سے دشمنی کی اور ان پر عتاب کیا تو میں ان کے پاس موجود تھا۔جن باتوں پر لوگ خفا تھے، ان کے راضی کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔پھر یہ ہوا کہ وہ سب جا کر واپس آئے اور ایک خط لیے ہوئے آئے۔جس پر انہیں شبہ ہوا تھا: کہ عثمانؓ نے ان لوگوں کے قتل کرنے کا حکم اس خط میں دیا ہے۔عثمانؓ نے کہا: میں نے یہ خط نہیں لکھا تم سے ہو سکے تو اس بات کو ثابت کرو۔اگر تم ثابت نہیں کر سکتے تو میں قسم کھاتا ہوں۔واللہ! وہ گواہ کو اس کے ثبوت میں نہ لا سکے۔اور نہ عثمانؓ سے قسم لینے پر راضی ہوئے۔سب نے حملہ کر کے انہیں قتل کیا۔

تم نے جو عیب بیان کیے وہ بھی میں نے سنے۔وہ ہرگز ایسے نہ تھے وہ تو ہر طرح کی نیکی کے اہل تھے۔تم لوگ اور تمام حاضرین اس بات کے گواہ رہیں کہ میں دنیا و آخرت میں عثمانؓ

ابن عفان کے دوست داروں میں ہوں۔ اور ان کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔[1]

## خوارج کی حضرت ابنِ زبیرؓ سے علیحدگی

ابن زبیرؓ کی یہ تقریر سن کر خوارج متفرق ہوگئے۔ کچھ بصرہ اور کچھ مدینہ کی طرف چلے گئے۔ اس طرح وہ مکہ سے نکل گئے۔[1]

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے لشکر کی خوارج سے جنگ

یزید کے انتقال کے بعد سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ کوفہ کے چار ہزار توابین کو لے کر "انتقام حسین رضی اللہ عنہ" میں شامیوں سے ایک طرف الورہ میں مصروف جنگ تھے۔ جس میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گورنرِ کوفہ نے رکاوٹ نہیں ڈالی تھی، دوسری طرف بصرہ میں خوارج جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے سے بصرہ کے گورنر عبد اللہ بن حرث تھے۔

بصرہ اور بصرہ کے باہر کے خوارج نے مقام دولاب علاقہ اہواز میں مجتمع ہو کر، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گورنر کے خلاف خروج کیا، عبد اللہ بن حرث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ

---

[1] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۳۱۵

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

کو خوارج کی سر کوبی پر مامور کیا۔ مسلم بن عبیس اپنا لشکر لے کر مقام دولاب میں پہنچے۔ خوارج نے نافع بن ارزق کو اپنا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ ماہِ جمادی الثانیہ ۶۵ھ میں نافع بن ارزق اور مسلم بن عبیس کا مقابلہ دولاب میں ہوا۔ مسلم و نافع دونوں طرف کے سپہ سالار قتل ہو گئے۔

اہلِ بصرہ نے مسلم بن عبیس کی جگہ حجاج باب کو اور خوارج نے نافع کی جگہ عبد اللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنایا۔ بڑے زور کی لڑائی جاری تھی کہ اہلِ بصرہ کے امیر شہید ہو گئے، انہوں حارثہ بن زید کو امیر بنایا۔ لیکن جنگی حکمت عملی کے تحت کامیابی کے آثار نہ دیکھتے ہوئے حارثہ بقیہ سیف لشکر بصرہ کو لیے ہوئے لڑتے بھڑتے اہواز کی طرف روانہ ہو گئے۔[1]

خوارج اس میدان میں چیرہ دست ہو کر بصرہ کی طرف چلے، خوارج کی اس فتح اور لشکر بصرہ کی تباہ حالی کا حال اہلِ بصرہ کو معلوم ہوا تو ان کو سخت ملال ہوا۔

فوراً ایک تیز رفتار قاصد نے یہ خبر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مہلب بن ابی صفرہ کو امیر خراسان اور عبد اللہ بن حرث کو بصرہ کی گورنری سے

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول ص ۶۵۲، اکبر شاہ نجیب آبادی

معزول کر کے حرث بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

جب حرث نے بصرہ کی امارت کا کام سنبھالا اور مہلب بن ابی صفرہ (یکے بعد دیگرے) نے خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا تو خوارج کا لشکر اور بغاوت کا سیلاب بصرہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔

حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو خوارج کی روک تھام اور مقابلہ کے لیے فوج کا سپہ سالار بنانا چاہا تو احنف نے کہا کہ اس کام کے لیے مہلب بن ابی صفرہ سب سے بہتر شخص ہے۔

مہلب نے کہا میں خراسان کی حکومت پر مامور ہو کر جاؤں گا لیکن اس خدمت کی انجام دہی سے بھی مجھ کو انکار نہیں ہے، بشرطیکہ بیت المال سے ضروریاتِ جنگ کے لیے مجھ کو کافی روپیہ اور سامان دیا جائے اور جو علاقہ میں خوارج سے چھینوں وہ میری جاگیر کا حصہ قرار دیا جائے۔

حرث بن ربیعہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مہلب اہلِ بصرہ سے بارہ ہزار اشخاص جنگجو ہمراہ لے کر خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوئے، خوارج نے جم کر اور جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ خوارج نے اہلِ بصرہ کے منہ پھیر دیئے لیکن مہلب کی ذاتی بہادری و تجربہ کاری نے اہلِ بصرہ کو سنبھال کر خوارج کو شکستیں

دیں، آخر میں خوارج پسپا ہو گئے اور کرمان واصفہان کی طرف چلے گئے۔(تاریخ اسلام جلد اول ص۶۵۳،اکبر شاہ نجیب آبادی)

## امارت کوفہ پر عبداللہ بن یزید کا تقرر

علامہ ابنِ جریر طبری لکھتے ہیں: یزید کے انتقال کے بعد لوگوں نے ابن زیاد کے کوفہ میں نائب عمرو بن حریث پر حملہ کر دیا۔ دارالامارہ سے اسے نکال دیا۔ اہلِ کوفہ عامر بن سعود بہ کو حاکم بنانے پر راضی ہو گئے یہی بہ ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس نے بیعت کر لی۔

سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے اصحاب برابر اہلِ کوفہ میں خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کی سب کو دعوت دیا کرتے تھے اور بہت سے لوگ ان کے تابع ہو چکے تھے۔یزید کے انتقال کے بعد سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کی طرف اہلِ کوفہ جمع ہونے لگے۔

۲۲ رمضان جمعہ کے دن عبداللہ بن یزید حاکمِ کوفہ بن کر ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ میں پہنچے،یہی سرحد و جنگ کے بھی امیر تھے اور ان کے ساتھ خراج کوفہ پر ابراہیم بن اعرج ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ میں حاکم بن کر پہنچے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# مختار ثقفی کی کوفہ روانگی اور ٦٦ھ میں کوفہ پر قبضہ

مختار ثقفی نے جب یہ دیکھا کہ پانچ مہینے تک ابنِ زبیرؓ نے اسے کوئی عہدہ و امارت نہیں دی تو کوفہ سے جو شخص آتا اس کے پاس آتا تھا۔اس سے ان لوگوں کے حالات کی کیفیت پوچھتا تھا۔

رمضان میں ہانی بن الوداعی عمرہ کی نیت سے مکہ آئے تو مختار نے ان سے پوچھا کہ کوفہ کے حالات کیا ہیں۔ اس نے بتایا کہ حالات ٹھیک ہیں اور ابنِ زبیرؓ کی اطاعت پر سب متفق ہیں۔

یزید کی وفات کو چھ مہینے گذرے تھے کہ ۱۵ رمضان جمعہ کے دن کو مختار ثقفی کوفہ میں وارد ہوا۔

اس نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا اور حضرت حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کوفے میں ایک تحریک چلائی۔

## مختار بن ثقفی کی کوفہ میں آمد
## اور محمد بن حنفیہ کی حمایت کا دعویٰ

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ گورنر کوفہ، عبدللہ بن یزید کی کوفہ آمد سے پہلے مختار کوفہ میں پہنچ گیا تھا۔

مگر تما روسائے کوفہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے، کوئی بھی مختار ثقفی کو ان کے مثل نہیں سمجھتا تھا۔

مختار شیعوں کو دعوت دیتا تھا کہ میرے پاس خونِ حسین (رضی اللہ عنہ) کا انتقام لینے کو آؤ، وہ جواب دیتے تھے: ہمارے شیخ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ ہیں، سب نے ان کی اطاعت اختیار کرلی ہے، انہیں کے پاس سب مجتمع ہیں، اس کے جواب میں وہ کہتا تھا:

میں مہدی ٔوقت محمد بن حنفیہ کے پاس سے آیا ہوں مجھے انہوں نے اپنا وزیر وامین ومعتمد علیہ بنا کر تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔

شیعوں سے اسی طرح کی باتیں کرتے کرتے بالآخر کچھ لوگوں کو سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے توڑلیا اور وہ اس کی تعظیم کرنے لگے۔

ابنِ صرد رضی اللہ عنہ کے پاس جو شیعہ جمع تھے مختار نے ان کو بھی بلا بھیجااور ان سے کہا:

میں ”صاحب الامر معدنِ فضل وصی امام مہدی“کی طرفسے تم لوگوں کے پاس اس کام کے لیے آیا ہوں جس سے تمہارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ الغرض! اس قسم کی وہ باتیں کرتا رہا اور شیعوں کے ایک گروہ کو اپنی طرف کرلیا۔

## یزید کے انتقال کے بعد قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام

۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو جب یزید کا انتقال ہو گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے اور یزید کے انتقال ہونے میں تین برس

اور دو مہینے اور چار دن کا زمانہ ہے۔ اس وقت ابن زیاد امیرِ عراق بصرہ میں تھا۔ کوفہ میں اس کی طرف سے عمرو بن حریث مخزومی نائب تھا، سلیمانؓ بن صرد کے پاس شیعوں نے آکر کہا کہ یزید تو مرگیا ہے اور اس وقت حکومت کمزور ہو رہی ہے۔

آپ کی رائے ہو تو ابنِ حریث پر حملہ کرکے دار الامارۃ کوفہ سے ہم لوگ اسے نکال دیں، اس کے بعد خونِ حسینؓ کا بدلہ لینا شروع کردیں اور حسین (رضی اللہ عنہ) کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالیں۔

لوگوں کو اہل بیت کی طرف آجانے کی دعوت دیں جو کہ مظلوم اور اپنے حق سے محروم ہیں، اس بارے میں لوگوں نے بہت اصرار کیا۔

## سلیمان بن صردؓ کا مشورہ کہ قاتلانِ حسینؓ روسائے کوفہ ہیں

سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی جلدی نہ کرو ٹھہرو جو بات تم کہتے ہو میں اس پر غور کرچکا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ روسائے کوفہ اور شہسوارانِ عرب میں سے ہیں اور انہیں سے ان کے خون کا انتقام لینا چاہیے۔ اگر ان کو تمہارے ارادے کا حال معلوم ہو جائے گا اور یہ سمجھ جائیں گے کہ ان

سے تم انتقام لینا چاہتے ہو، تو یہ تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئیں گے۔ اور سب کے سب خود قتل ہو جائیں گے۔ مصلحت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو شہر میں منتشر کرکے شیعہ اور غیر شیعہ جو ہوں ان کو اس امر کی طرف دعوت دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جن لوگوں نے یزید کی زندگی میں دعوت قبول کی تھی ان سے چند در چند لوگوں نے اس وقت آمادگی ظاہر کی۔[1]

## عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے گورنر نے مخالفت نہیں کی

یہ خبر جب عبد اللہ بن یزید گورنرِ کوفہ کو ملی اس نے مخالفت نہیں کی لیکن کہا کہ مختار اور اس کے معاونین اگر خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، تو اس کام میں ہم بھی ان کی مدد کرنے کو تیار رہیں۔ لیکن اگر وہ کوئی اور کاروائی ہمارے خلاف کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ کرکے ان کو قرار واقعی سزا دیں گے۔

اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں نے اعلانیہ ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

[1] تاریخ طبری جلد ۴ص ۳۱۰

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

اور یکم ربیع الثانی۶۵ھ کو جب سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا، سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے۔ جو شام پر چڑھائی خونِ حسینؓ کے انتقام کے لیے کرنا چاہتے تھے، عبد اللہ بن یزید گورنر کوفہ نے مخالفت نہیں کی۔

مختار چوں کہ اپنی الگ جماعت تیا رکرنے میں مصروف تھا، حالاں کہ مقصد سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا بھی وہی تھا جو مختار ظاہر کرتا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں وہ ان سے الگ تھلگ رہا۔

انتقامِ حسین رضی اللہ عنہ کے نعرہ پر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اتنے لوگ آ گئے جتنے لوگوں نے ان کی بیعت کی تھی۔ کوفہ کے سولہ ہزار شخصوں نے ان کی بیعت کی تھی آپ نے سب کو نخیلہ میں جمع ہونے کا حکم دیا۔

## توابین کا نخیلہ میں اجتماع ہوا

۵ ربیع الثانی ۶۵ھ کو نخیلہ سے شام کی طرف روانگی کے وقت سلیمانؓ بن صرد کے لشکر کو جب شمار کیا گیا تو سولہ ہزار میں سے چار ہزار افراد تھے، باقی مختار ثقفی نے توڑ لیے۔

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

# ابنِ زیاد پر حملہ کرنے کا مشورہ

خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا ابنِ زیاد سے انتقام لینے کے لیے ابنِ صرد رضی اللہ عنہ شام روانہ ہونے کو تھے کہ: عبد اللہ بن نفیل رحمہ اللہ ان کے پاس آئے۔ پہلے یہ مشورہ دیا کہ ابنِ زیاد کے مقابلہ پر روانہ ہوں۔ اس پر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور ان کے رؤسائے لشکر نے کہا:

عبد اللہ بن نفیل رحمہ اللہ نے بہت اچھی رائے دی ہے کہ ہمیں ابنِ زیاد کی طرف جا نا چاہیے، جس نے ہمارے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، اورا سی کے سبب سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔

عبداللہ بن نفیل رحمہ اللہ نے ابنِ صردؓ اور تمام رؤسائے لشکر سے یہ کہا کہ میری ایک رائے اور بھی ہے اگر صواب پر ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ کی توفیق سے ہے اور گر خطا پر ہے تو میری جانب سے ہے۔

اپنی جان کی قسم! میں تم سے خیر خواہی کا کلمہ کہنے سے دریغ نہ کروں گا، صواب پر ہو یا خطا پر، ہم لوگ اس لیے نکلے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کوفہ میں ہیں، عمرو بن سعد یہیں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہے، کوفہ کے رؤسائے محلہ اور بزرگان کوفہ ان قاتلوں میں ہیں، ان قاتلوں اور دشمنوں کو یہاں چھوڑ کر کہیں اور ہم کیوں جائیں؟ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہو کیا کہتے ہو؟

سب نے کہا واللہ! یہی رائے بہتر ہے جو بات عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہی ہے وہی ٹھیک ہے۔ واللہ اگر شام کی طرف ہم لوگ آجائیں گے تو قاتلانِ حسینؓ میں ابنِ زیاد کے سوا کسی کو بھی نہ پائیں گے۔ جن کو ہم ڈھونڈتے ہیں وہ سب تو یہیں اسی شہر کوفہ میں موجود ہیں۔ (تاریخ طبری جلد ۴ حصہ اول ص ۳۲۸)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ابنِ زیاد پر حملہ کا منصوبہ

عبداللہ بن نفیل رحمہ اللہ کی رائے کے جواب میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں تمہارے لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا، جس نے تمہارے امام کو قتل کیا، جس نے ان پر لشکر کشی کی، جس نے کہا: میں انہیں بغیر اس کے امان نہیں دوں گا کہ گردن جھکا کر میرے حکم پر چلے آئیں، جس طرح میرا جی چاہے اس طرح ان سے پیش آؤں، وہ یہی فاسق ابن زیاد ہے، اب اسی کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔

میں چاہتا ہوں تم اپنا سارازور اور اپنی پوری قوت ان ظالموں

کے مقابلہ میں صرف کرو جو ظلم کے بانی ہیں۔اگر تم اپنے شہر کے لوگوں سے لڑ پڑے تو ایسے لوگوں کا بھی سامنا ہو گا، جن میں سے کسی نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہے یا باپ کو، یا کسی دوست کو قتل کیاہے یا جو تم سے لڑنا ہی نہ چاہتا ہو۔ بس اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چلنے کے لیے تیا رہو جاؤ، سب لوگ روانہ ہونے پر آما دہ ہو گئے۔[1]

## توابین کا نخیلہ سے ویرا عور تک سفر

۵ربیع الثانی ۶۵ھ کو یہ لوگ رات کو روانہ ہو کر"ویرا عور" میں پہنچے۔ یہاں لشکر کا جائزہ لیاتو معلوم ہوا کہ ایک ہزار کم ہوگئے ہیں۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے کہا: جو لوگ ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہیں، ان کا تمہارے ساتھ رہنا مجھے گوارا ہی نہیں، وہ ساتھ ہوتے تو اور ہی تباہی میں مبتلا کرتے۔

ابنِ زیاد کے لشکر کی قیادت حصین بن نمیر کے سپرد تھی جو کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کا لشکر لے کر شام کی طرف سے آرہا تھا۔

۲جمادی الا ولیٰ ۶۵ھ بدھ کے روز دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے، لڑائی شروع ہوگئی تین دن لڑائی ہوتی رہی، دونوں لشکر

---

[1] تاریخ طبری جلد۴ ص۳۲۹ حصہ اول

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ایک دوسرے کو بار بار پسپا کرتے رہے، سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے میمنہ نے شامیوں کے میسرہ پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی، میسرہ نے ان کے میمنہ پر حملہ کیا۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے قلب لشکر کے ساتھ ساری جماعت پر حملہ کر دیا شامیوں کو شکست در شکست ہوئی۔

## ابنِ ذالکلاع کی کمک

اسی دوران شامی لشکر کی نصرت کے لیے صبح کے وقت ابن ذالکلاع آٹھ ہزار کا لشکر لے کر ان کی کمک پر پہنچا۔

ابنِ زیاد نے ابنِ ذالکلاع کو بھی "حصین بن نمیر" کی قیادت میں کر دیا، یہ تیسرا دن جمعہ کا تھا دن چڑھنے تک بہت سخت جنگ ہوتی رہی اس کے بعد اہلِ شام ہر طرف سے توابین پر ٹوٹ پڑے سواروں نے سواروں پر حملہ کیا۔

## سلیمانؓ بن صرد شہید ہو گئے

دورانِ جنگ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ان کو یزید بن حصین نے تیر مارا، تیر کھا کر گرے، اس کے بعد ان کے نائب "مسیب " نے علم لے کر جوابی حملہ کیا۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## مسیب بھی شہید ہو گئے

مسیب علم تھام کر ایک ساعت تک لڑتے رہے، پھر واپس آئے دوبارہ حملہ کیا آخر میں وہ بھی شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

## عین الورہ جنگ کا خاتمہ

مسیب کے شہید ہونے کے بعد ان کے نائب عبداللہ بن سعد نے لشکر کا علم اٹھایا، اہلِ شام کی طرف سے ربیعہ بن مخارق نے بہت شدید حملہ کیا۔ توابین نے بھی بہت سخت جنگ کی اس کے بعد ربیعہ اور عبداللہ بن سعد میں تلوار چلی ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ کی ہتھیلی پر برچھی مار کر انہیں قتل کر دیا، ان کے نائب ابنِ نمیض تھے پھر وہ لڑتے رہے، شام تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی ابن نمیض شام ہونے سے پہلے ہی قتل ہو گئے ابنِ نمیض نے شہادت سے پہلے پرچم رفاعہ کو دے دیا۔

## رفاعہ کی کوفہ کی طرف مراجعت

جب شام ہو گئی تو جنگ رک گئی اور اہلِ شام لشکر گاہ کی طرف پلٹ گئے۔ رفاعہ نے اپنے لشکر کے زخمیوں کو غور سے دیکھا۔ جن کو دیکھا کہ اعانت کے محتاج ہیں۔ بس ان لوگوں کو ان کی قوم والوں کے حوالہ کر دیا، باقی سب کو ساتھ لے کر رات ہی

کو واپس روانہ ہو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے تینیز میں پہنچا، پھر خابور سے گذرا اور پار اترنے کے تمام ذریعوں کو قطع کرتا گیا۔

حصین بن نمیر نے صبح کو دریا فت کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ چلے گئے ہیں لیکن اس نے ان کے تعاقب میں کسی کو روانہ نہ کیا کیوں کہ رفاعہ کا واپس جانا ہی اہلِ شام کی فتح تھی۔

## عبد الملک بن مروان کو فتح کی اطلاع

ادہم باہلی نے جاکر عبد الملک بن مروان کو فتح کی مبارک باد دی، یہ خبر سن کر وہ منبر پر گیااور حمد وثناء باری تعالیٰ کے بعد کہا: کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رؤسائے عراق میں سے سلیمان بن صرد اور مسیب عبداللہ ازدی اور عبداللہ بن سعد کو قتل کیا اب ان لوگوں کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو دفع یا فتح کی قدرت رکھتا ہو۔ (تاریخ طبری جلد ۴ص ۳۴۴ حصہ اول)

## مختار ثقفی کا دعویٰ

علامہ طبری لکھتے ہیں:

جنگ الورہ کے بعد مختار ثقفی پندرہ دن خاموش رہا اس کے بعد اس نے اپنے اصحاب سے کہا:

ھذا کثر من عشر، ودون اشھر ثم یجیئکم بناء ھتر من طعن

**ونتر وضرب وقتل حم۔ وامرا جم فمن لھا انا لھا لا تکذبین اناھا۔**

یعنی اس غازی کے لیے دن گن رکھو، دس دن سے زیادہ مہینہ بھر سے کم اس کے بعد تم حیرت انگیز خبر سن لینا کہ اچانک برچھی چل گئی اور ایک وار نے ٹکڑے اڑا دیئے بہت لوگ قتل ہوئے، سنگسار ہو گئے، جانتے ہو یہ کا م کون کرے گا؟ میں کروں گا تم سے جھوٹ نہیں کہتا میں اس کام میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۴۴ حصہ اول)

مختار ثقفی کے یہ خیالات جب گورنر کوفہ عبد اللہ بن یزید اور بعض شرفائے کوفہ تک پہنچے۔ تو عبد اللہ بن یزید کے حکم پر مختار کو پکڑ کر قید کر دیا۔

## مختار ثقفی کا رفاع بن شداد کے نام خط

رفاعہ جنگ الورہ سے جب کو فہ واپس آیا تو مختار ثقفی نے قید خانہ سے ان کو خط لکھا:

میں ان لوگوں کا خیر مقدم کر تا ہوں کہ جب وہ واپس ہوئے تو اللہ نے ان کو اجرِ عظیم دیا۔ پلٹ آئے تو اللہ ان سے خوش ہوا، مختار کے قید ہو نے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ لوگوں نے اس کی باتوں کا ذکر عبد اللہ بن یزید گورنر کوفہ اور ابراہیم بن محمد کے

سامنے کیا وہ دونوں شخص ایک جماعت کو ساتھ لے کر مختار کے پاس آئے اور اسے گرفتار کرلیا۔(تاریخ طبری جلد ۴ حصہ اول ص ۳۴۵)

مختار ثقفی نے قید خانہ سے عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس یہ خط بھیجا جس میں لکھا:

اما بعد! مجھے بلا وجہ قید کر دیا گیا ہے، والیوں نے جھوٹے الزام مجھ پر لگائے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر ان دونوں کے درمیان ایک خط لکھ دیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے ان کے پنجے سے مجھے رہائی دے۔ و السلام علیک۔

## حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی سفارش

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر کوفہ عبد اللہ بن یزید اور خراج کے افسر ابراہیم کو لکھا:

اما بعد! تم کو معلوم ہے کہ مختار بن ابی عبید میرے سسرالی رشتہ دار ہیں اور میرے تم دونوں سے جو دوستانہ مراسم ہیں، ان سے بھی تم واقف ہو۔ اس لیے میں تم کو اپنی اس دوستی کے حق کی قسم دے کر لکھتا ہوں کہ میرے اس خط کو دیکھتے ہی تم مختار کو چھوڑ دو۔ و السلام علیکم و رحمۃ اللہ [1]

1 امختار ثقفی کے والد ابو عبید ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور حضرت فاروقِ اعظم عمر بن خطاب

## مختار ثقفی کی رہائی

جب عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کے پاس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا، انہوں نے کہا کہ تم اپنے ضامن پیش کردو۔ اس کے بہت سے طرف دار اس غرض سے اس کے پاس آئے۔

عبد اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے مختار کو بلایا اور اس سے کہا کہ اللہ کی قسم اٹھاؤ کہ جب تک ہم دونوں برسرِ اقتدار ہیں تم ہمارے خلاف سازش یا بغاوت نہیں کروگے۔ اگر تم اس عہد کی خلاف ورزی کروگے تو تم کو ایک ہزار جانور کفارہ یمین کے لیے کعبہ کے دروازے پر ذبح کرنے پڑیں گے اور تمہارے تمام لونڈی غلام آزاد ہو جائیں گے، مختار نے یہ قسم کھالی، اس کو رہائی مل گئی اور وہ اپنے گھر آگیا۔[1]

## مختار ثقفی کی حمایت میں اضافہ

قید سے رہائی کے بعد جب مختار نے اپنے مکان میں سکونت اختیار کی تو کوفی شیعہ اس کے پاس آئے اور سب نے اسے امیر

---

رضی اللہ عنہ کے لشکر کے کمانڈر رہے تھے، جو عہدِ فاروقی میں ہی ایک جہاد کے دوران شہید ہوئے تھے۔ مختار ثقفی ان کا بیٹا تھا، مختار ثقفی کی ایک بہن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھی، جو کہ بہت عابدہ زاہدہ تھی۔

[1] تاریخ طبری جلد۴ حصہ اول ص۳۶۳

بنالیاجس وقت وہ قید میں تھا اس وقت بھی یہ پانچ آدمی اس کے لیے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔

(۱) سائب بن مالک الاشعری (۲) یزید بن انس

(۳) احمد بن شمیط (۴) رفاعہ بن شدادانفیتانی

(۵) عبداللہ بن شدادالجشمی

روز بروز اس کے طرف داروں میں اضافہ اوراس کی تحریک کو قوت پہنچ رہی تھی۔

## عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کا امارت کوفہ پر تقرر

حافظ عبدالوحید الحنفی

اس اثناء میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفہ کے اقتدار سے علیحدہ کرکے ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

۲۵ رمضان المبارک بروز جمعرات ۶۵ھ کو عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کو فہ میں آئے انہوں نے عبد اللہ بن یزید سے کہاکہ اگر تم پسند کرو تو یہاں میرے پاس رہو اور چاہو تو امیر المؤمنین عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس مکہ چلے جاؤ۔

## ابنِ مطیع رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں خطاب

حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے حمد وثناء کے بعد کہا:

امیر المومنین حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے شہر اور علاقہ کا حاکم مقرر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ مال گذار جو صول کروں اور یہاں کے اخراجات کے بعد جو روپیہ فاضل ہو جائے وہ تمہاری مرضی کے بغیر کسی جگہ منتقل نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی وفات کے وقت یہی وصیت کی تھی اور اسی پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی عمل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صراطِ مستقیم پر چلتے رہو، اختلاف پیدا نہ کرو، احمقوں کے ہاتھوں میں اپنے آپ کو نہ دو اگر تم نے میرے کہنے کو نہ مانا تو پھر مجھے موردِ الزام نہ بنانا بلکہ اپنے آپ کو ہی بُرا بھلا کہنا ایسی صورت میں بخدا میں مجرم کو سخت سزا دوں گا اور مشتبہ اشخاص کو سیدھا کروں گا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## مختار ثقفی کون تھا؟

(۱) مختار ثقفی وہی ہے جس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ پر ساباط میں برچھی کا وار کیا تھا۔ جس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو وہاں سے مدائن کے قصر البیض میں لوگ لے گئے تھے۔ آپ کی نسبت مختار ثقفی نے جو خیال ظاہر کیا تھا۔ اس پر لوگ بہت ناراض تھے۔ اور مختار ثقفی کو اچھا نہیں جانتے تھے۔

(۲) جب حضرت حسینؓ نے مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا تو یہ مختار ثقفی کے گھر میں اترے تھے۔ مختار نے اور سب اہلِ کوفہ نے مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی جماعت میں شامل ہو کر بیعت کی۔ ان کے ساتھ خیر خواہوں کی طرح پیش آیا۔ جو لوگ اس کے کہنے میں تھے ان کو مسلم بن عقیل کی طرف دعوت دی۔ جب مسلم بن عقیلؓ نے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا تو مختار کوفہ کے قریب اپنے گاؤں میں تھا۔ جسے لقفا کہتے تھے۔ ظہر کے وقت اس کو مسلم بن عقیلؓ کے خروج کی خبر پہنچی۔ مختار یہ سن کر اپنے حوالی ساتھ لے کر چلا۔ مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچا۔ ادھر ابن زیاد نے عرو بن حریث کو لوگوں کا رئیس بنا کر ایک علم دیا تھا۔

مختار ثقفی نے یہ دیکھ کر اپنی رائے بدل دی اور مسلم بن عقیلؓ کی نصرت کے بجائے الگ ہوگیا۔ پھر ابن زیاد نے مختار کو گرفتار کر لیا۔ اور بعد میں سفارش سے رہائی ہوئی۔

(۳) مختار پھر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں پہنچا اور مکہ میں جا کر ان سے بیعت کرلی۔ اور ان کے ساتھ رہنے لگا۔

حصین بن نمیر نے جب شام سے آکر مکہ کا حصار کیا تو مختار بھی اس معرکہ میں شریک تھا۔ اور سب کے ساتھ اس نے بھی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میدانِ کارزار میں ثابت قدمی اور دلیری ظاہر کی۔ جب یہ نوبت پہنچی کہ منذر بن زبیرؓ، مسور بن مخرمہ، مصعب بن عبد الرحمٰن بن عوفؓ شہید ہوگئے تو مختار نے پکار پکار کر کہا۔ اے اہلِ شام! میری طرف آؤ، میں ابو عبیدؓ کا بیٹا ہوں۔ میں کرار غیر فرار زندہ ہوں۔ میرے باپ دادا معرکہ میں دھنس جاتے تھے۔ کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ غرض اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ پھر ابنِ زبیرؓ کے ساتھ ہی اس حصار میں یہ بھی تھا۔ جب کہ خانہ کعبہ میں جنگ کے دوران ۳ ربیع الاول ۶۴ ھ کو خانہ کعبہ میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۳۲۲)

## مختار ثقفی کی ابنِ زبیرؓ کی حمایت میں شامیوں سے جنگ

اسی دن کا ذکر ہے کہ تین سو سپاہیوں کی ایک فوج لے کر مختار نے شامیوں سے ایسی جنگ کی کہ دوسرے کی مجال نہیں۔ لڑتے لڑتے تھک جاتا تھا تو ذرا بیٹھ جاتا تھا اور اس کے سپاہی اسے گھیر کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دم لیتا پھر اٹھتا اور لڑنا شروع کر دیتا۔ شامیوں کے حصہ پر جس صف پر حملہ کرتا اس کی شمشیر زنی سے سب پسپا ہو جاتے۔

عباس بن سہیل بیان کرتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مطیعؓ اور مختار ثقفی اور میں اہلِ شام سے قتال کر رہے تھے، ہم تینوں

میں مختار بڑھ بڑھ کر جانبازی و جانفشانی کر رہا تھا۔

اہل شام کو جب یزید کے انتقال کی خبر پہنچی۔ اس سے ایک دن پہلے بڑے کشت و خون کی جنگ کا یہ معرکہ ہوا تھا۔

اہلِ شام کو یہ امید تھی کہ وہ ہم پر فتح یاب ہوں گے اور مکہ کی تمام راہیں ہم لوگوں پر وہ بند کر چکے تھے۔ ابنِ زبیرؓ نے نکل کر لوگوں سے مرنے مارنے کی بیعت لی تھی۔ اور بہت لوگ اسی شرط پر بیعت کر چکے تھے، ایک جماعت کو ساتھ لیے ہوئے ایک طرف اہلِ شام سے مختار ثقفی قتال کر رہا تھا۔ ایک جانب حضرت عبد اللہ بن مطیعؓ لڑ رہے تھے۔

یزید کے انتقال تک مختار ثقفی، ابنِ زبیرؓ کے ساتھ رہا۔ جب لشکر شام نے حصار ختم کیا۔ اہلِ شام تو شام کی طرف واپس ہوئے تو اہلِ کوفہ نے عامر بن مسعود کو امیر بنا لیا۔ جس نے اہلِ کوفہ کے ساتھ ابنِ زبیرؓ کی خلافت تسلیم کرتے ہوئے ان کی بیعت کر لی۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۳۲۳)

## محمد بن حنفیہؒ کی تائید

سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا کہ ہم کو خروج کر لینے سے پیشتر یہ تحقیق کر لینی چاہیے کہ آیا محمد بن حنفیہؒ

نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لیے بنایا ہے یا نہیں؟اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہؒ کی طرف سے بیعت لینے کے لیےمامور ہےتو ہم کو بِلا تکلُّف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیےاور اگر محمد بن حنفیہؒ نےمامور نہیں کیا ہےاور اس نے ہم کو دھوکہ دینا چاہا ہے،تو پھر ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔

چنانچہ اسی وقت سعد بن ابی سعد نے تین چار آدمیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہؒ سے دریافت کیاتو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے مختار کو خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔یہ سن کر سعد بن ابی سعد معہ ہمراہیوں کےکوفہ میں آیااور سب کو یہ حال سنایا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے،مختار کو جب معلوم ہواکہ میری بات کی تصدیق ہو گئی ہےتو وہ بہت خوش ہواکہ لوگوں کا شک بھی دور ہو گیا ہے،مختار نےکہا ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیےابرہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤساء میں شمار ہوتا ہے ضرور شامل کرلینا چاہیے۔

چنانچہ مختار کے مریدوں میں سے عامر بن شرجیل فوراً ابراہیم بن مالک کےپاس گیا اور کہا کہ تمہارےباپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے، کہ خونِ حسین رضی اللہ عنہ کا انتقام لیں۔ چنانچہ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے۔ تم کو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے۔

## مختار ثقفی اور ابراہیم بن مالک کا معاہدہ

ابراہیم نے کہا میں اس شرط پر تم لوگوں میں شریک ہو سکتا ہوں کہ مجھ کو امیر بنایا جائے۔ عامر نے کہا محمد بن حنفیہؒ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انہوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، لہٰذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا۔ عامر نے واپس آکر یہ حال مختار کو سنایا۔ مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو لے کر خود ابراہیم بن مالک کے مکان پر پہنچا، اس وقت ابراہیم مصلّے پر بیٹھا تھا۔ مختار نے جاتے ہی کہا کہ تمہارا اباپ شیعانِ علی میں بہت نامور شخص تھا، ہم تجھ کو بھی اپنی جماعت میں سمجھتے ہیں۔ امام مہدی محمد بن حنفیہؒ نے مجھ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے تجھ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا۔ ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی۔ ابراہیم فوراً مصلّے سے اٹھا اور مختار کو اپنی جگہ بٹھا

کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا۔
اگلے روز ۱۴ ربیع الاول سنہ۔۶۶ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس وقت ہم خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو ابراہیم کے پاس آدھی رات تک اس کی جماعت کے لوگ آکر جمع ہوئے۔

## مختار ثقفی کی کوفہ میں بغاوت

ایاس بن مضارب کو جاسوسوں نے یہ خبر پہنچا دی تھی کہ آج شب کو بغاوت پھوٹنے والی ہے۔اس نے عبد اللہ بن مطیعؓ کو اطلاع دی۔ عبد اللہ بن مطیعؓ نے تدبیر پوچھی تو اس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں، ہر محلہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کردیا جائے کہ جب اس محلہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کردے۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں۔
اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا تو راستے میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا۔ طرفین کے ایک دوسرے پر حملے ہوئے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے ہاتھ

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

سے مارا گیا۔ ادھر مختار کے مکان پر بھی چار ہزار آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ وہاں سرکاری فوج کے دوسرے دستے سے جنگ چھڑ گئی۔ ادھر سے ابراہیم لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا۔ ادھر ہر محلے کی فوجیں آگئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا۔ ادھر سے عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ اور تازہ فوج لے کر آگئے۔ کبھی ابراہیم مختار کو دھکیل کر دارالامارہ میں داخل کر دیتے، کبھی عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ ان کو پیچھے ہٹاتے ہوئے کوفہ سے باہر نکال دیتے۔

رات بھر یہ لڑائی جاری رہی، جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا، مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی، یعنی لوگ آآکر شامل ہوتے رہے۔ باالآخر عبد اللہ بن مطیعؓ کو دارالامارہ میں محصور ہو نا پڑا۔ مختار نے تین روز تک دارالامارہ کا محاصرہ جاری رکھا، چوں کہ اندر آدمی زیادہ تھے، جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا۔

کوفہ کے گورنر عبد اللہ بن مطیعؓ نے جب دیکھا کہ لوگ مختار کے ساتھ مل گئے اور قصر کوفہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ تین دن کے محاصرہ کے گذرنے پر ابنِ مطیعؓ نے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

شبث نے کہا: آپ مختار سے اپنے اور ہمارے لیے امان حاصل کیجئے اور خود کو اور اپنے طرف داروں کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ ابنِ مطیعؒ نے کہا: ایسی صورت میں کہ امیر المومنین عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت تمام حجاز ار بصرے میں مضبوطی سے قائم ہے۔ خود اس سے امان طلب نہیں کرنا چاہتا۔ شبث نے کہا: پھر بہتر ہے کہ آپ خفیہ طور سے قصر امارت سے نکل کر شہر میں کسی ایسے شخص کے پاس جس پر آپ کو پورا اعتماد ہو جا کر قیام کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ آپ کی سکونت کا مختار ثقفی کو علم نہ ہو۔ اور پھر آپ امیر المومنین عبد اللہ بن زبیرؓ کے پاس چلے جائیں۔

مشاورت کے بعد عبد اللہ بن مطیعؒ نے قصر کوفہ سے نکل جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو شبث نے کہا: اللہ امیر کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ نے ہمارے مال و متاع کو محفوظ کر دیا۔ ہمارے اشراف کی عزت افزائی کی۔ اپنے آقا عبد اللہ بن زبیرؓ کی خیر خواہی کی۔ اپنے فرائض کو بخوبی انجام دیا بغیر آپ کی اجازت کے ہم بھی کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ عبد اللہ بن مطیعؒ نے قصر کوفہ چھوڑ دیا اور ابو موسیٰؓ کے مکان پر چلے آئے۔ ان کے جانے کے بعد وہاں موجود احباب نے ابن الاشتر سے کہا کہ ہمیں امان دیجیے۔ ابن الاشتر نے سب کو امان دے دی۔ انہوں نے

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

قصر کوفہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور قصر سے باہر آکر مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

## مختار ثقفی کا اہلِ کوفہ سے خطاب اور اس کی بیعت

(۴) ابن الاشتر راوی ہے کہ مختار قصر میں داخل ہوا۔ شب بسر کی، صبح کے وقت تمام عمائد شہر مسجد الظم اور قصر امارات کے دروازے پر جمع ہوئے۔ مختار نے قصر سے نکل کر بر سر منبر تقریر کی اور پھر کہا کہ میری بیعت کرو، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اہلِ بیت کے خون کا بدلہ لینے، ظالموں سے لڑنے اور کمزوروں کی حفاظت کے لیے۔ جو شخص ان باتوں کو تسلیم کرلیتا، مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## مختار ثقفی کا ابنِ مطیعؒ سے حسنِ سلوک

ابنِ کامل نے مختار سے آکر کہا کہ ابنِ مطیعؒ ابو موسیٰ کے گھر مقیم ہیں۔ اس نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابنِ مالک نے تین مرتبہ کہا۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مختار ثقفی اور ابنِ مطیعؒ اس ہنگامہ سے پہلے باہم مخلص دوست تھے۔ مختار نے ان کو پیغام بھیجا کہ مجھے آپ کی جائے سکونت معلوم ہے۔ عبد اللہ بن مطیعؒ مکہ روانہ ہوگئے۔

مختار نے دار الامارہ اور بیت المال پر قبضہ کرکے بہت سارا

روپیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا، جامع مسجد کوفہ میں اہلِ کوفہ جمع ہوئے، مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہؒ کی بیعت وامامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اہلِ کوفہ نے کتاب وسنت کی پیروی اور اہلِ بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا۔

## حضرت عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

حضرت عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ بن اسود بن حارثہ قریشی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، جب پیدا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تحنیک کی تھی یعنی اپنی گود میں لے کر دعا دی اور اپنے دہن مبارک سے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی۔

☆ جب اہلِ مدینہ نے زمانہ یزید بن معاویہؒ میں بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دیا اور یزید کی بیعت توڑ دی تو یہ عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ مدینہ میں قریش کے ایک سردار تھے۔ اور عبد اللہ بن حنظلہ مدینہ میں انصار کے سردار تھے۔

☆ جب واقعہ حرہ میں اہلِ شام کو مدینہ پر غلبہ حاصل ہو گیا تو یہ عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ بچ کر مکہ میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ اور ان کے پہلے محاصرہ میں شریک تھے جب کہ ان لوگوں کا اہلِ شام نے واقعہ حرہ میں محاصرہ کر لیا تھا اور یہ عبد

اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ انہیں کے پاس رہے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا آپ کے دور میں جب مختار ثقفی نے کوفیوں کی سازش سے کوفہ پر قبضہ کرلیا اور دارالامارہ کو محاصرہ میں لے لیا تو عبداللہ بن مطیعؓ بچ کر محاصرہ سے نکل گئے اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچ گئے، یہاں تک کہ جب حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن زبیرؓ کا مکہ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں محاصرہ کرلیا گیا اس وقت بھی عبداللہ بن مطیعؓ نے حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر مقابلہ کیا اوران کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عبد اللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے بہادر اور مضبوط لوگوں میں تھے۔ آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کی ہے۔(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مؤلفہ ابن اثیر جزری جلد دوم ص۳۲۸)

## مال غنیمت کی تقسیم

مختار ثقفی کو کوفہ کے خزانے سے نو کروڑ درہم ملے۔ اس میں سے اس نے ان لوگوں کو جو ابنِ مطیعؓ کے قصر میں محصور کرتے وقت ان کے ہمراہ تھے اور جن کی تعداد تین ہزار آٹھ سو تھی۔ پانچ سو درہم فی کس دیے اور جو لوگ قصر کو محصور کرنے کے

بعد اس کے علم کے نیچے آئے اور محاصرہ کی تینوں راتوں میں برابر ساتھ رہے۔ انہیں دو دو سو درہم دیے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔(تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۳۸۴)

## قاتلین حسینؓ کا انجام

مختار کے دورِ امارت کوفہ میں قاتلینِ حسینؓ انجام کو پہنچے۔

### شمر ذی الجوشن کا قتل

مختار نے اپنے غلام ذابی کو شمر ذی الجوشن کی تلاش میں بھیجا۔ اس نے اس کا تعاقب کیا۔ غلام نے شمر پر حملہ کیا۔ پہلے تو شمر اس کے وار کو بچانے کے لیے گھوڑے کو کداتا رہا۔ جب ذابی اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا۔ شمر نے ایک ہی وار میں اس کی کمر توڑ دی۔ جب یہ مختار کے سامنے لایا گیا۔ اور اس واقعہ کی اطلاع اسے دی گئی اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ لیتا تو اسے کبھی شمر پر حملہ آور ہونے کا حکم نہ دیتا۔

ذابی کو قتل کر کے شمر ذی الجوشن سانیدی پہنچا۔ یہاں سے روانہ ہو کر کلتاخبہ نامی گاؤں کے پہلو جو دریا کے کنارے واقع تھا۔ ایک ٹیلہ کے پہلو میں فروکش ہوا۔ مخبری ہونے پر رات کو اس مقام پر تعاقب کرنے والے پہنچ گئے۔ وہ سویا ہوا تھا، سب اس پر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ٹوٹ پڑے، یہ اس وقت ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ یہ تھوڑی دیر تک نیزے سے وار کرتا رہا پھر نیزہ چھوڑ کر اپنی جھونپڑی میں گیا اور تلوار لے کر ان پر حملہ آور ہوا۔ اسے ذرہ یا کپڑے پہننے کا موقع ان لوگوں نے نہیں دیا۔ اور شمر ذی الجوشن کو قتل کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۴۰۱)

## عبد اللہ بن اسید کا قتل

مالک بن اعین الجہنی راوی ہے کہ عبد اللہ بن دیاس جس نے محمد بن عمار بن یاسرؓ کو قتل کیا تھا، اس نے قاتلانِ حسینؓ میں سے مختار کو چند آدمیوں کے نام بتا دیے۔ جن میں عبد اللہ بن اسید بن النزل ازحرقہ، مالک بن المیز البدی اور حمل بن مالک المحاربی تھے۔ مختار نے ان کو گرفتار کر کے اپنے پاس طلب کیا اور ان سے کہا: اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب اور آلِ رسول حسینؓ بن علی کے دشمن کہاں ہیں؟ میرے پاس انہیں لاؤ۔

مختار نے مالک بن المیز بدی سے کہا تم نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤ قطع کر کے چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ یہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر جان دے دے۔ چناں چہ اس حکم پر عمل کیا گیا۔

جو دو اور تھے ان میں سے عبد اللہ الجہنی کو عبد اللہ بن کامل

نے قتل کر دیا اور حمل بن مالک المحاربی کو سعد بن ابی سعد الحنفی نے قتل کیا۔(تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص۴۰۳)

## زید بن مالک اور عمران بن خالد کا قتل

ابو سعید الصیقل راوی ہے کہ کئی قاتلانِ حسینؓ کا پتہ سعد الحنفی نے دیا۔ مختار نے گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب پیش کیے گئے تو زیاد بن مالک اور عمران بن خالد کے بارے میں مختار نے کہا سر بازار انہیں قتل کر دیا جائے۔ اس حکم کے مطابق وہ قتل کر دیے گئے۔(طبری ج۴۔ حصہ اول ص۴۰۴)

## عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا قتل

مختار نے پہلے عمرو بن سعد کو امان نامہ دیا تھا جس کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وعدہ امان مختار بن ابی عبیدؓ کی جانت سے عمرو بن سعد بن ابی وقاصؓ کے لیے لکھا جاتا ہے۔ تمہاری جان تمہارے مال اعز و اقرباء اور اولاد کو امان دی جاتی ہے۔ تمہارے سابقہ اعمال کا تم سے اس وقت تک کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ جب تک تم ہمارے احکام کی اطاعت کرو گے۔ ہمارے فرماں بردار رہو گے، اپنے مکان اپنے خاندان اپنے شہر میں قیام رکھو گے۔ شیعانِ اہلِ بیت اور

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ہماری فوج وغیرہ سب کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ عمرو بن سعد کے ساتھ کوئی برائی نہ کریں۔"

سائب بن مالک، احد بن شمیط، عبد اللہ بن شداد اور عبد اللہ بن کامل اس عہد پر گواہ ہیں۔ نیز مختار نے اللہ کے سامنے یہ عہد واثق کیا کہ وہ اس امان کو عمرو بن سعد کے لیے ایفا کرے گا۔ نیز اس نے کہا کہ میں اللہ کو اس عہد پر شاہد کرتا ہوں اور اسی کی شہادت بالکل کافی ہے۔

## عمرو بن سعد کا قتل

ایک دن مختار نے اپنے ہم جلیسوں سے کہا کل میں ایسے شخص کو قتل کروں گا جس کے پاؤں بڑے، جس کی آنکھیں گڑی ہوئی اور بھنویں ابھری ہوئی ہیں۔ اس کے قتل سے تمام مومن اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے۔

ہشیم بن الاسود الحنفی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس کا تذکرہ اپنے بیٹے عریان سے کیا اور کہا کہ عمرو بن سعد کو اس کی اطلاع کر دو کہ مختار تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

مختار نے ابو عمرہ کو عمرو بن سعد کے بلانے کے لیے بھیجا۔ ابو عمرو اس کے پاس آیا اور کہا کہ امیر مختار نے تم کو بلایا ہے۔ چلو! عمرو بن سعد اٹھا۔ اس کا پاؤں اس کے جبہ سے الجھا اور یہ گر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

پڑا۔ ابو عمرہ نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں رکھ کر مختار کے پاس لے آیا اور اسے مختار کے سامنے ڈال دیا۔

## حفص بن عمرو بن سعد کا قتل

مختار نے عمرو بن سعد کے بیٹے حفص بن عمرو بن سعد سے جو اس وقت اس کے پاس بیٹھا تھا، پوچھا جانتے ہو، یہ کون ہے۔ اس نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن" پڑھا اور کہا ہاں! اب ان کے بعد زندگی کا مزا نہیں۔ مختار نے کہا، تم نے سچ کہا اور تم زندہ بھی نہ رہو گے۔ مختار نے اسے بھی قتل کرا دیا۔ اور اس کا سر بھی اس کے باپ کے سر کے پاس رکھ دیا گیا۔ مختار کہنے لگا۔ یہ حسینؓ کے عوض اور یہ علی بن حسینؓ کے عوض ہیں۔ اگرچہ برابر نہیں ہوسکتے بخدا اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کردوں تب بھی یہ ان انگلیوں کا معاوضہ نہیں ہوسکتے۔

## بصرہ میں بغاوت کی ناکامی

جس زمانہ میں سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کے ہمراہی ہزیمت خوردہ کوفہ میں آئے تھے انہیں میں مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں اس سے ملنے گئے تھے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور مختار نے اس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جا کر شیعانِ علی سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ، جس وقت میں کوفہ میں خروج کروں گا، تم بصرہ میں خروج کرنا۔ اس نے لوگوں سے خفیہ بیعت لینا شروع کی۔ ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی۔ اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا لیکن بصرہ میں اس وقت حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے حرث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا۔ حرث بن ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلہ میں گھیر کر محصور کرلیا، پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے۔ اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت سے نکل گیا۔

## کوفہ میں مختار کا تسلط اور قتل وقتال

کوفہ میں مختار نے اپنا تسلط قائم کر کے شرفائے کوفہ کو اپنا مصاحب بنایا اور دوسرے بلادِ اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لیے چند

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جھنڈے بنائے۔ ایک علم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر اوینیا کی طرف بھیجا۔ ایک علم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان کی طرف روانہ کیا، ایک علم عبد الرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طر ف رخصت کیا۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن کا علم اور سعد بن خذیفہ الیمان کو حلوان کا علم سپرد کیا۔ عبد اللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا، بعد میں شریح کو معزول کر کے عبد اللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔

ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگو ں نے مختار کی حکومت تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ صرف موصل پر عبد الرحمٰن سعید کو کوئی قابو نہ ملا کیوں کہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبد الرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جاکر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلا ع دی۔ مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کے سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کو موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی ۹ ذی الحجہ سنہ ۶۶ھ کو ہوئی۔ ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا۔ جس کو عبید اللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لیے روانہ کیا تھا عبد اللہ نے منہزمین کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور اگلے دن ۱۰ ذی الحجہ بروز عید الاضحیٰ کوفی لشکر پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی۔ کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل کئے گئے۔

اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہو گیا اور مرتے وقت ورقاء بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا۔ اگلے روز ورقہ بن عازب کے جاسوس نے آکر خبر دی کہ عبید اللہ بن زیاد خود مقابلے پر آنے والا ہے۔ ورقاء نے عبید اللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر آکر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی لہٰذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں۔

اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقاء کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست یافتوں کا طرزِ عمل کیوں اختیار کیا؟ مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقاء کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کر لینا۔

ابراہیم کے رخصت ہونے کے بعد اہلِ کوفہ نے شیث بن ربعی کے پاس آکر شکایت کی کہ مختار ہماری پوری پوری قدر دانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے شیث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کر لوں اور دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے، شیث جب مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا میں ہر ایک کام اہلِ کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مالِ غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنو امیہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑیں گے، یہاں تک کہ دونوں کی طاقتوں کو نابود کر دیں۔

شیث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہلِ کوفہ سے دریافت کر لوں، شیث بن ربعی مختار کے پاس سے اٹھ کر آیا۔ کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت سے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے وہ اس کے عقیدہ و ہم خیال تھے، ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی رعائتیں کرتا تھا۔ کچھ ایسے تھے جنہوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعتِ اطاعت کی تھی۔ وہ اس کے ہم خیال اور خونِ حسین رضی اللہ عنہ کے مطالبے میں ہم نوا نہ تھے، انہیں کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مختار سے شکایات تھیں۔

چنانچہ شیث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دار الامارہ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیوں کہ تم محمد بن حنفیہ کے نائب اور خلیفہ نہیں ہو۔ مختار نے اس وقت بڑی چالاکی اور دور اندیشی سے کام لیا، لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے تم سب کو خونِ حسین رضی اللہ عنہ بھی معاف کردیا، ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔ اس وقت بنو امیہ کا مقابلہ در پیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ وفساد برپا نہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہو گا، جاؤ سوچو اور خوب غور کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہو وہ تمہارے لیے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

## مختار کے حامی قاتلانِ حسن رضی اللہ عنہ کا انجام

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کرلیا اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ ان کا مدعا یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دور چلا جائے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ ادھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کرلیا تھا۔ لہٰذا اس نے

حافظ عبدالوحید الحنفی

فوراً ایک تیز رفتا رسانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفہ میں واپس پہنچاؤ اور خود دار الامارہ میں دفاع مضبوط کر کے بیٹھ گیا۔

لوگوں نے اگلے روز دارالامارہ کا محاصرہ کرلیا۔ تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں معہ اپنی فوج کے داخل ہوا اور ان لوگوں کو جو مختار کی مخالفت پر اٹھے تھے، قتل کرنا شروع کیا، غرض کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک دو یازیادہ آدمی قتل نہ کیے گئے ہوں، مختار نے ان لوگوں کو جمع کر کے ان تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کروائیں جو ابنِ زیاد کے لشکر میں قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے وقت موجود تھے یا جنھوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدانِ کربلا میں لیا تھا۔ عمر وبن سعد اور شمر ذی لجوشن بھی گرفتا رہو کر مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مختار سے امن حاصل کر لیا تھا لیکن مختار نے اپنے قول واقرار کا لحاظ نہ کر کے اس کا سر اتروا لیا۔ عمر وبن سعد کا لڑکا حفص بن عمرو مختار کی مصاجبت میں تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں آیا تو مختار نے حفص بن عمر و سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو، کس کا سر ہے؟ حفص نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لطف جاتا رہا، مختار نے اسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بھی کاٹ لو، چنانچہ حفص کا سر بھی اتار لیا گیا۔
غرض اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا، لوگ گھروں سے گرفتار ہو ہو کر آتے تھے اور قتل کئے جاتے تھے۔ عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے سر مختار نے محمد بن حنفیہؒ کے پاس مدینہ میں بھجوا دیئے تھے۔

## عبیدہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بابل کے میدان میں بروز عید الاضحیٰ ۶۶ھ کوفیوں کے مقابلے میں شامیوں کو شکست ہوئی تھی مگر کوفی سپہ سالار ابنِ زیاد کے آنے کی خبر سن کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس خبر کو سن کر مختار نے اپنے سپہ سالار اعظم ابراہیم بن مالک بن اشتر کو سات ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ لیکن راستے ہی سے ابراہیم کو کوفہ کی طرف واپس لوٹنا پڑا، کوفہ میں نہایت کثرت سے لوگ قتل کیے گئے اور شیعانِ علی کی مخالف جماعت یا شیعانِ علی کے سوا جو لوگ تھے ان کو اچھی طرح کچل دیا گیا۔ جس سے آئندہ کے لیے اس قسم کے خطرے کا سدباب ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ۲۲ ذی الحجہ ۶۶ھ کو مختار نے کوفہ سے ابراہیم بن مالک کو پھر اسی مہم پر ابنِ زیاد کے مقابلے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس مرتبہ چوں کہ کوفہ کی بغاوت کا کوئی خطرہ قطعاً باقی نہ رہا تھا اور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لوگ بہت زیادہ خائف ہو چکے تھے۔ لہٰذا ابراہیم کے ساتھ تمام بڑے بڑے سرداراور بہادر لوگ بھیج دیئے گئے، ساتھ ہی وہ تابوت بھی بھیجا گیا جس میں وہ کرسی رکھی تھی اس تابوت کے بھیجنے سے مدعا یہ تھا کہ فوج کو پہلے ہی سے فتح کا یقین ہو جائے۔

ابراہیم بن مالک نہایت تیزی سے سرحد عراق کو عبور کر کے حدودِ موصل میں داخل ہوا جہاں عبیداللہ بن زیاد عبد الملک بن مروان کی طرف سے بطور گورنر مامور تھا۔ عبید اللہ بن زیاد اس لشکر کے آنے کی خبر سن کر موصل روانہ ہوا اور نہر خارز کے متصل دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔

حافظ عبدالوحید الحنفی

## ابن زیاد کا قتل

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نواسہ صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت ہی میں ۱۰ محرم ٦٧ ھ میں ابراہیم بن الاشتر اور ابن زیاد کے درمیان دریائے خازر پر موضع بارشیا کے پہلو میں جنگ ہوئی۔
ابراہیم بن الاشتر نے فوجی دستوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اے دین کے مددگارو! اے حق و صداقت کے ساتھیو! اور اے اللہ کے سپاہیو! یہ عبید اللہ بن مرجانی حضرت حسینؓ ابن علیؓ اور ابنِ فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا قاتل ہے۔ جو حسینؓ اور اس کی

صاحبزادیوں، عورتوں اور ان کے مددگاروں کے درمیان حائل ہو گیا اور انہیں نصرت کو نہیں آنے دیا۔ باوجودیکہ دریائے فرات انہیں نظر آرہا تھا مگر اس سے پانی تک حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں پر بند کر دیا۔

وہ اپنے چچیرے بھائی یزید کے پاس صلح کرنے کی غرض سے جانا چاہتے تھے۔ مگر اس نے اس سے بھی آپ کو باز رکھا۔ آپ اللہ کی زمین میں کسی طرف چلے جانا چاہتے تھے۔ مگر اس نے اس سے بھی آپ کو روک دیا۔ اور آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو شہید کر ڈالا۔ ابن مرجانہ نے اہلِ بیت کے ساتھ بد سلوکی کی جو کہ بالکل پاک اور بے گناہ تھے۔

اب اللہ نے تمہیں اور اسے میدان میں ایسی جگہ جمع کیا ہے کہ تمہارے کلیجے تمہارے ہاتھوں اس کے خون بہنے سے ٹھنڈے ہوں۔ کیوں کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کی حمایت میں جہاد کے لیے نکلے ہو۔"

ابراہیم بن اشتر نے اس طرح میمنہ اور میسرہ اور تمام فوج کا چکر لگایا اور لوگوں کو جہاد اور مارنے مرنے پر ترغیب دی۔ پھر واپس آکر اپنے جھنڈے کے نیچے گھوڑے سے اترا۔[1]

---

[1] تاریخ طبری حصہ دوم ج۴ ص ۳۲

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## آغازِ جنگ، قتل شہدائے کربلا کا انتقام

اب فوج ابن زیاد کی طرف بڑھی۔ عبید اللہ بن زیاد کے پاس اس روز ایک ایسی تلوار تھی، جس چیز پر پڑتی اس پر کچھ اثر نہ کرتی۔ اس کی فوج شکست کھا کر بھاگ نکلی۔ خود ابراہیم کہتے ہیں کہ دریائے خارزار کے کنارے ایک اکیلے جھنڈے کے نیچے میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق میں اور دونوں پاؤں مغرب کی طرف اڑ گئے تھے۔ لوگوں نے اس کی تلاش کی تو معلوم ہوا کہ یہی عبید اللہ بن زیاد تھا، جو مقتول پڑا ہوا تھا۔ ابراہیم نے اس کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے اس کے دونوں ہاتھ مشرق اور مغرب کی طرف علیحدہ علیحدہ پڑے ہوئے تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حصین بن نمیر کا قتل

جب دونوں فوجیں آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئیں تو انہوں نے اپنے ہمراہیوں سمیت ایسا شدید حملہ کیا کہ پرے کے پرے صاف کر ڈالے اور حصین بن نمیر تک جا پہنچے۔ غبار کا ایک طوفان اٹھا اور تلواروں کے گھٹا کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جب غبار ختم ہوا تو معلوم ہوا کہ

تغلبی و ابن زیاد مقتول پڑے ہیں۔

شریک بن جدیر التغلبی نے ابن زیاد کے دھوکے میں حصین بن نمیر المسکونی پر حملہ کیا اور وہ دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ شریک نے پکار کر کہا کہ ابن زیاد کو قتل کر ڈالو۔ اس طرح حصین بن نمیر قتل کر دیے گئے۔

شریک بن جدیر کو جب حضرت حسینؓ بن علیؓ کی شہادت کی خبر ملی تھی تو انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میرا بس چلا تو ابن زیاد کو قتل کر ڈالوں گا یا خود جان دے دوں گا۔

جب انہیں یہ خبر ملی کہ مختار ثقفی، حضرت حسینؓ کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو شریک بن جدیر تغلبی، مختار ثقفی کے پاس آئے۔ مختار ثقفی نے انہیں ابراہیم بن الاشتر کے ساتھ بنی ربیعہ کے رسالے پر سردار مقرر کر کے میدان جنگ میں روانہ کیا۔ شریک بن جدیر نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ میں نے اس کام کے لیے اللہ سے عہد کیا ہے۔ تو تین سو جوان مردوں نے ان کے ہاتھ پر آخر دم تک لڑنے کے لیے بیعت کر لی۔[1]

## ابن زیاد کا سر، علی بن حسینؓ کے پاس مدینہ میں

ابرہیم بن اشتر نے قتل کرنے کے بعد ابن زیاد اور حصین بن

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ دوم ص ۳۳

نمیر کے سر، مختار ثقفی کے پاس بھیج دیے۔ اس نے یہ سر، مکہ میں ابن زبیرؓ کے پاس بھیج دیے، پھر نواسہ صدیق اکبرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ نے ابن زیاد اور حصین بن نمیر کے سر مدینہ میں علی بن حسینؓ کے پاس بھیج دیے۔

اس طرح واقعہ کربلا کے اہم کردار ابن زیاد اور حصین بن نمیر اپنے انجام کو پہنچے۔ ابن عساکر نے ابو احمد الحاکم وغیرہ سے ایسے ہی بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ۱۰ محرم ۶۷ ھ میں ہوا۔[1]

## واقعہ کربلا کے وقت ابن زیاد کی عمر ۱۸ سال تھی

ابو الفضل بن وکین نے بیان کیا ہے کہ ابن زیاد نے جس وقت حضرت حسینؓ کو کربلا میں شہید کرایا۔ اس وقت ابن زیاد کی عمر ۱۸ سال تھی۔ اس لحاظ سے اس کی پیدائش ۴۳ ھ میں ہوئی ہو گی۔ (البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۵۲)

دوسری روایت میں ابن زیاد کی عمر ۲۴ سال تھی جب کہ وہ قتل کر دیا گیا۔ تیسری روایت میں ہے کہ اس کی پیدائش ۳۹ ھ میں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۵۲)

ایک اور روایت کے مطابق ابن زیاد کی عمر واقعہ کربلا کے وقت ۲۱ سال تھی اور قتل کے وقت ۲۸ سال تھی۔ واللہ اعلم

[1] البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۵۸

# ابن زیاد کی تمنا اور شہادت حسینؓ پر افسوس

بعض روایتوں میں اتنا مضمون ہے کہ ایک شب کا ذکر ہے کہ شام کے سفر میں ابن زیاد نے کہا کہ اونٹوں کی سواری سے میں اکتا گیا۔ میرے لیے کوئی گدھا کس دو۔

یساف لشکری نے گدھے پر جار جامہ ڈال دیا۔ یساف کہتا ہے کہ ابن زیاد اس پر سوار ہوا۔ دونوں پاؤں اس کے گویا زمین پر رگڑتے ہوئے جاتے تھے۔ میں نے ابنِ زیاد سے کہا: تم دل میں کیا کہہ رہے تھے۔ ابن زیاد نے کہا: تجھے اللہ کی قسم! ضرور بیان کرو۔ میں نے کہا: تم دل میں یہ کہہ رہے تھے، کاش! کہ حسینؓ کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا۔

ابنِ زیاد نے جواب میں کہا: حسینؓ کا نام جو تم نے لیا ہے، تو سنو! وہ مجھے قتل کرنے آرہے تھے۔ میں نے انہیں قتل کرنے کو بہتر سمجھا۔ کاش! جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے، نہ کیا ہوتا۔

سنو! واللہ! کلمہ اخلاص کے بعد کوئی عمل جس سے زیادہ تر قربت خدا حاصل ہو، میں نے نہیں کیا۔ سوا اس کے کہ جن لوگوں کو خوارج سے میں نے قتل کیا۔ میرے نزدیک وہ عمل خیر سب سے بڑھ کر ہے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۸۲)

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

## مختار ثقفی کا ابنِ زبیرؓ کے قتل کا منصوبہ

۶۷ ھ میں مختار نے ایک فوج مدینہ اس غرض سے روانہ کی کہ یہ دھوکہ سے ابنِ زبیرؓ کو قتل کر دے۔ حالاں کہ اس نے ابن زبیرؓ پر یہ ظاہر کیا تھا کہ میں اس فوج کو آپ کی امداد کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تاکہ آپ اس کی مدد سے اس فوج کا مقابلہ کریں جو عبد الملک امیر شام نے آپ کے مقابلہ پر بھیجی ہے۔ اور جو وادی القریٰ میں آکر فروکش تھی۔[1]

## مختار ثقفی کی ابن زبیرؓ سے اعانت طلبی

جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس کی حکومت مضبوطی سے قائم ہوگئی تو اب تک شیعہ سمجھتے تھے کہ یہ ابن الحنفیہ کے لیے دعوت دے رہا ہے۔ اور اس کا مقصد اہلِ بیت کے خون کا بدلہ لینا ہے۔ مگر اب اس نے ابن زبیرؓ سے چال چلی اور انہیں لکھا:

> "میں نے آپ کی خیر خواہی کی اور آپ کے دشمن کے مقابلہ میں جو کوشش کی اسے آپ جانتے ہیں۔ آپ نے خود ہی مجھ سے بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، بشرطیکہ آپ کی خیر خواہی میں کامیاب ثابت ہوں۔

---

[1] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۴۱۳

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

میں نے جو عہد کیا تھا، وہ پورا کیا مگر آپ نے وعدہ کا ایفا نہ کیا۔ اب جو کچھ میں نے کیا ہے آپ واقف ہیں۔ اگر آپ میرے ساتھ تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔"

اس خط کے لکھنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے اقتدار کے پوری طرح قائم ہونے تک وہ ابنِ زبیرؓ کو اپنی مخالفت سے باز رکھے۔ اس کارروائی سے اس نے شیعوں کو مطلقاً آگاہ نہیں کیا۔ اگر اتفاقیہ طور پر اس کے متعلق کوئی بات انہیں معلوم بھی ہوئی تو انہوں نے اسے باور کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ابنِ زبیرؓ کی جانب سے عمر بن عبد الرحمٰن عامل کوفہ

مختار ثقفی کے خط موصول ہونے پر ابنِ زبیرؓ نے چاہا کہ معلوم کریں کہ آیا مختار صلح چاہتا ہے یا لڑنا چاہتا ہے۔ اس غرض سے انہوں نے عمر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی کو بلا کر حکم دیا کہ تم کوفہ جاؤ۔ ہم نے تم کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے کہا: میں وہاں کیسے جاؤں؟ وہاں تو مختار ثقفی نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ابنِ زبیرؓ نے کہا: جاؤ وہ ہماری اطاعت و فرمانبرداری کا مدعی ہے۔ ابنِ زبیرؓ نے اسے اخراجاتِ سفر کے لیے تیس چالیس ہزار

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۴۱۳

درہم دیے۔ عمر بن عبد الرحمٰن کوفہ روانہ ہوا۔

مختار ثقفی کا جاسوس مکہ سے مختار کے پاس آیا۔ مختار نے دریافت کیا کہ ابنِ زبیرؓ نے عمر بن عبد الرحمٰن کو کس قدر رقم دی ہے۔ اس نے کہا کہ تیس اور چالیس ہزار کے درمیان۔

## زائد بن قدامہ اور عمر بن عبد الرحمٰن کی ملاقات

مختار ثقفی نے زائد بن قدامہ کو بلایا اور کہا کے اپنے ساتھ ستر ہزار درہم لے جاؤ، یہ رقم اس رقم سے دگنی ہے جو ابنِ زبیرؓ نے عمر بن عبد الرحمٰن کو کوفہ آنے کے لیے دی ہے۔ صحرا میں عمر سے جا کر ملو، مسافر بن سعید بن نمران الناعطی کو پانسو نیزہ باز شہسوار کے ساتھ جو خود اور زرہ سے مسلح ہوں اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ اور عمر سے کہہ دو کہ جس قدر روپیہ تم کو دیا گیا ہے، یہ اس سے دو چند موجود ہے ہم نہیں چاہتے کہ تمہارا نقصان ہو۔ اسے لے لو اور واپس چلے جاؤ۔ اگر وہ اتنا کہنے پر واپس چلا جائے تو ٹھیک ورنہ یہ لشکر اس کو دکھا دینا اور بتادینا کہ اس کے پیچھے اسی طرح کے لشکر کے سو دستے اور موجود ہیں۔

## عمر بن عبد الرحمٰن کی مراجعت

زائدہ یہ رقم اور لشکر لے کر عمر سے ملے۔ صحرا میں ملاقات کی اور کہا کہ یہ رقم لے لو، اور واپس چلے جاؤ۔ عمر بن عبد الرحمٰن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

نے کہا مجھے امیر المومنین ابنِ زبیرؓ نے کوفہ کا عامل مقرر کیا ہے۔ ان کے حکم کی بجا آوری ضروری ہے۔

عمر بن عبد الرحمٰن نے لشکر دیکھ کر کہا کہ اب میں مجبور ہوں۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ اب وہ مجھ پر کوئی الزام نہیں رکھ سکتے۔ اور عمر نے اپنا رخ بصرہ کا کیا، اور وہاں چلے گئے۔[1]

## عبد اللہ بن زبیرؓ کو مختار ثقفی کی اعانت فوج کی پیشکش

مختار ثقفی نے ابنِ زبیرؓ کو یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبد الملک بن مروان نے آپ سے لڑنے کے لیے ایک فوج بھیجی ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کی مدد کے لیے امدادی فوج بھیج دوں۔ ابنِ زبیرؓ نے اسے لکھا:

اگر تم میرے مطیع ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم میرے پاس فوج بھیجو اور وہاں میرے لیے بیعت لو۔ جب مجھے معلوم ہو جائے گا کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے، میں تمہاری اس بات کو سچ سمجھوں گا اور تمہارے علاقہ پر اپنی فوجیں روانہ نہیں کروں گا۔ جو فوج تم میری امداد کے لیے بھیجنا چاہتے ہو، اسے فوراً بھیج دو۔ اور اسے حکم دو کہ وادی

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ۴۱۴

القریٰ میں عبد الملک بن مروان کی فرستادہ فوج کے مقابلے پر جا کر لڑے۔ والسلام

## شرجیل بن درس الہمدانی کی روانگی

مختار ثقفی نے شرجیل بن دوس الہمدانی کو بلایا اور اسے تین ہزار فوج کے ہمراہ جن میں تعداد غالب حوالیوں کی تھی اور عرب صرف سات سو تھے، مدینہ جانے کا حکم دیا۔ اور ہدایت کی کہ مدینہ پہنچتے ہی اپنی آمد سے مجھے مطلع کریں۔ اس کے بعد میں آئندہ کے لیے تم کو ہدایت بھیجوں گا۔

مختار اصل میں یہ چاہتا تھا کہ جب یہ مدینہ پہنچ جائے تو اس فوج پر کسی اور شخص کو اپنی طرف سے سپہ سالار مقرر کر کے بھیج دے اور شرجیل کو مکہ جانے کا حکم دے تاکہ یہ وہاں جا کر ابنِ زبیرؓ کا محاصرہ کر کے ابنِ زبیرؓ سے لڑے۔

## مختار ثقفی کے بارے میں ابنِ زبیرؓ کا خدشہ

شرجیل کوفہ سے مدینہ روانہ ہوا۔ ادھر ابنِ زبیرؓ کو خوف ہوا کہ مبادا مختار نے میرے ساتھ کوئی فریب نہ کیا ہو۔ اس لیے انہوں نے عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار فوج دے کر مدینہ بھیج دیا۔ اور ہدایت کی کہ کوفہ سے آنے والے لشکر پر نظر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رکھے۔ اگر یہ ان کے مطیع و فرماں بردار ہوں تو خیر ورنہ ان سے بچ کر رہے۔ عباس نے یہاں آ کر دیکھا کہ ابن درس پانی پر پوری جنگی ترتیب کے ساتھ فروکش ہے۔ عباس نے عراقیوں کے قریب پہنچ کر انہیں سلام کیا اور ابنِ درس سے پوچھا: کیا تم ابنِ زبیرؓ کی اطاعت میں نہیں ہو۔ اس نے کہا: ہاں اطاعت میں ہوں۔

عباس نے کہا کہ وادی القریٰ میں ان کے دشمن فروکش ہیں۔ تم ہمارے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے چلو۔ ابن درس نے کہا: مجھے تمہارے احکام بجا لانے کی ہدایت نہیں دی گئی۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ مدینہ پہنچ کر ٹھہروں اور پھر جو مناسب سمجھوں کروں۔

عباس بن سہل نے کہا: اگر تم ابنِ زبیرؓ کی اطاعت میں ہو تو انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو اور تمہاری فوج کو وادی القریٰ میں اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے لے جاؤں۔ ابن درس نے کہا: مجھے تمہارا حکم ماننے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور نہ میں تمہارے ساتھ وادی القریٰ میں جاؤں گا۔ البتہ مدینہ پہنچ کر اپنے حاکم مجاز کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دوں گا، پھر وہ جو حکم مجھے دیں گے ویسا ہی کروں گا۔

## شرجیل بن درس کی فوج کے لیے رسد کی فراہمی

عباس بن سہل نے جب اس کی حجت آمیز گفتگو سنی تو اسے

معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے خلاف ہے۔ مگر اس نے مناسب نہ سمجھا کہ ابن درس اس بات سے آگاہ ہو کہ اس نے اس کے رویہ کو سمجھ لیا ہے۔ اس لیے عباس نے اس سے کہا: اچھا تمہیں جو مناسب معلوم ہو وہ کرو۔ میں تو وادی القریٰ جاتا ہوں۔[1]

جب رات ہوئی تو عباس بن سہل نے ان پر شب خون مارا۔ اور اس نے ان کے امیر ابن درس اور تقریباً ستر آدمیوں کو قتل کر دیا اور باقی لوگوں کو امان دے کر قیدی بنالیا۔ اور پھر ان کی اکثریت کو قتل کر دیا۔ اور ان میں سے دوسو چھوڑ دیئے جو مختار کی طرف اور اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔[2]

## مختار کا دعویٰ نبوت اور کرسی علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لے گئے تو آپ کی ایک کرسی تھی اس پر بیٹھ کر اکثر حکومت کا کام جاری کیا کرتے تھے ان کا ایک بھانجا جعدہ بن ام ہانی بنت ابی طالب کا بیٹا تھا، کوفہ میں رہا کرتا تھا وہ کرسی اسی کے قبضے میں تھی۔ مختار نے کوفہ میں اپنا سکہ بٹھا کر اس کرسی کو حاصل کرنے کی کوشش کی جعدہ نے

---

[1] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۲۱۶

[2] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۴۱۷۔ البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۴۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کہا: اچھا مجھ کو ایک ہفتہ مہلت دیجیے، کہ میں اس کو تلاش کرکے آپ کی خدمت میں پیش کروں مختار نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کی مہلت ہر گز نہ دوں گا۔ اگر اس عرصہ میں تم نے کرسی نہ پہنچائی تو سختی اور تشدد کا برتاؤ شروع کیا جائے گا۔

جعدہ کے محلہ میں ایک روغن فروش رہتا تھا اس کے پاس بھی اسی قسم کی ایک کرسی تھی جعدہ نے وہ کرسی اس سے خریدی، پوشیدہ طور پر اپنے گھر لے گیا اس کو خوب صاف کیا اور بڑے تکلف واحتیاط کے ساتھ غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لے گیا، مختار نے کرسی لے کر جعدہ کو خوب انعام واکرام سے نوازا کرسی کو بوسہ دیا۔ اس کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے مریدوں کو جمع کرکے کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے تابوتِ سکینہ کو موجب نصرت وبرکات بنایا تھا اسی طرح کہ شیعانِ علی کے لیے اس کرسی کو نشانہ قرار دیا اب ہم کو ہر جگہ فتح ونصرت حاصل ہو گی اس کے مریدین نے اس کرسی پر آنکھیں ملیں بوسے دیئے اور اس کے آگے سر جھکائے، پھر مختار نے حکم دیا کہ ایک تابوت بنایا جائے چنانچہ نہایت خوبصورت تابوت تیار ہوا۔ اس کے اندر وہ کرسی رکھی گئی چاندی کا ایک قفل اس کو لگایا گیا اور اس تابوت کی حفاظت کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

3751

لیے آدمی متعین کئے جامع مسجد و کوفہ میں وہ تابوت رکھا گیا ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اس تابوت کو بوسہ دیتا مختار نے کوفہ کی حکومت کرنے سے پہلے ہی اپنے مکر تزویر کے جال کو اور اپنے غیر معمولی روحانی طاقتوں کو لوگوں کا معتقد بنانا شروع کر دیا تھا، حکومت کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس کی چالاکی اور ہوشیاری کو اور بھی زیادہ کامیابی کے مواقع میسر ہونے لگے اور رفتہ رفتہ نبوت کے دعوؤں تک پہنچنے لگا۔

جس زمانے میں مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو مذکورہ خط لکھا۔ اسی کے قریب زمانہ میں چند روز کے بعد عبدالملک بن مروان نے عبد الملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دے کر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ یہ گویا عبد الملک بن مروان کی طرف سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر پہلی چڑھائی تھی، اس چڑھائی کا حال سن کر مختار نے دوسرا خط حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لیے کوفہ سے فوج روانہ کراؤں؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ اگر تم میرے فرمانبردار مُطیع ہونے کی حیثیت سے فوج روانہ کرتے ہو تو فوراً ایک فوج وادی القریٰ میں بھیج دو۔ مختار نے شرجیل بن دوس

خادم اہل سنت حافظ عبد الوحید الحنفی

ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم سیدھے اول مدینے میں جاکر قیام کرو پھر وہاں سے مجھ کو حالات لکھ کر بھیجو۔ اس کے بعد جو حکم میں بھیجوں اس کی تعمیل کرو۔ مدعا اس سے مختار کا یہ تھا کہ میں اس بہانے مدینہ فوج بھیج کر محمد بن حنفیہ کی خوشنودی اس طرح سے حاصل کر سکوں گا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو گا اور میرا اثر شیعانِ علی میں ترقی کر سکے گا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مختار کی چالاکیوں کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے مذکورہ جواب مختار کے پاس بھیج کر فوراً عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اگر کوفہ سے مختار کوئی لشکر بھیجے تو اول یہ معلوم کرو کہ وہ محکوم ہو کر آیا ہے یا خو مختار ہے؟ اگر محکوم ہے تو اس سے کام لو اور اگر وہ محکوم ہو کر نہیں آیا تو اس کو واپس کر دو۔ واپس ہونے سے انکار کرے تو اس کا مقابلہ کرو۔ مقامِ اقیم میں عباس و شرجیل کی ملاقات ہوئی۔ عباس نے کہا تم لوگ مقام وادی القریٰ کی طرف ہمارے ساتھ دشمن سے مقابلہ کو چلو۔ شرجیل نے کہا ہم کو سیدھے مدینے جانے کا حکم ہے، وہاں ہم دوسرے حکم کا انتظار کریں گے، تب کہیں جاسکیں گے۔ عباس نے اول

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان کوفیوں کو کھانے پینے کا سامان دے کر تواضع کی، پھر تعمیلِ حکم سے انکار کرنے کی پاداش میں حملہ کرکے اپنے دو ہزار آدمیوں سے ان تین ہزار کو مجبور کردیا اور ستر آدمی قتل کرکے کوفہ کی طرف زبردستی لوٹا دیا۔ مختار نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور محمد بن حنفیہ کو خط لکھ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شکایت کی کہ انہوں نے میری فوج کو آپ تک نہ پہنچنے دیا جو آپ کی حفاظت کے لیے میں نے روانہ کی تھی۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایک معتمد خاص کو بھیج دیجیے تاکہ میں اس کے ساتھ ایک زبردست فوج روانہ کردوں اور لوگوں کو بھی آپ کے فرستادے کی زیارت سے اطمینان حاصل ہو۔

محمد بن حنفیہؒ نے مصلحتاً جواب میں لکھا کہ میں تمہاری حق پسندی سے واقف ہوں تم مجھ کو گوشۂ عافیت میں بیٹھا رہنے دو اور مخلوقِ الٰہی کی خونریزی سے پرہیز کرو۔ میں اگر حکومت وامارت کا خواہاں ہوتا تو تم سے زیادہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کرسکتا تھا لیکن میں نے اپنے تمام دوستوں اور ہوا خواہیوں کو معطل کر رکھا ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ خود ہی جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## مصعب بن زبیرؓ کی کوفہ کی جانب پیش قدمی

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ کا رخ کیا۔ انہوں نے عباد بن الحصین بن معمر کو اپنے میمنہ پر اور مہلب بن ابی صفرہ کو اپنے میسرے پر سردار مقرر کیا۔ مالک بن سمع کو قبیلہ بکر بن وائل کے دستے پر، مالک بن منذر کو قبیلہ عبد قیس کے دستے پر، احنف بن قیس کو بنی تمیم کے دستے پر، زیادہ بن الاذدی کو قبیلہ ازد کے دستے پر قیس بن ہشیم کو اہل غبد کے دستے پر سردار مقرر کیا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

## مختار ثقفی کا اہل کوفہ سے خطاب اور مصعب ابنِ زبیرؓ سے مقابلہ

جب مختار کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں میں خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ حمد و ثنا کے بعد اس نے کہا:

اے کوفہ والو! اے دین والو! صداقت اور کمزوروں کے مددگارو! اے رسول اللہ ﷺ اور آلِ رسول کے حامی گروہ! تم نے اپنے باغیوں کو بھگا دیا۔ جنہوں نے تم سے سرکشی کی۔ اس لیے فوراً احمر بن شمیط کے ساتھ میدانِ جنگ میں جانے کے لیے مستعد ہو جاؤ۔[1]

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ دوم ص ۳۶

# کوفہ پر حملہ کی تیاری

سنہ ۶۴ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما قریباً تمام عالمِ اسلام میں خلیفہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ پھر مصر، فلسطین اور شام کا ملک ان کے دائرہ خلافت سے خارج ہو گیا۔ خلافت دوبارہ دمشق میں قائم ہو گئی۔ سنہ ۶۵ھ میں بعض صوبوں کے اندر بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو خلیفہ ضرور تسلیم کیا جاتا رہا اور کوئی صوبہ قبضے سے نہیں نکلا۔

سنہ ۶۶ھ میں کوفہ اور یمامہ دونوں قبضے سے نکل گئے۔ کوفہ میں مختار کی حکومت اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کی حکومت خود مختارانہ طور پر قائم ہو گئی۔ بصرہ کو حرث بن ربیعہ نے اور فارس کو مہلب بن ابی صفرہ نے سنبھالے رکھا اور خوارج کے فتنوں کو سر ابھارتے ہی دبا دیا، مختار کی طرف سے بصرہ پر ڈورے ڈالے جا رہے تھے اور بصرہ میں عبد اللہ بن مطیعؒ سابق گورنر کوفہ اور عمرو بن عبد الرحمٰن نامزد شدہ گورنر کوفہ بھی موجود تھے۔ ان دونوں کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے شرمندگی تھی، اسی لیے بصرہ میں ان دونوں کی موجودگی مُوجب خطرہ بھی ہو سکتی تھی کہ کہیں کسی سازش میں شریک نہ ہو جائیں۔ جب حضرت

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ سنا کہ عبید اللہ بن زیاد، ابراہیم بن مالک کے مقابلے میں مقتول ہو چکا ہے تو ان کو اہلِ شام اور عبدالملک بن مروان کی طرف سے تو گونہ اطمینان ہوا کہ ان کی طاقت کو ایک بڑا صدمہ پہنچا تھا اور وہ جلد حجاز پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں کر سکتے تھے، لیکن بصرہ کے متعلق خطرات بڑھ گئے، کیوں کہ مختار بن عبیدہ کی توجہ اس فتح کے بعد بصرہ ہی کی طرف مبذول ہونے والی تھی۔ لہٰذا انہوں نے فوراً بصرہ کے عامل حرث بن ربیعہ کو معزول کر کے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو بصرہ کی گورنری پر مامور کر کے بھیجا۔

بصرہ میں کوفہ کے بہت سے آدمی مختار کے خوف سے بھاگ بھاگ کر چلے آئے تھے یہ وہ سب لوگ تھے جن کو اندیشہ تھا کہ قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں مختار ہم کو بھی قتل نہ کر دے۔ کوفہ کے مفرورین میں شیث بن ربعی اور محمد بن الاشعث بھی تھے۔ مصعب بن زبیرؓ نے بصرہ کی حکومت وامارت اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کا پر غور مطالعہ شروع کیا۔ کوفہ سے آئے ہوئے لوگوں نے جن میں بعض بہت معزز اور تجربہ کار شخص بھی تھے، مصعب بن زبیرؓ کو مشورہ دیا کہ کوفہ پر حملہ کرو۔ مصعب نے کہا: مجھ کو امیر المومنین عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حکم دیا ہے کہ مہلب بن

ابی صفرہ کو لیے بغیر کوفہ پر حملہ نہ کروں۔ لہٰذا سب سے پہلے فارس سے مہلب کو بلوانا چاہیے۔ چنانچہ مصعب نے ایک خط مہلب کے نام لکھا اور محمد بن الاشعث کے ہاتھ مہلب کے پاس روانہ کیا۔ مہلب نے محمد بن الا شعث کو دیکھ کر کہا کہ مصعب کو ان کے سوا کوئی اور قاصد نہیں ملا۔ انہوں نے کہا کہ میں قاصد نہیں ہوں بلکہ خود اپنی غرض کو آیا ہوں کہ کوفہ کے حالات آپ کو سناؤں۔ ہمارے غلام زادوں نے ہمارے اموال اور مکانات پر قبضہ کرکے ہم کو بے دخل کردیا ہے اور مصیبت کے مارے بصرہ کی طرف بھاگ آئے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہماری مدد کرو اور مصیبت سے ہم کو نجات دلاؤ۔

مہلب بن ابی صفرہ فارس کے صوبہ کی حکومت اپنے بیٹے مغیرہ بن مہلب کے سپرد اور ملک کا قابلِ اطمینان بند وبست کرکے بصرہ کی طرف کافی سامان اور لشکر لے کر روانہ ہوا اور مصعب بن زبیر سے بصرہ میں آکر ملا۔ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا خط بھی براہِ راست پہنچ چکا تھا کہ تم بصرہ میں مصعب بن زبیرؓ سے آکر ملو اور کوفہ پر حملہ کرو۔ مہلب کو کسی قدر توقف ہوا تو مصعب کو بصرہ سے قاصد بھیجنا پڑا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شاید کوفہ میں چڑھائی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کرنے میں اور تامل فرماتے لیکن مختار نے جب کوفہ میں لوگوں کو بڑی کثرت سے قتل کیا اور یہ بھی مشہور کیا کہ میرے پاس جبرائیل امین آتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لا تا ہے اور میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں تو لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے۔ کچھ تو بصرہ کی طرف گئے۔ بعض سیدھے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے اور مختار کی نبوت کا حال بھی علاوہ مظالم کے سنا یا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ سن کر کہ مختار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کے استیصال میں توقف کرنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا اور مہلب کو خط لکھا اور مصعب کو تاکید کی کہ بصرہ میں جاکر بغیر مہلب کے آئے ہوئے کوفہ کی طرف حملہ آور نہ ہونا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## کوفہ پر مصعب بن زبیرؓ کا قبضہ

جب مہلب آگیا تو مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم دیا کہ جبر اکبر پر اپنے لشکر کو مرتب کردو۔ عبد الرحمٰن بن احنف کو کوفہ کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جاکر قیام کرو اور پوشیدہ طور پر لوگوں سے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پر بیعت لو۔ عبادہ بن حصین حطمی تمیمی کو مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا۔ میمنہ پر عمر بن

عبید اللہ بن معمر کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا اور قلب لشکر کی سرداری خود مصعب بن زبیرؓ نے اپنے پاس رکھی۔ اس طرح یہ لشکر مرتب ہو کر بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔

مختار کو جب اس فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی فوج لے کر کوفہ سے نکلا ابراہیم بن مالک اس زمانے میں موصل کی حکومت کا مامور تھا اور وہ بصرہ سے نہیں آسکا تھا، بصرہ کی فوج میں ایک دستہ فوج ان لوگوں کا بھی تھا جو کوفہ سے بھاگ کر بصرہ پہنچے تھے۔ اس دستۂ فوج کی سرداری محمد بن الا شعت کو دی گئی تھی۔ دونوں فوجوں کا مد آزا نامی گاؤں کے قریب مقابلہ ہوا۔ خوب زورو شور کی لڑائی ہوئی۔ آخر مختار کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قصرِ امارت کی مضبوطی کر کے محصور ہو بیٹھا۔

میدانِ جنگ سے جب کوئی لشکر بھاگا تو محمد بن الاشعت نے فراریوں کا تعاقب کیا اور بھاگتے ہوؤں کو دور تک قتل کرتا چلا گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے دارا لامارہ کا محاصرہ کرلیا یہ محاصرہ کئی روز تک جاری رہا۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## مختار ثقفی کا قتل

مصعب بن زبیرؓ کی فوج نے احمر بن شمیط کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ابن شمیط لڑتا رہا، یہاں تک کہ میدان جنگ میں قتل ہو گیا۔ اور مختار کی فوج شکست کھا گئی۔ مصعب بن زبیرؓ کی فوج نے تعاقب کیا۔ مختار ثقفی اور اس کے ہمراہی کوفہ کے قصرا مارت میں محصور ہو گئے۔ مختار اور اس کے ساتھی قصر میں محصور تھے۔ محاصرہ کی تکلیف روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔

ایک روز مختار نے ہمراہیوں سے کہا کہ باہر نکل کر مقابلہ کریں گے۔ لیکن وہ نہ مانے، آخر وہ انیس ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ سے نکلا اور کہا کہ میں تمہارے ساتھ چلا آؤں تو کیا تم مجھے امان دیتے ہو، مصعب بن زبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ صرف اس شرط پر کہ تمہارا فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہو گا۔ مختار کہنے لگا کہ میں اپنی قسمت کی باگ کبھی بھی تمہارے ہاتھ میں نہ دوں گا، یہ کہا اور شمشیر زنی کرتے ہوئے مارا گیا۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ دوم ص۴۶)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## مختار ثقفی کے ہمراہیوں کی گرفتاری

مختار ۱۴ رمضان ۶۷ھ بعمر ۶۷ سال قتل کیا گیا۔

مختار ثقفی کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی محصور فوج نے

اپنے آپ کو مصعب بن زبیرؓ کے حوالے کر دیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے سب کو گرفتار کرلیا۔اور پھر آخر کار کچھ رہا کر دیے گئے اور کچھ کو قتل کر دیا گیا۔

اس طرح مختار ثقفی کا خاتمہ ہو گیا۔اور مصعب بن زبیرؓ نے کوفہ پر کنٹرول کر لیا۔(تاریخ طبری ج۴۔حصہ دوم ص۵۰)

## محصورین کے بارے میں مشورہ

پہلے مصعب بن زبیرؓ کا ارادہ ہوا کہ عربوں کو چھوڑ دیں اور صرف عجمیوں کو قتل کرڈالیں۔ مگر ان کو مشورہ دیا گیا کہ اس طرز عمل کو اچھا نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر آپ عربوں کو چھوڑ دیں گے اور صرف عجمیوں کو قتل کر ڈالیں گے۔حالاں کہ مذہب تو سب کا ایک ہی ہے۔ جن لوگوں کے عزیز و اقارب اس جنگ میں ان محصورین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور مختار کے ہاتھوں مارے گئے تھے،ان سب کو قصاص میں قتل کر دینا چاہیے۔اس پر ان کے قتل کا مصعب نے حکم دے دیا کہ تمام قیدی قتل کر دیے جائیں۔

اس حکم کی تعمیل کی گئی اور چھ ہزار نفوس اس جنگ کے مقتولوں کے قصاص میں قتل کیے گئے۔(تاریخ طبری ج اول ص۵۴ حصہ دوم)

مختار کے ساتھ ایک ہزار آدمی قصر کے اندر محصور تھے۔ آخر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سامانِ رسد کی کمی سے مجبور ہو کر مختار نے قلعہ کا دروازہ کھولنے اور مقابلہ کر کے مرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ہمراہیوں نے اسے منع کیا اور مشورہ دیا کہ مصعب سے جان کی امان طلب کر کے دروازہ کھولو۔ یقین ہے کہ مصعب ضرور امان دے دے گا۔ لیکن مختار نے اس مشورہ کو ناپسند کیا، سر میں خوشبو دار تیل ڈالا، کپڑوں کو عطر ملا اور ہتھیار لگا کر قصر سے نکلا۔ صرف انیس (۱۹) آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا باقی قصر کے اندر رہے، مختار نے نکل کر حملہ کیا اور طرفہ وطراف پسران عبداللہ بن دجاجہ حنیفی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مختار ۱۴ رمضان المبارک سنہ ۶۷ھ کو مقتول ہوا۔ مختار کے ہمراہیوں میں عبیداللہ بن علی بن ابی طالب بھی مقتول ہوئے مصعب بن زبیرؓ نے ان لوگوں کو جو قصرِ امارت کے اندر محصور تھے گرفتار کیا۔ تمام وہ لوگ بھی جو میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئے تھے، کوفہ کے اندر لائے گئے اور ایک وسیع مقام پر ان تمام قیدیوں کو فراہم کر کے ان کی نسبت مشورہ لیا گیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ ان سب کو چھوڑ دینا چاہیے، لیکن محمد بن الاشعث اور تمام دوسرے کوفیوں نے یہ سن کر مصعب بن زبیرؓ کو اس رائے پر عمل کرنے سے منع کیا۔

مصعب بن زبیرؓ حیران تھے کہ میں کیا کروں؟ کوفی کہتے تھے

کہ ان لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر کے کوفہ میں کوئی ایسا گھر نہیں چھوڑا جس میں کوئی نہ کوئی قتل نہ کیا ہو۔ اگر یہ لوگ اب چھوڑ دیئے گئے تو اسی وقت تمام کوفہ باغی ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی کل تعداد چھ ہزار تھی، جن میں صرف سات سو عرب اور باقی ایرانی لوگ تھے۔ مصعب بن زبیرؓ نے آخر سوچ کر یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے اور اہلِ کوفہ کو اطمینان میسر ہوا، مصعب نے مختار کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے جو حجاج بن یوسف کے عہدِ امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

## مختار ثقفی کی حکومت ختم ہو گئی

مختار ثقفی بن ابی عبیدہ بن عمرو بن عمر بن عوف بن عفرہ بن عوف بن ثقیف ثقفی اس کے باپ ابی عبیدہ بن مسعودؓ صحابی تھے۔ ابوعبیدہؓ کو حضرت عمر فاروقؓ نے ۱۳ ھ میں ایرانیوں کے خلاف ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا تھا اور اس جنگ میں ابو عبیدہؓ اور اس کے ساتھ تقریباً چار ہزار مسلمان بھی شہید ہوئے تھے۔ ابوعبیدہؓ کے بچوں میں سے صفیہ بنت ابو عبیدہؓ بھی تھی جو صالحہ اور عابدہ عورتوں میں سے تھی اور وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی بیوی تھی۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

مختار ثقفی اس کا بھائی تھا۔ شروع میں یہ ناصبی تھا، اور حضرت علیؓ سے شدید بغض رکھتا تھا۔ مدائن میں اپنے چچا کے پاس تھا اور اس کا چچا مدائن کا نائب تھا۔

جب حضرت امام حسنؓ بن علیؓ مدائن آئے تو اہلِ عراق نے آپ کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا۔ مختار نے حضرت حسنؓ کو برچھا مارا۔ اور آپ کو پکڑ کے حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجنے کی رائے اپنے چچا کو دی۔ اس نے انکار کر دیا۔ پس شیعہ بھی اس سے بغض رکھتے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اس نے فرضی چٹھی بنا کر لوگوں کو محمد بن حنفیہؒ کا حامی ظاہر کر کے قاتلانِ حسینؓ کے خلاف تحریک چلا کر کوفہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بہت سے لوگوں کو اس نے قتل کرایا۔ پھر نبوت کا دعویٰ کر کے کافر ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۶۲)

## مختار ثقفی کے کفریہ عقائد

مختار کی حکومت پوری ختم ہو گئی گویا کہ کبھی تھی ہی نہیں۔ مسلمان مختار کی حکومت کے زوال سے خوش ہو گئے۔ اس لیے کہ وہ شخص فی نفسہٖ سچا نہیں تھا بلکہ جھوٹا تھا اور اس کا خیال تھا کہ جبریل کے ہاتھ اس پر وحی آتی ہے۔ (تاریخ البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۲۶۵)

## نواسہ صدیقِ اکبرؓ مصعب بن زبیرؓ

۶۸ ھ میں مصعب بن زبیرؓ کو دوبارہ عراق کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ ۷۱ ھ میں عبد الملک بن مروان، مصعب بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لیے عراق کی طرف چلے۔عبدالملک نے اہلِ عراق کے نام خطوط لکھ کر انہیں اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔

## کوفہ میں ۷۱ھ کی دوسری کربلا
## نواسۂ صدیقِ اکبرؓ مصعب بن زبیرؓ کی شہادت

امراء میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کوفہ کے ساتھ ساتھ بصرہ کا انتظام بھی مصعب بن زبیرؓ کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

مصعب بن زبیرؓ نے خود بصرہ جا کر عمر بن عبداللہ بن معمر کر بصرہ میں اپنا نائب بنا کر اسے حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو خوارج کے مقابلے کی غرض سے خود فارس جائیں اور بصرہ میں اپنی طرف سے کسی کو نامزد کر جائیں۔

اسی طرح اس نواح کے تمام عاملوں اور صوبہ داروں کا مناسب تغیر و تبدل کر کے چند روز قیام کر کے مصعب بن زبیرؓ بصرہ سے پھر کوفہ چلے آئے۔

لیکن ۷۰ھ میں ایسی صورت حال پیش آئی کہ فارس میں

خوارج کے فتنے نے بہت زور پکڑا اور مغیرہ بن مہلب اور عمر بن عبداللہ بن معمر دونوں خوارج کے فتنے کو نہ دبا سکے مصعب بن زبیرؓ نے موصل کی حکومت سے مہلب بن ابی صفرہ کو تبدیل کرکے پھر فارس کی حکومت پر مامور کیا۔ اور حکم دیا کہ وہاں جاکر خوارج کے فتنے کر ختم کرو۔ اس میں شک نہیں کہ مہلب بن ابی صفرہ سے بہتر کوئی دوسرا شخص خوارج کا علاج نہیں کرسکتا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا میں تو فارس جانے سے خوش ہوں مگر فی الحال مجھ کو موصل سے جدا کرنا آپ کے لیے بے حد مضر ثابت ہو گا، اس لیے کہ عبدالملک بن مروان نے خفیہ سازشوں کا ایک جال عراق میں پھیلانا شروع کیا ہے، میں اس کی تدابیر کو خوب غور سے مطالعہ کر رہا ہوں، ایسا نہ ہو کہ میرے یہاں سے جدا ہونے کے بعد وہ اپنی تدابیر میں کامیاب ہو جائے۔

مصعب بن زبیرؓ نے فارس کی ضرورت کو اس موہوم ضرورت پر ترجیح دی اور مہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ مصعب بن زبیرؓ کے پاس ابراہیم ومہلب دو زبردست سپہ سالار اور تجربہ کار افسر تھے۔ انہوں نے ان دونوں میں سے ایک کو اپنے پاس سے جدا کردیا اور ساتھ عبداللہ بن عازم کو خراسان کی حکومت پر بھیج دیا، عباد بن حصین کو مہلب

کے ساتھ مامور کیا یہ دونوں بھی بڑے زبردست سپہ سالار اور جنگی تجربہ کار تھے۔ اسی طرح مصعب بن زبیرؓ نے کام کے آدمیوں کو اپنے پاس سے جدا کرکے دور دراز کے مقامات پر بھیج دیا، کوفہ میں ان کے پاس صرف ابراہیم بن مالک اور بصرہ میں عمر وبن عبداللہ بن معمر باقی رہ گئے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے شام میں عمرو بن سعید کے قتل سے فارغ ہوتے ہی سازشی تدابیر شروع کردی تھیں۔ اس نے فارس کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج کر وہاں خوارج کو توقعات دلائیں اور ان کو خروج پر آمادہ کیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ میں اپنے آدمیوں کو بھیج کر ہواخواہانِ بنو امیہ کے ذریعہ سازشوں کا ایک جال پھیلایا اور مصعب بن زبیرؓ کے فوجی سرداروں کو بھی خفیہ طور پر خط بھیج بھیج کر بڑے بڑے لالچ دینا شروع کئے، حتّٰی کہ مہلب اور ابراہیم کو بھی اس نے توڑنا اور اپنی طرف ملانا چاہا مگر یہ دونوں ایسے نہ تھے کہ مصعب بن زبیرؓ سے بے وفائی کرتے اس لئے مہلب فارس کی طرف روانہ ہوتے وقت فکرمند تھا۔

## عبدالملک کی جنگی تیاریاں

عبد الملک نے خالد بن عبید اللہ بن خالد بن اسید کو خفیہ طور پر بصرہ میں بھیجا کہ وہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلاف اور بنو امیہ کے موافق لوگوں کو ہم خیال بنائے۔ چنانچہ خالد نے بصرہ میں آکر بنو بکر بن وائل اور قبیلہ اژد میں اپنا سازشی کام شروع کیا اور ایک بڑی جماعت اپنے ہم خیال بنا لی۔ اس کا حال عمر بن دعبداللہ بن معمر کو معلوم ہو ا تو اس نے فوج بھیجی خالد کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا اور با لآخر خالد کو بصرہ سے نکال دیا گیا۔

بصرہ کی یہ پریشان کن خبریں جب کوفہ پہنچیں اور حالات کا صحیح علم ہوا تو ناممکن تھا کہ مصعب بن زبیرؓ خاموش بیٹھے رہتے۔ بصرہ کی ایسی تشویشناک حالت سن کر مصعب بن زبیرؓ کوفے سے بصرہ آئے اور وہاں خالد کے ہمراہیوں اور ہم خیالوں کو سزائیں دیں، جرمانے کیے اور بعض کے مکانات منہدم کروا دیئے۔ اسی طرح کوفہ میں بھی اندر ہی اندر عبدالملک بن مروان کے لوگ اپنا کام کررہے تھے، سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فوجی سردار مثلاً عتاب بن ورقاء وغیرہ بھی اندرونی طور پر عبدالملک سے ساز باز کر چکے تھے۔

ایک طرف عبدالملک نے فوجی تیاریاں شروع کیں تو دوسری طرف کوفہ اور بصرہ کی فوجوں میں بغاوت کی سازشیں بڑے بڑے لالچ دے کر پھیلادیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابراہیم بن مالک اشتر

کے پاس عبد الملک بن مروان کا ایک سر بمہر خط آیا۔ ابراہیم جانتا تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوگا۔ اس نے اس خط کو کھولے بغیر بعینہٖ مصعب کی خدمت میں پیش کردیا۔ مصعب نے اس کو کھول کر پڑا تو اس میں عبد الملک نے ابراہیم کو لکھا تھا کہ "تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو تمام ملکِ عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا۔"

مصعب بن زبیرؓ نے ابراہیم سے کہا کیا تم جیسا شخص بھی ایسے فقروں میں آسکتا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ میں تو کبھی عذروخیانت نہ کروں گا، لیکن عبد الملک نے آپ کے تمام سرداروں کو اسی قسم کے خطوط لکھے ہیں۔ اگر آپ میری رائے مانتے ہیں تو ان تمام سرداروں کو قتل یا قید کردیں۔ مصعب نے اس رائے کو ناپسند کیا اور کسی سردار سے نہ کچھ دریافت کیا اور نہ کچھ مواخذہ کیا۔

## مصعب بن زبیرؓ کی شہادت

آخر عبد الملک اپنی مکمل تیاریوں کے بعد شام سے عراق کی جانب فوج لے کر چلا۔ عبد الملک دمشق سے اس وقت روانہ ہوا جبکہ اس کے پاس رؤساءِ کوفہ کے بہت سے خطوط پہنچ چکے تھے کہ آپ کو فوراً عراق پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ عبد الملک نے کہا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

کہ امام حسین رضی اللہ عنہ تو محض کوفہ کے بھروسے پر چل دیئے تھے اور میں ایک زبردست فوج کے ساتھ جارہا ہوں۔ مجھ کو ان کی بد عہدی یا بے وفائی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ جب مجھ کو ایک طاقتور فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو ہرگز اپنے ان وعدوں سے جو وہ خطوط میں کررہے ہیں، نہ پھریں گے۔

آخر عبدالملک فوج لے کر چلا۔ ادھر سے اس کے آنے کی خبر سن کر مصعب بن زبیرؓ بھی روانہ ہوئے۔ جس زمانے میں عبد الملک کی فوج کشی کی خبر کوفہ میں پہنچی اس سے پہلے مصعب بن زبیرؓ کی فوج بہت تھوڑی تھی، عمر بن عبداللہ بن معمر کو خوارج کے مقابلے کے لیے بصرہ سے فارس کی طرف بھیج چکے تھے۔ لہٰذا عمر بن عبداللہ بھی اس لڑائی میں موجود نہ تھا۔ دارِ جاثلیق کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پہنچ کر خیمہ زن ہوئے، مصعب بن زبیرؓ کی فوج بہت تھوڑی تھی کیوں کہ عین روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے حیلے بہانے کرکے جانے سے انکار کردیا، جو لوگ میدان میں ساتھ آئے تھے ان میں سے بھی زیادہ حصہ دشمن سے ملا ہوا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ لڑائی شروع ہو تو دشمن سے جا ملیں، غرض لڑائی شروع ہوئی۔ عبد الملک نے پوری طاقت سے اول اسی حصۂ فوج پر حملہ کیا یہ حملہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبد الملک کے بھائی محمد بن مروان نے کیا تھا۔ طرفین سے خوب خوب دادِ شجاعت دی گئی آخر ابراہیم نے محمد بن مروان کو پیچھے دھکیل دیا محمد بن مروان کو ہزیمت ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو ایک تازہ دم فوج کے ساتھ محمد کی مدد کو بھیجا، اب جم کر مقابلہ ہونے لگا، اسی معرکہ میں مسلم بن عمر باہلی (قتیبہ بن مسلم کا باپ) بھی کام آیا۔

ابراہیم پر دشمنوں کا ہجوم دیکھ کر مصعب بن زبیرؓ نے عتاب بن ورقاء جو پہلے ہی درپردہ عبد الملک کی بیعت کر چکا تھا۔ وہ قرار داد کے موافق فوراً میدان سے فرار ہو گیا۔ ابراہیم دشمنوں کے نرغے میں گھر کر بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا، ابراہیم بن مالک کے مارے جاتے ہی عبدالملک اور اہلِ شام کا دل بڑھ گیا اور ان کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔[1]

## کوفیوں کی نواسہ رسول ﷺ کے بعد پھر غداری

مصعب بن زبیرؓ نے دوسرے سرداروں اور اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کے لیے کہا مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا، سب نے اس کان سنا اور اس کان اڑادیا معدودے چند آدمی تھے جو میدان میں لڑ رہے تھے باقی تمام فوج کوفیوں کی کھڑی ہوئی

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ دوم ص ۸۰

خادم السنۃ حافظ عبدالوحید الحنفی

تماشا دیکھ رہی تھی۔

## نواسہ صدیقِ اکبرؓ سے غداری

کوفیوں کی غداری درحقیقت اس غداری سے جو انہوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کی، بہت بڑھی ہوئی تھی کیوں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے میں ان کو ابنِ زیاد اور لشکر نے مجبور کردیا تھااور خوف وہراس ان پر غالب ہو گیا تھا، لیکن مصعب بن زبیرؓ کا ساتھ نہ دینا سراسر ان کی شرارت وغداری اور محسن کشی تھی۔ عبدالملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ مصعب بن زبیرؓ قتل کیے جائیں۔ اس لیے اس نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو مصعبؓ کے پاس بھیجا اور کہلا بھجوایا کہ آپ کی طرف سے اب لڑائی کی شکل بگڑ چکی ہے، آپ کو کسی طرح فتح نہیں ہو سکتی میں آپ کو امان دیتا ہوں آپ میری امان قبول کر لیں۔ مصعبؓ نے اس کا انکاری جواب دیا اور کہا کہ مجھ کو صرف اللہ کی امان کافی ہے اس نے مصعب بن زبیرؓ کے بیٹے عیسیٰ سے محمد بن مروان نے کہا کہ تم کو اور تمہارے باپ مصعبؓ دونوں کو امیر المؤمنین عبدالملک نے امان دی ہے عیسیٰ نے یہ سن کر باپ سے آکر کہا: مصعب نے کہا کہ ہاں یہ تو مجھ کو یقین ہے کہ اہلِ شام تمہارے ساتھ وعدہ پورا کریں گے اگر تمہارا جی چاہے تو تم ان کی امان میں چلے جاؤ عیسیٰ نے

خادم سلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کہا کہ میں قریش کی عورتوں کو یہ کہنے کا موقع ہر گز نہ دوں گا کہ عیسیٰ اپنی جان بچانے کے لیے باپ سے جدا ہو گیا۔ مصعبؓ نے کہا تم اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤ اور ان کو اہلِ عراق کی غداری کا حال سناؤ۔ مجھ کو یہی چھوڑ جاؤ میں نے اپنے آپ کو مقتول سمجھ لیا ہے۔ عیسیٰ نے کہا میں یہ خبر جا کر نہ سناؤں گا، مناسب یہ ہے کہ آپ اس میدانِ جنگ سے واپس چلیں اور سیدھے بصرے پہنچیں وہاں کے لوگ آپ سے بہت خوش ہیں اور آپ کے ہر طرح مطیع ہیں۔ بصرہ پہنچ کر کچھ تدارک کیا جاسکے گا یا پھر مکہ کی طرف چلیے۔[1]

## نواسہ صدیقِ اکبرؓ کی جرأتِ ایمانی

مصعبؓ نے کہا: کہ صاحبزادے یہ ممکن نہیں ہے کیوں کہ تمام قریش میں میرے میدان کے بھاگنے کا چرچا ہو جائے گا بہتر یہ ہے کہ تم ہر ایک خیال کو چھوڑ دو اور دشمن پر حملہ کرو عیسیٰ یہ سنتے ہی اپنے چند ہمراہیوں سمیت دشمن پر حملہ آور ہوا اور سینکڑوں کو خاک وخون میں لٹاکر مصعب بن زبیرؓ کی آنکھوں کے سامنے خود بھی ہمیشہ کے لیے سوگیا اس کے بعد عبدالملک آگے بڑھ کر آیا اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بڑی منت واصرار سے

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ دوم ص ۸۴

کہا کہ آپ اب میدان سے چلے جائیں یا امان قبول کرلیں یہاں تک کہ اس نے اس اصرار میں الحاح وعاجزی سے کام لیا مگر مصعبؓ نے اس کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔ یہ وقت بھی عجیب وغریب وقت ہو گا کہ عبد الملک اپنی خفیہ تدبیر کے نتائج دیکھ کر خوش ہو رہا ہو گا۔

کوفیوں کا لشکر میدان میں موجود ہے مگر اپنے امیر کا ساتھ نہیں دیتا اور دور سے تماشا دیکھ رہا ہے دوسری طرف مصعب بن زبیرؓ حیران ہوں گے کہ جو لشکر میرے اشاروں پر کام کرتا اور گردنیں کٹواتا تھا وہ میری مدد نہیں کرتا۔ کوفیوں نے مصعب بن زبیرؓ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی درجہ کا جرم کیا لیکن یہ دونوں جرم دو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے دشمنوں کو چاہتے تھے کہ وہ ان کو میدانِ جنگ سے مکہ یا دمشق یا کسی اور طرف کوچ کر جانے دیں۔ یہاں مصعب بن زبیرؓ کے دشمن خود چاہتے تھے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ میدان سے نکل جائیں۔ وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی بات قبول نہیں کی اور یہاں مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے دشمنوں کی بات نہیں مانی، نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہوا۔

مصعب بن زبیرؓ اپنے بیٹے عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد اپنے

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

خیمہ میں گئے سر میں تیل ڈالا، خوشبو لگائی اور باہر آکر شمشیر بدست دشمن پر حملہ آور ہوئے اس حملہ میں آپ کا ساتھ دینے والے صرف سات آدمی باقی تھے جو ان کے ساتھ ہی مارے گئے۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسا سخت حملہ کیا کہ شامیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا آخر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور چور ہو کر بے ہوش ہو گئے ان کے گرتے ہی کوفیوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور ۷۳ھ میں دس برس کے بعد کربلا کا منظر دارِ جاثلیق میں دہرایا گیا۔[1]

## اہلِ عراق کی مصعب بن زبیرؓ سے غداری

جب اہلِ عراق نے مصعب بن زبیرؓ سے غداری کا قصد کیا۔

مقام مسکن دیر جاثلیق کے قریب دونوں فوجوں میں معرکہ کار زار گرم ہوا۔ ابراہیم بن اشتر نے آگے بڑھ کر محمد بن مروان پر حملہ کیا اور محمد بن مروان کو اس جگہ سے ہٹا دیا۔ عبد الملک بن مروان نے عبد اللہ بن یزید کو آگے بھیجا۔ عبد اللہ بن یزید، محمد بن مروان کے قریب پہنچ گیا۔

طرفین میں فوجیں درہم برہم ہو کے مل گئیں۔

مسلم بن عمرو البائلی، یحییٰ بن مبشر (متعلقہ قبیلہ ثعلبہ بن

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ دوم ص ۸۶

یربوع) اور ابراہیم بن الاشتر میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔

## عبد الملک کی مصعب بن زبیرؓ کو امان کی پیشکش

عبد الملک نے اپنے بھائی محمد بن مروان کے ذریعے مصعب بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کو امان دیتا ہوں۔ مصعب بن زبیرؓ نے جواب دیا کہ: مجھ جیسا شخص اس موقعے سے دو ہی صورتوں میں واپس ہٹ سکتا ہے، یا وہ غالب ہو یا مغلوب۔[1]

## مصعب بن زبیرؓ کا قاتل

نواسہ صدیق اکبرؓ کا قاتل مختار کے گروہ کا تھا۔

جنگ میں تیروں نے مصعب بن زبیرؓ کو چھلنی کر دیا تھا۔ زایدہ بن قداقہ نے یہ حالت دیکھ کر مصعب بن زبیرؓ پر حملہ کر دیا۔ اور نیزے کا ایک کاری وار کیا۔ اور کہا کہ یہ مختار کا بدلہ ہے۔

عبد اللہ بن طبیان نے ان کے قریب گھوڑے سے اتر کر ان کا سر تن سے جدا کر دیا اور کہا کہ اس نے میرے بھائی نابئی بن زیاد کو قتل کیا تھا۔

عبد اللہ بن طبیان، مصعب بن زبیرؓ کا سر لے کر عبد الملک بن مروان کے پاس آیا۔ عبد الملک نے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ دوم ص ۸۷

اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے حکم کی اطاعت میں انہیں قتل نہیں کیا بلکہ ان سے مجھے اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ لینا تھا۔ اور محض سر اٹھا کر لانے کا میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ اور سر کو عبد الملک کے پاس چھوڑ دیا۔ انتقام کی وجہ یہ تھی کہ مصعب بن زبیرؓ نے اپنے کسی صوبہ کی پولیس پر مطرف بن سیدان اسابئلی (ثم احد بن جادۃ) کو افسر اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ نائبی بن زیاد بن طبیان اور قبیلہ بنی نمیر کا ایک شخص ڈکیتی کے مرتکب ہوئے تھے۔ یہ دونوں مطرف کے پاس لائے گئے۔ نائبی کو اس جرم میں بطور سزا، سزائے قتل دی گئی اور دوسرے شخص کو کوڑے لگا کر چھوڑ دیا گیا تھا۔[1]

## کوفیوں نے عبدالملک کی بیعت کر لی

عبدالملک نے اس میدان میں تمام لشکر کوفہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب مقامِ نخیلہ میں چالیس دن ٹھہرا رہا جب اہلِ کوفہ کی طرف سے بہر حال اطمینان حاصل ہو گیا تو شہر میں داخل ہوا جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ لوگوں سے حسنِ سلوک کا وعدہ کیا اور انعام واکرام سے خوش کیا فارس وخراسان، بصرہ، اہواز وغیرہ کے عاملوں کو خط لکھا: کہ

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ دوم ص ۸۶

رعایا سے ہمارے نام پر بیعت لے لو۔ مہلب بن ابی صفرہ کو بھی اس کی جگہ پر بدستور قائم رکھا سب نے عبد الملک کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور بجز تسلیم کرنے کے اب ان کے لیے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ صرف عبد اللہ بن حازم نے کہا کہ وہ بھی ایک حصہ خراسان کے حاکم تھے بیعت سے انکار کیا اور بحرین بن ورقاد صریمی کے ہاتھ سے چند ہی روز کے بعد مارے گئے۔

بصرہ کی گورنری عبد الملک نے خالد بن اسید کو سپرد کی اور اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ مصعب بن زبیرؓ کا سر عبد الملک نے کوفہ سے دمشق کی جانب بھیج دیا تھا یہ سر جب دمشق میں پہنچ گیا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا ارادہ کیا لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنتِ یزید بنِ معاویہ نے لوگوں کو ممانعت کی اور ان کے سر کو لے کر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے بھی عبد الملک کی اطاعت اختیار کر کے لوگوں سے بیعت لے لی۔

## عیسیٰ بن مصعب بن زبیرؓ اور مصعب کی تدفین

مصعب بن زبیرؓ کے قتل کے بعد عبد الملک بن مروان نے اہلِ عراق کو بیعت کے لیے بلایا۔ لوگوں نے آکر بیعت کی۔ مصعب بن زبیرؓ دیر جاثلیق کے متصل دریائے قارون پر قتل کیے

گئے۔عبد الملک بن مروان نے مصعب بن زبیرؓ اور ان کے بیٹے عیسیٰ کی تجہیز و تدفین کا حکم دیا اور دونوں دفن کر دیے گئے۔

جب مصعب بن زبیرؓ قتل کر دیے گئے تو عبد الملک بن مروان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سپرد خاک کر دو اور کہا کہ بخدا میری اور ان کی قدیم دوستی تھی۔ مگر کیا کیا جائے سلطنت ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں ان باتوں کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا۔

مصعب بن زبیرؓ کا سر جب عبد الملک کے سامنے لایا گیا تو عبدالملک نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: " قریش میں تمہارا مثل اب نہیں رہا۔" (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ دوم ص ۸۸)

کوفیوں خارجیوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی کی کامیابی کے آثار دیکھتے اسی کے حامی بن جاتے، جیسے کربلا میں حضرت حسینؓ کو چھوڑ دیا اب نواسہ صدیقِ اکبرؓ کو چھوڑ کر عبدالملک بن مروان کے ساتھ ہو گئے۔

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا مصعب بن زبیرؓ کی شہادت پر خطبہ

جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو مصعب بن زبیرؓ کے قتل کی خبر ہوئی تو خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا:

"تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے پیدا کیا، جس کے

ہاتھ میں حکومت ہے، جسے چاہتا ہے سلطنت عطا کرتا ہے، جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جان لو حق و صداقت جس کے ساتھ ہو وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ چاہے وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح اسے کبھی عزت نصیب نہیں ہوتی، جس کی دوستی شیطان اور اس کے گروہ سے ہو چاہے اس کی امداد کے لیے تمام بنی نوع انسان ہی کیوں نہ ہوں۔

ہمیں عراق سے ایک خبر ملی ہے جس نے ہمیں رنجیدہ بھی کیا ہے اور خوش بھی۔ اور وہ یہ ہے کہ مصعب بن زبیرؓ (اللہ کی رحمت ان پر نازل ہو) قتل ہوگئے ہیں۔ ہمیں خوشی اس لیے ہوئی ہے کہ انہیں درجہ شہادت نصیب ہوا۔

غم اس لیے کہ ایک محب صادق کی جدائی ایک سوزش نہانی ہے جو اس کے دوست کو مصیبت جدائی میں ستاتی ہے۔ مگر عقلاء ان تمام باتوں کے بعد صبر جمیل اختیار کرتے ہیں۔ اس وقت مجھے مصعبؓ کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ حالاں کہ اس سے پہلے زبیرؓ کی موت کا صدمہ سہ چکا ہوں۔

نیز حضرت عثمانؓ کی شہادت کا رنج بھی ایسا نہیں جسے میں نے فراموش کر دیا ہو۔ مصعبؓ بھی اللہ کے ایک بندے اور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

میرے دست و بازو تھے۔ مگر صدمہ اس بات کا ہے کہ اہلِ عراق نے ان سے بے وفائی کی ہے۔ منافقت کی اور بہت تھوڑی قیمت کے عوض دشمن کے ہاتھوں دے دیا۔ پس اگر وہ مارے گئے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کیوں کہ ہم اپنے بستروں پر پڑے رہ کر مرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہم ہمیشہ نیزوں کا نشانہ بنائے گئے اور تلواروں کے سائے میں جان دیتے رہے ہیں۔

رہی یہ دنیا یہ اس شہنشاہ اعلیٰ کی طرف اسی کی حکومت و سلطنت کو بقائے دوام حاصل ہے۔ ایک رعایت ہے اگر وہ سامنے آئے گی تو اسے غرور اور خوشی کے عالم سنبھالنے والا نہیں اور وہ پیٹھ پھیرے گا تو ذلیل بے وقوفوں کی طرح میں روؤں گا نہیں۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔" (طبری ج۴ حصہ دوم ص ۹۲)

## عبد الملک کی اہلِ کوفہ کو دعوت

مصعب بن زبیرؓ کے قتل کرنے کے بعد عبد الملک بن مروان کوفہ میں داخل ہوئے۔ ۷۲ھ میں عبد الملک نے بشیر بن مروان کو کوفہ کا اور خالد بن عبد اللہ بن خالد بن اسید کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ دوم ص ۹۵)

باب...3

# شہادت ابنِ زبیرؓ

## عبد الملک اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

عبد الملک نے عراق پر قابض و متصرف ہونے کے بعد عروہ بن انیف کو چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ مدینہ کے باہر قیام کرنا، جب تک میرا دوسرا حکم پہنچے مدینہ میں ہرگز داخل نہ ہونا۔ مدینہ میں حرث بن حاطب بن حرث بن معمر جمحی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے حاکم و عامل مقرر تھے۔ عروہ کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر حرث مدینہ سے چل دیئے۔ عروہ ایک مہینے تک مدینہ کے باہر مقیم رہا اور بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے عبد الملک کے حکم کے موافق دمشق کو واپس ہوگیا اور حرث پھر مدینہ واپس آگئے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سلیمان بن خالد کو خیبر و فدک کا عامل مقرر فرما کر روانہ کیا تھا، عبد الملک نے عبد الملک بن حرث بن حکم کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا کہ حجاز پر تصرف کرتا ہوا چلا جائے۔ اس نے وادی القریٰ میں پہنچ کر قیام کیا اور وہاں سے ابنِ قمقام کو ایک دستہ فوج کے ساتھ خیبر کی

طرف روانہ کیا کہ سلیمان پر شبخون مارو۔ سلیمان گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور ابنِ قمقام نے خیبر میں قیام کیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حجاز پر حملہ آوری کی خبر سن کر حرث بن حاطب کومدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جابر نے مدینہ منورہ پہنچ کر ابو بکر بن ابو قیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابنِ قمقام اور ابو بکر کی جنگ ہوئی۔ ابنِ قمقام شکست کھا کر بھاگا اور اس کے ہمراہی کچھ میدانِ جنگ میں مارے گئے اور کچھ فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے گئے۔

عبد الملک بن مروان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے طارق بن عمر کو حجاز کی مہم کا افسر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ وادی القریٰ اور ایلہ کے درمیان قیام کر کے جہاں تک ممکن ہو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عاملوں کو تصرف سے روکو اور حجازیوں میں ہمارے خلاف جو تحریک پیدا ہو، اس کو کامیاب ہونے سے پہلے مٹانے کی کوشش کرو۔

طارق نے عبد الملک کے موافق حجاز میں پہنچ کر قیام کیا اور ایک زبر دست فوج کا دستہ خیبر کی طرف روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اورا بو بکر بن ابو قیس معہ دوسو ہمراہیوں کے میدانِ جنگ

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

میں مقتول ہوا۔ طارق نے خیبر میں جاکر قیام کیا۔ جابر بن اسود نے یہ خبر سن کر مدینہ منورہ سے دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر طارق سے لڑنے کے لیے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ خیبر کے قریب دونوں لشکروں کی سخت لڑائی ہوئی۔ طارق نے فتح پائی اور میدانِ جنگ کے قیدیوں اور زخمیوں کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جابر بن اسود کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے سنہ۔ ۷۰ھ میں طلحہ بن عبد اللہ بن عوف معروف بہ طلحۃ النداء کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔

اس کے بعد خیبر کا علاقہ عبدالملک بن مروان کی حکومت میں شامل رہا۔ دو برس تک طرفین میں کوئی قابلِ تذکرہ معرکہ آرائی نہیں ہوئی اور عبدالملک کی توجہ عراق وایران کی طرف مبذول رہی۔[1]

## حجاج بن یوسف کی عبد اللہ بن زبیرؓ سے مقابلہ کے لیے روانگی

۷۲ھ میں عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔ اس مہم پر حجاج بن یوسف ہی کو بھیجنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب عبد الملک

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ دوم ص ۹۲ مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

نے شام کی طرف واپس جانے کا قصد کیا تو حجاج بن یوسف نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ اے امیر المومنین! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیرؓ کو گرفت میں لے لیا اور ان کی کھال کھینچی ہے۔اس لیے آپ مجھے ان کے مقابلے کے لیے بھیج دیں۔

عبد الملک نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور شامیوں کی ایک زبردست فوج کے ساتھ حجاج بن یوسف کو روانہ کیا۔

حجاج مکہ پہنچا۔عبد الملک نے اس سے پہلے اہلِ مکہ کو خط کے ذریعے مطلع کرا دیا تھا کہ اگر تم میری اطاعت قبول کر لو تو تمہیں امان دی جاتی ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حجاج بن یوسف کی مکہ روانگی

مصعب بن زبیرؓ کے قتل کے بعد عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لیے مکہ روانہ کیا۔

حجاج بن یوسف شامیوں کی دوہزار افواج کے ساتھ ماہ جمادی ۷۲ ھ میں روانہ ہوا۔مدینہ چھوڑتا ہوا عراق کے راستے طائف پہنچا اور وہیں خیمہ زن ہوگیا۔اس طرف سے حجاج مقام عرفہ پر جو حل[1] میں حرم مکہ کے باہر جو واقع ہے فوج کو بھیجتا۔

1 "حل" ماسوائے حرم کے علاقہ کو کہتے ہیں، جہاں جنگ کرنا جائز ہے۔

دوسری طرف ابن زبیرؓ اس کے مقابلہ پر مہم روانہ کرتے۔ دونوں کی فوجوں میں اس مقام پر جنگ ہوتی۔ ہر مرتبہ ابن زبیرؓ کے سواروں میں شدید مقابلہ ہوتا لیکن وہ کامیاب نہ ہوتے۔

## طارق بن عمرو کی کمک پانچ ہزار فوج

حجاج بن یوسف نے عبد الملک کو خط لکھ کر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کرنے اور حرم میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ اس درخواست پر عبد الملک نے ۵۰۰۰ فوج طارق بن عمرو کے ہمراہ بھیج دی۔ ذی قعدہ ۷۲ ھ میں حجاج طائف سے روانہ ہو کر بیر میمون پر فروکش ہوا۔ اور ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حاجیوں نے اس سال ۷۲ ھ میں اسی حالت میں حج کیا کہ ابن زبیرؓ محصور تھے۔ وہ ذیقعدہ ۷۲ھ میں محصور کیے گئے۔

## طارق بن عمر کی مکہ آمد

طارق مکہ میں ماہ ذی الحجہ میں داخل ہوا۔ وہ احرام باندھے ہوئے تھا، مگر مسلح رہتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے قتل ہونے تک اس کی یہی روش رہی۔

قربانی کے روز ابن زبیرؓ نے مکہ میں قربانی کی مگر اس سال وہ خود حج نہ کر سکے۔ اور نہ ان کے ساتھی۔ اس لیے کہ وہ وقوف عرفات نہیں کر سکے کیوں کہ محصور تھے۔

## حجاج بن یوسف نے حج کرایا

حجاج بن یوسف کی فوجیں مکہ کے گرد و نواح میں حجون سے لے کر بیر میمون تک پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ حاجیوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ میں سعی کی۔ حجاج بن یوسف نے لوگوں کو حج کا خطبہ دیا۔

لیکن محاصرہ کی وجہ سے کعبہ کا طواف کرنے کے لیے اندر نہیں جا سکا۔ اس کی تمام فوج مسلح تھی۔ ایک صاحب جو حج کر نے آئے ہوئے تھے ان کے بیان کے مطابق انہوں نے اسے عرفات میں پہاڑی چٹانوں کے اپنے گھوڑے پر سوار زرہ اور خود پہنے ہوئے دیکھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ابن زبیرؓ نے ۶ ماہ ۱۷ روز تک جنگ کی

نواسہ صدیق اکبرؓ، صحابہ کرامؓ میں سے آخری صحابی، ساتویں خلیفہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے ذیقعدہ ۷۲ ھ سے لے کر ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۳ ھ تک محاصرہ کے باوجود چھ ماہ سترہ روز تک جنگ کی اور آخری سانس تک مقابلہ جاری رکھا۔

## عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں کی علیحدگی

اس طویل محاصرہ کی وجہ سے آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر جا چکے تھے اور مکہ کے اکثر باشندے وعدہ معافی لے کر حجاج بن

یوسف کے پاس چلے گئے۔

## حضرت ابن زبیرؓ کا حضرت اسماءؓ سے مشورہ

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ لوگوں کی اس بے وفائی و ترک نصرت کو دیکھ کر اپنی والدہ حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ صدیق کے پاس گئے۔ ان سے کہا کہ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ یہاں تک کہ اب میرے ساتھ مٹھی بھر آدمی ہیں۔ جن کی قوت مدافعت تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔ میرے دشمن جو میں مانگوں مجھے دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

### حضرت اسماءؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو

حضرت اسماءؓ نے کہا:

اے میرے بیٹے! بخدا خود تم ہی اپنے حال سے زیادہ واقف ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق و صداقت پر ہو اور اس کی طرف دعوت دیتے ہو تو اسے پورا کرو۔ کیوں کہ اسی بنا پر تمہارے طرف داروں نے اپنی عزیز جانیں تمہاری خاطر قربان کی ہیں۔ اپنی گردن پر دوسروں کو قبضہ نہ کرنے دو کہ دوسرے اس سے کھیلتے رہیں۔ اور اگر تمہاری یہ کوشش دنیا حاصل کرنے کے لیے ہے تو تم بد ترین خلائق ہو۔ تم نے اپنے

آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور جو تمہارے ساتھ مارے گئے، ان کا خون بھی رائیگاں گیا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اگرچہ میں تو صداقت و راستی پر ہوں مگر چوں کہ میرے ساتھی مجھے چھوڑ گئے ہیں اور دشمنوں سے جا کر مل گئے ہیں، اس لیے میں بھی اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہوں، تو یہ شرفاء یا نیک بندگانِ خدا کا مسلک نہیں۔ دنیا میں تم ہمیشہ تو رہ سکتے نہیں، اس لیے موت ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ (تاریخ طبری ج۴ ص۱۰۹)

## ابنِ زبیرؓ کا والدہ کے سوال کا جواب

اس گفتگو کو سن کر ابن زبیرؓ اپنی والدہ سے اور قریب ہوگئے۔ ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کی:

اللہ کی قسم! میری بھی یہی رائے ہے۔ خدا کی قسم! میں نے نہ تو دنیا کی طرف میلان کیا نہ دنیا میں رہنا چاہتا ہوں۔ حکومت کے لیے میری جدوجہد ذاتی اعراض پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ لِوَجْہِ اللہ میں نے یہ مہم اپنے سر لی تھی۔ میں نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ حرم محترم کی حرمت مٹا دی جائے۔ مگر اس وقت میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی رائے بھی لے لوں۔ آپ نے میرے ارادے کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں، میں آج مارا جاؤں گا مگر آپ مجھ پر رنج و غم نہ کریں اور مجھے اللہ کے سپرد کر دیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ نہ میں نے کسی ایسے کام کے کرنے کا ارادہ کیا جس سے میری عزت پر دھبہ آئے اور نہ میں نے کوئی اور برا کام کیا۔ نہ اللہ کے احکام کی تعمیل میں حد سے تجاوز کیا، نہ کسی کو امان دے کر اسے توڑا۔ نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا۔ جب کبھی کسی ماتحت افسر کے ظلم کی اطلاع مجھے ہوئی، میں نے کبھی اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اسے سرزنش کر دی۔ اللہ کی خوشنودی میرے نزدیک ایک سب سے بڑھ کر سفارش تھی۔

میں جو کہہ رہا ہوں، یہ اس لیے نہیں کہ میں نے برے اعمال کیے ہیں۔ اپنے آپ کو ان سے علیحدہ کر رہا ہوں۔ بلکہ اے اللہ! تو خوب مجھ سے واقف ہے۔ کوئی شے تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میرے ان حالات کو معلوم کر کے میرے بعد میری ماں کو رنج نہ ہو۔ بلکہ وہ میری خوبیوں سے ایک گونہ اطمینان و تسلی حاصل کر سکیں۔

## حضرت اسماءؓ کا اطمینان

عبد اللہ بن زبیرؓ کی ماں نے فرمایا:

مجھے اللہ سے یہ توقع ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اس جہان فانی سے رحلت کر گئے تو میں صبر و ثبات و استقلال سے تمہاری

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

موت پر صبر کروں گی۔ اور اگر میں تم سے پہلے مر گئی تو میرے جی میں آتا ہے کہ کم از کم میں دیکھ تو لوں کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ (تاریخ طبری ج۴ ص۱۰۹)

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی دعا

حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا:

اے والدہ محترمہ! اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے آپ مہربانی فرما کر میرے لیے دعا ضرور فرماتی رہیں۔

والدہ نے کہا کہ ایسا ہر گز نہیں ہو گا کہ میں تمہارے لیے دعا نہ کروں۔ کیوں کہ مجھے یقین کامل ہے کہ چاہے اور کسی شخص نے باطل کے لیے اپنی جان دی ہو۔ مگر تم نے تو حق و صداقت کی راہ میں اپنی جان عزیز قربان کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ دعا مانگی:

اے اللہ! تو اس کی شب ہائے دراز میں عبادت کے لیے شب بیداری اور مکہ اور مدینہ کی دوپہریوں میں عبادت میں آہ و بکا کرنے روزے میں شدت تشنگی کے برداشت کرنے اور اپنے باپ اور مجھ سے حسن سلوک کی وجہ سے اس پر رحم فرما۔

اے اللہ! اس کے معاملے کو میں نے تیرے سپرد کر دیا ہے اور جو کچھ تو نے فیصلہ کیا ہے میں اس پر خوش ہوں۔ میرے بیٹے

عبد اللہ کی وجہ سے تو مجھے صبر و شکر کرنے والوں کا سا ثواب

عطا فرما۔ (آمین) (تاریخ طبری ج۴ ص۱۰۹)

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی والدہ سے آخری ملاقات

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اپنی والدہ کے پاس گئے تو زرہ اور خود پہنے ہوئے تھے۔ سامنے جا کر کھڑے ہوگئے۔ سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ آخری رخصت کا وقت ہے تم مجھ سے دور مت ہو۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: میں آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ اس جہان فانی میں قیام کا یہ آخری دن ہے۔

اس کے علاوہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میں قتل ہوگیا تو میں ایک مضغہ گوشت ہوں گا۔ جو کچھ میرے ساتھ کیا جائے گا اس سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

ان کی ماں نے کہا: اپنے ارادے کو پورا کرو۔ اپنے آپ کو ابن ابی عقیل کے حوالے تک نہ کرو۔ میرے قریب آؤ تاکہ میں تمہیں رخصت کروں۔

## حضرت اسماءؓ کی ابنِ زبیرؓ کو صبر کی تلقین

چناں چہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور قریب ہوئے۔ ان کے بوسے لیے اور گلے ملے۔ جب انہیں زرہ چبھی تو انہوں نے فرمایا کہ

جو لوگ جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں، وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔
حضرت عبد اللہ نے کہا کہ میں نے زرہ اس لیے پہنی ہے تا کہ آپ کو تسلی رہے کہ میں پورے طور پر مسلح ہو کر مقابلے کے لیے جا رہا ہوں۔

اس پر ان کی ضعیف العمر ماں نے فرمایا کہ ان باتوں سے مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے زرہ اتار دی اور آستین چڑھائی۔ اپنی قمیض کے دامن سے اپنی کمر باندھ لی اور ململ کا جبہ جو قمیض کے نیچے تھا، اس کے نیچے حصہ کو بھی کمر کے پٹکے میں لپیٹ لیا۔

ان کی ماں کہے جاتی تھی کہ کپڑے ایسے پہنو، جس سے چستی و دلیری معلوم ہو۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا:

ان اذا اعرف یوی اصبر
اذا بعضھم یعرف ثم ینکر

میں جب اپنے معرکے کو پہچان لیتا ہوں تو صبر کرتا ہوں۔
حالاں کہ بعض لوگ جانتے ہیں اور پھر ثابت قدم نہیں رہتے۔

ان کی ضعیف ماں نے اس شعر کو سن کر کہا: تم صبر کرو گے۔ کیوں کہ اللہ کی قسم! تمہارے باپ زبیرؓ اور تمہاری ماں اسماءؓ،

عبد الوحید الحنفی
خادم اہلسنّت حافظ

ابو بکرؓ کی بیٹی اور تمہاری دادی صفیہ عبد المطلب کی بیٹی ہے۔[1]

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کا اپنے ساتھیوں سے خطاب

۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ بروز سہ شنبہ (منگل) صبح کے وقت حجاج بن یوسف نے تمام ناکوں پر قبضہ کر لیا۔ اس تمام رات حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر تلوار کے تلے سے کمر باندھ کر تھوڑی دیر سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد سویرے بیدار ہوئے، صبح ہونے پر سعد سے کہا: اذان دو۔ سعد نے مقام ابراہیم کے پاس اذان دی۔

آپ نے وضو کیا، دو رکعت سنت فجر پڑھی۔ پھر آگے بڑھے۔ موذن نے اقامت کہی اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو نمازِ فجر پڑھائی۔ دونوں رکعتوں میں سورہ ن والقلم حرف بہ حرف تلاوت کی اور نماز مکمل کر کے سلام پھیرا۔ پھر خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

آپ لوگ اپنے چہرے کھول دیں تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔

اس حکم کی تعمیل میں لوگوں نے اپنے چہرے کھول دیے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

---

[1] تاریخ طبری ج۴ ص۱۰۹

خادم اہلسنت عبد الوحید حنفی

تم ہر گز تلواروں کے لڑنے سے خائف نہ ہونا کیوں کہ مجھے اس کا تجربہ ہے۔کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں زخمی نہ ہوا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ زخم کے علاج کرنے کی تکلیف تلوار کے لگنے سے زیادہ سخت ہے۔جس طرح تم اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح تلواروں کو بھی بچانا کیوں کہ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں کہ جس کی تلوار ٹوٹ گئی ہو اور وہ پھر بھی زندہ باقی رہا ہو۔کیوں کہ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح تنہا ہے۔جب بجلی چمکے اپنی آنکھیں بند کرلینا یا تلواروں سے اپنی آنکھیں بچانا۔ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ صرف اپنے مقابل کا دھیان رکھے۔میرے متعلق سوال تمہاری اپنی توجہ کو نہ ہٹائے اور یہ ہر گز نہ کہنا کہ میں کہاں ہوں؟ البتہ جو شخص دریافت کرے، اسے بتا دینا۔میں سواروں کے سب سے اول دستہ میں کھڑا رہوں گا۔اللہ کا نام لے کر حملہ کرو۔

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شجاعت

اہلِ حمص کے ایک سردار نے جو خود اس واقعہ میں شریک تھا،بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو منگل کے روز

دیکھا تھا اور ہم حمص والے پانچ سو آدمیوں کے دستے کی صورت میں ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ داخلے کے لیے بھی ایک خاص دروازہ مقرر کیا گیا تھا کہ جس طرف سے ہم ہی کو داخل ہونے کا حکم تھا۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اس طرف سے تنہا ہمارے مقابلے میں آئے اور ہم سب شکست کھا کر پیچھے ہٹ جاتے۔ میں نے انہیں ابطح میں کھڑے ہوئے دیکھا کسی شخص کو آپ کے پاس حملہ کے لیے جانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اس سے ہمیں خیال ہوا کہ آپ مارے ہی نہ جائیں گے۔ (طبری ج ۴۔ حصہ دوم ص ۱۱۰)

عبدالوحید الحنفی

## مکہ کی ناکہ بندی

غرض منگل ہی کے دن حرم کے تمام دروازے شامیوں سے بھر گئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی فوج والوں نے مدافعت کے مقامات دشمن کے حوالے کر دیے۔ دشمن کی تمام فوجیں ان میں سما گئیں۔ ہر دروازے پر خاص خاص جماعتیں، افسر اور کئی ایک دوسرے لوگ متعین کر دیے گئے۔ چناں چہ جس دروازے پر حمص والے متعین تھے وہ بالکل کعبے کے سامنے تھا۔ اسی طرح دمشق والے باب بنی شیبہ پر۔ اہلِ اردن باب الصفاء پر، اہلِ فلسطین باب بنی جمح پر، اہل قنسرین باب بنی سہم پر متعین کر

دیے گئے تھے۔ حجاج بن یوسف اور طارق بن عمرو دونوں کی فوجیں ابطح کی سمت مروہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کبھی ایک سمت میں دشمن کا مقابلہ کرتے اور کبھی دوسری سمت۔اس وقت آپ کی مثال شیر نیستان کی طرح تھی، کہ جب دشمن کی جماعتیں آپ پر حملہ آور ہوتیں، آپ ان کے پیچھے جوابی حملہ کے لیے جھپٹتے۔حالاں کہ وہ دروازے پر ہی کھڑی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ دروازے سے باہر انہیں نکال دیتے۔(طبری ج ۴ حصہ دوم ص ۱۱۱)

خادم اہلسنّت

## حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت

آخر عبد اللہ بن زبیرؓ نے دشمن پر حملہ کیا اور حجون تک انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ایک اینٹ آپ کے چہرے پر لگی جس کی وجہ سے آپ کو چکر آگیا اور تمام چہرہ لہو لہان ہوگیا۔جب خون کی گرمی جو چہرے سے بہہ رہا تھا آپ کو محسوس ہوئی تو آپ نے یہ شعر پڑھا:

فلسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا
ولکن علیٰ اقدامنا تقطر الدما

ترجمہ: ہم ان لوگوں میں سے نہیں کہ جو پشت پر زخم کھاتے

ہیں۔ اور ایڑیاں ان کے خون سے حنائی ہوتی ہیں بلکہ خون ہمارے پنجوں پر گرتا ہے۔

اور پھر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور شہید ہوگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ایک مجنون لونڈی آپ کو گرتے دیکھ کر چلائی:

وٗالامیرالمومنینا۔۔۔

افسوس! امیر المومنین شہید ہوگئے۔

کیوں کہ جہاں آپ شہادت کے وقت گرے تھے اس نے دیکھ لیا تھا۔اور لوگوں کو بتانے کے لیے ان کی طرف اشارہ کیا۔

شہادت کے وقت سفید لباس آپ کے زیب تن تھا۔[1]

منذر بن جہم الاسدی کہتے ہیں کہ جس روز حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ قتل ہوئے،اس روز اس نے آپ کو دیکھا تھا۔آپ کے ساتھ بیشتر ساتھی آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور تقریباً دس ہزار افراد حجاج سے جا ملے تھے۔(طبری ج۴۔حصہ دوم ص۱۰۷)

## حضرت اسماءؓ بنتِ صدیقؓ کا صبر

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ آپ کے جسم کے پاس آئیں اور انہوں نے آپ کے

[1] طبری ج۴ حصہ دوم ص۱۱۱

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

پاس کھڑے ہو کر آپ کے لیے لمبی دُعا کی اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہ گرا، پھر وہ واپس چلی گئیں۔[1]

حضرت عبد اللہؓ کی ماں آپ کی شہادت کے بعد صرف ۵ یا دس ہی دن زندہ رہیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

## طارق بن عمرو کا ابن زبیرؓ کے متعلق اعتراف

حجاج کو جب یہ خبر ہوئی، طارق کے ساتھ آپ کی لاش پر دونوں آئے۔ طارق بن عمرو نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ ان سے زیادہ جوان مرد آج تک پیدا نہیں ہوا۔

حجاج بن یوسف نے کہا: تم ایسے شخص کی تعریف کرتے ہو، جس نے امیر المومنین کی مخالفت کی۔طارق نے جواب دیا:

بے شک ان کی یہی غیر معمولی بہادری اور شجاعت ہی تو ہمارے لیے باعث تسلی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہمارے پاس اس کا کیا جواب تھا کہ ہم نے سات ماہ سے اس کا محاصرہ کر رکھا تھا، نہ انہوں نے کوئی خندق کھودی، نہ کوئی قلعہ تھا نہ کوئی اور بلند مقام تھا جو قدرتی طور پر مدافعت کا کام دیتا۔ مگر پھر بھی لڑائی میں انہوں نے اپنا پلہ ہلکا نہ ہونے دیا بلکہ انہیں کا پلہ بھاری رہا۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۵۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جب اس گفتگو کی خبر عبد الملک بن مروان کو ہوئی، اس نے طارق کے خیال کی تائید کی۔ (طبری ج ۴۔ حصہ دوم ص ۱۱۲)

## اہلِ مکہ کی عبد الملک بن مروان کی بیعت

حجاج بن یوسف نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن صفوانؓ، عمارہ بن عمرو بن حزمؓ کے سروں کو عبد الملک بن مروان کے پاس شام بھیج دیا۔ اس کے بعد حجاج مکہ میں داخل ہوا اور تمام اہلِ قریش سے عبد الملک بن مروان کی بیعت لی اور حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام طارق کو عبد الملک بن مروان نے مدینہ کا والی مقرر کیا۔ طارق ۵ ماہ تک وہاں اس عہدے پر سرفراز رہا۔ (طبری ج ۴ ص ۱۱۲ حصہ دوم)

۷۴ ھ میں عبد الملک نے طارق بن عمرو کو مدینہ کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ حجاج بن یوسف کو عامل مقرر کر دیا۔ ایک ماہ قیام کے بعد حجاج بن یوسف عمرہ کے لیے مکہ روانہ ہوا۔

## خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر

حجاج بن یوسف نے کعبہ کی دیواروں کو جنہیں عبد اللہ بن زبیرؓ نے بنوایا تھا، گرا کر پھر اس کی پہلی صورت پر دوبارہ تعمیر کرایا۔ یزید کے دور میں خانہ کعبہ کے غلاف پر آگ لگنے سے

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

دیواریں شکستہ ہونے کی بنا پر، عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرائی تھی اور حطیم کو بھی شامل کرایا تھا۔ حجاج نے پھر اس کو پہلی شکل میں تعمیر کر دیا۔[1]

## آخری صحابیؓ خلیفہ

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ آخری صحابی خلیفہ ہیں۔ دورِ خلافتِ صحابہؓ آپ کی شہادت پر اختتام پذیر ہوا۔ ۸ جون ۶۳۲ء سے ستمبر ۶۹۲ء تک (۶۰ سال، ۳ماہ) ۹ ربیع الاول ۱۱ ھ سے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ ھ تک ۶۲ سال ۲ ماہ اور آٹھ دن تک صحابہؓ کا دورِ خلافت رہا۔

اس کے بعد جس کے پاس افرادی قوت اور جنگی طاقت ہوئی وہ دوسرے سے جنگ کر کے غلبہ حاصل کرتا اور حکومت کرتا رہا۔ جن میں عادل حکمران بھی آئے اور ظالم حکمران بھی آئے۔ ۸ جون ۶۳۲ء سے فروری ۱۹۲۴ء تک مسلسل ۱۳۳۲ سال خلافت و حکومت کا سلسلہ ۹ ربیع الاول ۱۱ ھ سے رجب ۱۳۴۲ھ تک جاری رہا۔

انگریز نے جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کو ایک سازش سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کمزور کر دیا اور آخر میں فروری ۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے انگریز سے مل کر خلافتِ عثمانیہ کے دار الخلافہ

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۱۴

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

پر قبضہ کر کے نظامِ خلافت ختم کر دیا اور اب ۹۰ سال سے مسلمان جمہوریت اور شہنشاہیت کے ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ مسلمانوں کو پارہ پارہ کر کے کئی ممالک میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جن میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان آباد ہیں لیکن نظام " خلافت " سے محروم اور ۵۶ ملکوں میں تقسیم ہیں۔

الحمد للہ! اس سلسلہ میں جہاد جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی نصرت فرمائیں کہ پھر سے نظامِ "خلافت" کے تحت مسلمانوں کا اتحاد ہو اور پوری دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو۔ آمین۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں:

(۱) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا کوفہ میں قتل ہونا۔

(۲) اور پھر آپ کے عہدِ خلافت میں مختار ثقفی کذاب کا قتل ہونا اور اس کی تحریک کا ناکام ہونا۔ ایک بڑا کارنامہ ہے۔

(۳) فارس کے فتنہ خوارج کو بھی انہوں نے خوب دبایا حتی الامکان ان کو سر نہیں اٹھانے دیا۔

(۴) ان کے دورِ خلافت میں شریعت اسلام کو دنیا میں بہت رواج دیا گیا۔

ان کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حکومت وخلافت وفرمانروائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ وہ سب سے آخری صحابی تھے، جنہوں نے آج کے موجودہ بڑے بڑے ملکوں پر حکومت کی۔ اور یہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکہ مکرمہ تھا۔ نہ ان سے پہلے مکہ مکرمہ دارالخلافہ بنا، نہ ان کے بعد آج تک کسی نے مکہ مکرمہ کو دارالخلافہ بنایا۔

## بنی امیہ کی کل مدتِ حکومت وخلافت

| | اسماء گرامی | دن | ماہ | سال | دورِ خلافت | وفات مقام |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | حضرت امیر معاویہؓ | ۰ | ۳ | ۱۹ | ۴۰ھ تا ۶۰ھ | طبعی دمشق |
| ۲ | یزید بن معاویہ | ۱۴ | ۸ | ۳ | ۶۰ھ تا ۶۴ھ | طبعی دمشق |
| ۳ | محمد بن یزید | ۱۱ | ۱ | ۰ | ۶۴ھ | طبعی دمشق |
| ۴ | مروان بن حکم | ۵ | ۸ | ۰ | ۶۴ھ تا ۶۵ھ | عمر ۶۳ دمشق |
| ۵ | عبد الملک بن مروان | ۲۰ | ۱ | ۲۱ | ۶۵ھ تا ۶۸ھ | ۴۰سال |
| ۶ | ولید بن عبد الملک | ۲ | ۸ | ۹ | ۸۶ھ تا ۹۶ھ | ۳۹سال دمشق |

| | اسماء گرامی | دن | ماہ | سال | دورِ خلافت | وفات مقام |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۷ | سلیمان بن عبد الملک | ۱۵ | ۶ | ۲ | ۹۶ھ تا ۹۹ھ | وفات طبعی ۲۰ صفر ۹۹ھ |
| ۸ | عمر بن عبد العزیز | ۵ | ۵ | ۲ | ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ | وفات طبعی |
| ۹ | یزید بن عبد الملک | ۱۳ | ۰ | ۴ | ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ | |
| ۱۰ | ہشام بن عبد الملک | ۹ | ۹ | ۱۹ | ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ | ۷۰ سال |
| ۱۱ | ولید بن یزید بن عبد الملک | ۰ | ۳ | ۱ | ۱۲۵ ھ تا ۱۲۶ھ | قتل ہوئے |
| ۱۲ | یزید بن یزید بن عبد الملک | ۱۰ | ۲ | ۰ | ۱۲۶ھ | |
| ۱۳ | ابراہیم بن ولید | ۰ | ۰ | ۱ | ۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ | طبعی دمشق |
| ۱۴ | مروان بن محمد بن عبدالملک | ۱۰ | ۲ | ۵ | ۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ | قتل ہوئے |

اس طرح آل بنو امیہ کی خلافت دارالخلافہ دمشق کے تحت ۹۱ سال ۷ ماہ ۱۳ دن بنتی ہے۔

اگر اس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت ۵ ماہ ۱۰ دن اور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عہدِ خلافت ۷ سال ۱۰ ماہ ۳ دن نکال دیا جائے تو بنو امیہ کی کل مدتِ حکومت تراسی سال چار ماہ بنتی ہے، جو پورے ایک ہزار مہینے ہوتے ہیں۔

## بنو امیہ کی حکومت اندلس میں

۱۳۹ھ تا ۴۲۲ھ ۲۷۵ سال حکومت رہی۔ بنو امیہ کی اندلس میں دوبارہ حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۱) جس میں ہشام بن عبد الملک کی اولاد میں عبد الرحمٰن اول نے ۷۵۲ھ سے ۷۸۸ھ تک حکومت کی۔ دورِ حکومت ۳۶ سال ہے۔

(۲) ہشام بن عبد الرحمٰن نے ۷۸۸ھ تا ۷۹۶ھ تک حکومت کی۔ دورِ حکومت ۸ سال ہے۔

(۳) عبد الرحمٰن ناصر نے ۹۱۲ھ تا ۹۴۱ھ حکومت ۲۹ سال ہے۔

خلافت آلِ عباس بن عبد المطلب ۱۳۳ھ تا ۲۰۵ھ حکومت ۴۸۵ سال رہی۔ خلافتِ عثمانیہ ترکیہ ۶۹۹ھ تا ۱۳۳۹ ھ حکومت ۶۶۵ سال رہی۔

## دورِ خلافت کا احیاء

خلیفہ اوّل بلا فصل حضرت ابو بکرؓ صدیق سے ”خلافت“ کا نظام

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

شروع ہوا۔ ایک ہزار تین سو انتالیس (۱۳۳۹) سال دُنیا میں نظامِ خلافت کے تحت "اسلام پھیلا" اور فتوحات پر فتوحات ہوئیں۔

۱۳۳۹ھ یعنی فروری ۱۹۲۴ء سے مسلمان دورِ زوال میں داخل ہیں اور نظام "خلافت" سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو پھر سے وہ طاقت عطا فرمائیں کہ دُنیا میں اسلام کا غلبہ ہو اور نظام خلافت کا احیاء ہو تاکہ دُنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو اور ہر طرف عدل و انصاف ہو۔ آمین

**وما علینا الا البلاغ المبین**

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید حنفی

خادم اہلسنّت

**حافظ عبد الوحید الحنفی**

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۵ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ مطابق یکم نومبر ۲۰۱۲ء بروز جمعرات

☆☆☆☆


اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com

یا اللہ جل جلالہ — یا محمد ﷺ

صلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حق چار یار

۷۳ فرقوں کے
عقائد وافکار

# تاریخ مذاہب

## ۷۳ فرقوں کی تفصیل

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مرتبہ
حافظ عبدالوحید الحنفی
چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 45

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی
مکتبہ اسلامیہ حنفیہ
بن حافظ جی ضلع میانوالی
0321-5470972

☆☆☆☆


نام کتاب: تاریخ مذاہب

سلسلۂ اشاعت: 45 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھر وال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 32

قیمت: 30 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 17 ذیقعدہ 1433ھ 5 اکتوبر 2012ء جمعۃ المبارک

ناشر: مرحبا اکیڈمی بن حافظ جی میانوالی روڈ ضلع میانوالی 0321-5470972

ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com


حافظ عبدالوحید الحنفی

## ملنے کے پتے:

| | |
|---|---|
| کشمیر بک ڈپو | تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148 |
| اعوان بک ڈپو | بھون روڈ چکوال 0543-553546 |
| مکتبہ رشیدیہ | بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200 |
| کتب خانہ مجیدیہ | بیرون بوہڑ گیٹ ملتان |
| مکتبہ عثمانیہ | بالمقابل دارلعلوم کراچی نمبر 14 |
| اسلامی کتب خانہ | بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5 |
| مکتبہ انوار القرآن | نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344 |
| مکتبہ حنفیہ | اردو بازار لاہور 0343-4955890 |

☆☆☆☆

# فہرست عنوانات


تاریخِ مذاہب 5

۷۳ فرقوں کی تفصیل 5

تہتر فرقوں کے عقائد 6

اہل السنّت و الجماعت ............ 6

جماعت صحابہؓ معیارِ حق ہے............ 8

میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو جنت جائیں گے............ 9

اہل السنّت و الجماعت کون ہیں؟ 10

(۲) خارجی فرقہ کے بعض عقائد 12

(۳) شیعہ رافضی فرقہ کے بعض عقائد 13

فرقہ غالیہ............ 14

فرقہ زیدیہ............ 15

فرقہ رافضہ............ 15

(۱) فرقہ امامیہ............ 15

(۲) غالیہ فرقہ............ 17

(۳) رافضیہ خطابیہ............ 18

(۴) رافضیہ سبائیہ............ 18

(۵) فرقہ اسماعیلیہ............ 18

(۶) رافضیہ امامیہ............ 18

روافض کے خیالات و عقائد یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں 19

یہودی............ 19

رافضی............ 19


خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

| | |
|---|---|
| (۴) معتزلہ فرقہ کے عقائد ................................ | 20 |
| فرقہ قدریہ، معتزلہ | 21 |
| (۵) مرجیہ فرقہ کے عقائد ................................ | 22 |
| (۶) مشبّہ فرقہ کے عقائد ................................ | 22 |
| شیعہ کا اقرار کہ وہ ایک ہزار سال تک تقیہ کرتے رہے | 23 |
| (۷) جہمیّہ فرقہ کے عقائد ................................ | 25 |
| (۸) نجاریہ فرقہ کے عقائد ................................ | 26 |
| (۹) فرقہ ضراریہ کے عقائد ................................ | 26 |
| (۱۰) فرقہ کلابیہ کے عقائد ................................ | 27 |
| نظریہ امامت اور زید بن علی بن حسینؓ کا مناظرہ | 27 |
| غالی شیعہ فرقہ | 28 |
| فرقہ امامیہ | 29 |
| پہلا فرقہ اسماعیلیہ کہلاتا ہے ................................ | 29 |
| دوسرا فرقہ اثنا عشریہ کہلاتا ہے ................................ | 30 |
| قارئین گمراہ فرقوں سے محتاط رہیں | 31 |


☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

# تاریخِ مذاہب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ بِفَضْلِہِ الْعَظِیْم
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَخُلَفَاءِہِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

## ۷۳ فرقوں کی تفصیل

تہتر (۷۳) فرقوں میں بنیادی فرقے دس (۱۰) ہیں۔

(۱) اہل السنّت والجماعت اہل السنّت کا ایک فرقہ ہے۔

(۲) خارجی خارجیوں کے ۱۵ فرقے ہیں۔

(۳) شیعہ رافضی شیعہ کے ۳۲ فرقے ہیں۔

(۴) معتزلہ معتزلہ کے ۶ فرقے ہیں۔

(۵) مرجیہ مرجیہ کے ۱۲ فرقے ہیں۔

(۶) مشبہ مشبہ کے ۳ فرقے ہیں۔

(۷) جہمیہ جہمیہ کا ایک فرقہ ہے۔

(۸) ضراریہ ضراریہ کا ایک فرقہ ہے۔

(۹) بخاریہ بخاریہ کا ایک فرقہ ہے۔

**(۱۰) کلابیہ** کلابیہ کا ایک فرقہ ہے۔

اس طرح نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق کل ۷۳ فرقے ہیں اور نجات پانے والا فرقہ اہل السنّت والجماعت ہے۔[1]

# تہتر فرقوں کے عقائد

## اہل السنّت والجماعت

(۱) دین کا معنیٰ ہے "نظام زندگی"۔ دینِ اسلام سے مراد وہ خاص نظام زندگی (عقیدہ و آئین و شریعت) ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے نازل کیا ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

بے شک اللہ تعالیٰ کے "دین" کا نام "اسلام" ہے، اور اسلام "سلم" سے بنا ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اطاعت کرنا، گردن جھکا دینا، تسلیم کرنا۔ ماننا ہے اسلام کا لغوی معنیٰ ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دینا۔ اس کے حکم کی خوشی سے اطاعت کرنا ہے۔ اور دین اسلام پر ایمان لانے والوں کا نام بھی خود اللہ تعالیٰ نے مسلم (مسلمان) رکھا ہے۔ اور اس کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا ہے۔ فرمایا:

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا۔[2]

---

1 غنیۃ الطالبین ص ۱۸۷ مؤلفہ سید عبد القادر جیلانیؒ

2 پ ۱۷ رکوع ۱۰ سورہ الحج آیت ۷۸

دین تمہارے باپ ابراہیم کا، اس نے تمہارا نام مسلمان (حکم ماننے والا) رکھا پہلے سے اور اس قرآن میں۔

شیعہ مفسر شیخ طبری اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

ای اللہ سمکم المسلمین۔ یعنی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

(۲) لیکن جب اسلام کے نام پر ہی اعدائے اسلام نے غیر اسلامی، باطل عقائد و نظریات اختیار کیے تو دوسرے باطل فرقوں سے امتیاز کے لیے اہل حق کا نام حضور ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں اہل حق نے "اہل السنّت والجماعت" رکھا۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

چناں چہ حدیث نبوی ہے:

**اَخبِرَ النّبیّ علیہ السّلام ستفترق اُمَّتِی عَلٰی ثلٰثٍ و سَبْعِیْن فِرقۃِ الناجیۃ منھا واحدۃ و الباقون ھلکی قیل و من الناجیۃ قال اھل السنۃ و الجماعۃ قیل: و ما السنۃ و الجماعۃ قال: ما انا علیہ الیوم و اصحابی و قال: لا تزل طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق الی یوم القیامۃ و قال علیہ السلام: لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔**[1]

ترجمہ: اور نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ عنقریب میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ان میں سے نجات پانے والا فرقہ

[1] از کتاب الملل والنحل جزو اول طبع بیروت مرفوع حدیث۔ علامہ عبدالکریم شہرستانی۔

صرف ایک ہو گا۔ عرض کیا گیا کہ نجات پانے والے کون ہو گے؟ تو فرمایا: وہ اہل السنّت و الجماعت ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ اہل السنّت و الجماعت کون لوگ ہوں گے تو ارشاد فرمایا کہ وہ اس طریقہ پر ہوں گے جس پر اب میں اور میرے اصحاب ہیں۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قیامت تک رہے گا۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اللہ نہ اکٹھا کرے گا میری امت کو گمراہی پر۔

## جماعت صحابہؓ معیارِ حق ہے

(۳) اور ایک روایت میں فرمایا:

**قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اھل لکتابین افترقوا فی دینھم علی ثنتین و سبعین ملة و ان ھذہ الامة ستفرق علی ثلاث و سبعین ملة یعنی الاھوا کلھا النار الا واحدة و ھی الجماعة و انه سیحرح فی امتی اقوام تجاری بھم تلک الاھوا اکمایتحاری الکلب بصاحبه لا یبقی منه عرق و لا مفصل الا دخله و اللہ یا معشر العرب لئن لم تقوموا بما جاء به نبیکم ﷺ یغر کم من الناس احری ان لا یقوم به،**[1]

عبدالوحید الحنفی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل، جلد مسند الشامین۔ حدیث ۱۷۰۶۱۔ صحیح الحاکم (۱۹/۸۴۴) قال البانی حدیث حسن۔ وابوداؤد ۴۵۹۷۔ قال شعیب اسناد حسن وحدیث افتراق الامۃ منہ صحیح بشواھد۔

حضرت ابو عامرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حج کیا جب ہم مکہ پہنچے تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

یہود و نصاریٰ اپنے دین میں بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے۔ سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت صحابہؓ کے نقش قدم پر ہو گا۔

اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی جن پر یہ فرقے (یعنی خواہشات) اس طرح غالب آجائیں گی جیسے کتا کسی پر چڑھ دوڑتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رکھتا جس میں زہر سرایت نہ کر جائے۔ اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے۔

## میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو جنت جائیں گے

(۴) ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

**ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة**

قالوا: من ھی یا رسول اللہ قال: ما انا علیہ و اصحابی۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ (المتوفی ۶۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تحقیق بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن میں سے سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔

اصحابؓ نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ ایک فرقہ کون سا ہو گا؟ (جو جنت میں جائے گا)۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو میرے اور میرے اصحابؓ کے طریقے پر ہوں گے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## اہل السنّت والجماعت کون ہیں؟

(۵) حضرت علی المرتضیٰؓ خلیفہ چہارم سے پوچھا گیا کہ "اہل السنّت کون ہیں"؟ تو انہوں نے فرمایا:

اما اھل السنة فالمتمسکون بما سنه اللہ و رسوله و ان قلوا

ترجمہ: اہل السنّت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقہ (حکم) اور رسول

[1] رواہ الترمذی ج ۲ باب افتراقِ امت ص ۲۰۰۔ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۹ و مشکوٰۃ ج ص ۲۰۔

اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں تھوڑے ہوں اور فرمایا:

○ اما اهل الجماعت قَانَا و من اتبعنى و ان قلوا و ذلک الحق عن امر الله عزوجل وعن امر رسوله

○ و اهل الفرقة المخالفون لى و لمن اتبعنى و ان كثروا

○ و اما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله و لكتابه و لرسوله العاملون برايهم و ان كثروا[1]

ترجمہ: **اہل الجماعت** میں ہوں اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور اس کے رسول کے امر سے۔

اور **اہل فرقہ** وہ ہیں جو میرے مخالف ہیں اور میری پیروی کرنے کے مخالف ہیں اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔

اور **اہل بدعت** وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہیں، جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں۔ اگرچہ وہ کہیں زیادہ ہوں۔

**حاصل کلام** حضرت علی المرتضیٰ نے بھی اپنے خطبہ بصرہ میں اہل

---

[1] از کتاب احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۱۰۵۔ کنز العمال

السنّت والجماعت کی اصطلاح استعمال کی ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں اہل بدعت اور اہل فرقہ کی مذمت کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ بھی اہل السنّت والجماعت ہیں۔

## (۲) خارجی فرقہ کے بعض عقائد

خارجیوں کے پندرہ (۱۵) فرقے ہیں:

خارجیوں کے کچھ نام یہ ہیں۔

(۱) انہیں خارجی تو اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کی اور ان کے دشمن بن گئے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) اور مسلمانوں نے جو دو "حَکَم" مقرر کیے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ، ان کو خارجیوں نے نہیں مانا۔ اس لیے ان کو حَکَمیہ کہتے ہیں۔

(۳) خارجیوں نے جب حکمین کے فیصلہ کو ٹھکرا دیا اور یہ کہہ دیا کہ حکم اللہ ہی کا ہے اور حرورا کے مقام پر جا کر اکٹھے ہو گئے۔ اس وجہ سے ان کو حروریہ بھی کہتے ہیں۔

(۴) خارجیوں کے ایک فرقہ کو شُراۃ بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ ان کا زعم تھا کہ ہم نے اپنی جانیں اللہ کی راہ میں ثواب و رضا کے لیے فروخت کر ڈالی ہیں۔ شراۃ شاری کی جمع ہے جس کے معنی بیچنے والے کے ہیں۔

(۵) خارجیوں کے ایک فرقہ کو مارقہ بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ دین سے نکلے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے صاف نکل جاتا ہے۔ اور پھر دین میں واپس نہیں آئیں گے۔ لہٰذا یہ وہ فرقہ ہے جو دین اسلام سے قطعی خارج ہے اور ملت و جماعت صحابہؓ سے ہٹا ہوا ہے اور بھاگا ہوا ہے اور ہدایت و صحیح راستہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور امام وقت سے منحرف ہے اور ائمہ پر تلواریں سونت رہا ہے اور ان کے نفوس اور مالوں کو حلال سمجھتا ہے۔ یہ لوگ اپنے مخالفین کو کافر کہتے ہیں۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

## (۳) شیعہ رافضی فرقہ کے بعض عقائد

شیعہ کو رافضی، غالیہ اور طیارہ بھی کہتے ہیں۔

شیعہ کو شیعہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضرت علی المرتضٰی سے اپنی عقیدت میں غلو کرتے ہیں اور انہیں تمام صحابہؓ سے افضل سمجھتے ہیں۔

اور انہیں رافضی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اکثر صحابہ کرامؓ کو چھوڑے ہوئے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی امامت و خلافت کو نہیں مانتے اس لیے کہ انہوں نے حضرت زید بن علی بن حسینؓ کو چھوڑ

[1] کتاب غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۲۰۱۔ موئلفہ سید عبد القادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ)

دیا تھا جب انہوں (یعنی زید بن علی بن حسینؓ) نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ مانا اور ان کی امامت کے قائل ہوئے۔

اور زید بن علی بن حسینؓ نے فرمایا کہ رافضیوں نے مجھے چھوڑ دیا اس کے بعد ان کا لقب رافضی ہی پڑ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت نہ دے اور رافضی وہ ہے جو علیؓ کو عثمانؓ پر فضیلت دے۔

رافضی تین فرقوں میں تقسیم ہیں:

(۱)غالیہ (۲)زیدیہ اور (۳)رافضہ

## فرقہ غالیہ

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

یہ فرقہ حضرت علیؓ کی صفات میں غلو کرتا ہے اور صفات ربوبیت و نبوت سے انہیں متصف قرار دیتا ہے جو حضرت علیؓ المرتضیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

اس فرقہ کی کتابیں لکھنے والے (۱) ہشام بن حکم (۲) علی بن منصور (۳) ابو الاحرص (۴) حسین بن سعید (۵) فضل بن شاذان (۶) ابو عیسیٰ وراق (۷) ابن راوندی تھے۔ یہ فرقہ کثرت سے قم، قاشان، کوفہ اور بلاد ادریسی میں رہائش پذیر ہے۔[1]

---

[1]غنیہ الطالبین مؤلفہ شیخ عبد القادر جیلانی (المولود ۴۷۰ھ المتوفی ۵۶۱ھ) حصہ اول ص ۲۰۵

## فرقہ زیدیہ

زید بن علیؒ بن حسینؓ نے جب ابو بکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ مانا اور ان کی امامت کے قائل ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رافضیوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ زیدیہ کے پھر چھ فرقے ہیں۔

جارودیہ، سلیمانیہ، تبریہ، نعمیہ، یعقوبیہ اور چھٹا فرقہ دنیا میں لوٹنے کا منکر نہیں اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ سے بیزار ہیں۔ [1]

## فرقہ رافضہ

رافضہ جمع رافضی کی ہے۔ اس کی جمع روافض بھی آتی ہے اور رافضہ کے چھ فرقے ہیں:

(۱) امامیہ (۲) غالیہ (۳) خطابیہ

(۴) سبائیہ (۵) اسماعیلیہ (۶) رافضیہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## (۱) فرقہ امامیہ

رافضیوں کی تمام جماعتیں اور تمام فرقے اس پر متفق ہیں کہ:

امامت عقل و نص دونوں سے ثابت ہے۔

اور تمام آفتوں (غلطی، سہو اور بھول چوک) سے امام محفوظ و معصوم ہیں اور ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ کی امامت

---

[1] ایضاً غنیہ الطالبین مؤلفہ شیخ عبد القادر جیلانی (المولود ۴۷۰ھ المتوفی ۵۶۱ھ) حصہ اول ص ۲۰۶

نہیں مانی جائے گی۔ اور ان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ حضرت علیؓ تمام صحابہؓ سے افضل ہیں۔

اور نبی ﷺ کی امامت پر نبی ﷺ سے نص لاتے ہیں۔ اور زیدیہ فرقہ کے علاوہ تمام رافضی ابو بکرؓ و عمرؓ اور تمام صحابہؓ سے بیزار ہیں۔ ہاں بعض صحابہؓ کو مانتے ہیں اور ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت کو ترک کر کے چھ اشخاص([۱] علیؓ [۲] عمارؓ بن یاسر [۳] مقدادؓ بن اسود [۴] سلمانؓ فارسی [۵] ابوذر غفاری[۶] زبیر) کے علاوہ ساری امت نعوذ باللہ مرتد ہو گئی۔ اور اس پر بھی اتفاق پایا جاتا ہے کہ خوف کے زمانہ میں تقیہ کے طور پر امام کہہ دے کہ میں امام نہیں اور وجود میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ وجود میں آنے والی چیزوں کو نہیں جانتا۔

اور قبل از قیامت مردے دنیا میں لوٹ کر آئیں گے اور روافض کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ امام دین و دنیا کے ماضی اور مستقبل کے تمام امور جانتا ہے۔ حتیٰ کہ سنگریزوں کی، بارش کے قطرات، اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی اسے معلوم ہے۔

اور انبیائے کرام کی طرح ائمہ سے بھی معجزے سرزد ہوتے ہیں۔

ان میں اکثر کا قول ہے کہ جس نے حضرت علیؓ سے جنگ کی وہ حق تعالیٰ کا منکر ہوا اور کافر ہو گیا۔ علاوہ ازیں اور بھی ان کے مخصوص

مسائل ہیں۔(کتاب غنیہ الطالبین از سید عبد القادر جیلانی حصہ اول ص ۲۰۶)

## (۲) غالیہ فرقہ

رافضیوں میں فرقہ غالیہ، تمام فرقوں سے علیحدہ ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ انبیائے کرام سے بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) افضل ہیں۔

اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ دیگر صحابہؓ کی طرح حضرت علی مٹی میں مدفون نہیں بلکہ بادل میں تشریف فرما ہیں اور بادل کے اوپر سے اپنے دشمنوں سے لڑتے رہتے ہیں اور آخری زمانہ میں دنیا میں لوٹ کر آئیں گے۔ اور اپنے مخالفین اور اعداء کو تہ تیغ کریں گے۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

اس فرقہ غالیہ رافضیہ کے نزدیک نہ کہ صرف حضرت علیؓ بلکہ دیگر تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے اور ان پر موت کے لیے کوئی راہ نہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت علیؓ نبی ہیں اور جبرئیل ان پر وحی لانے میں چوک گئے، بجائے علیؓ کے محمد ﷺ پر وحی لے آئے۔ اور یہ بھی دعویٰ ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت علی معبود ہیں۔

اللہ کرے ان پر اللہ کی، اس کے تمام فرشتوں کی اور اللہ کی تمام مخلوق کی قیامت تک لعنت برستی رہے۔ کیوں کہ یہ غلو میں حد سے بڑھ

گئے، کفر پر اڑ گئے، اسلام چھوڑ بیٹھے اور ایمان کو خیر باد کہہ دیا ہے۔

## (۳) رافضیہ خطابیہ

رافضیوں میں ایک فرقہ خطّاب کی طرف منسوب ہے۔ یہ لوگ ائمہ کو امین اور انبیاء سمجھتے ہیں، کہتے ہیں ہر زمانہ میں دو قسم کے رسول (بولنے والا رسول اور خاموش رسول) ہوتے ہیں۔ محمد ﷺ ناطق (بولنے والے) رسول ہیں اور علی صامت (خاموش) رسول ہیں۔

## (۴) رافضیہ سبائیہ

سبائیہ، عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب ہے۔ ان کا قول ہے کہ حضرت علیؓ فوت نہیں ہوئے اور قیامت سے قبل تشریف لائیں گے۔ سید حمیری اس فرقہ کے ہیں۔

عبدالوحید الحنفی

## (۵) فرقہ اسماعیلیہ

اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؒ فوت ہو گئے اور ان کے بعد امام اسماعیل ہیں اور وہی ملک کے مالک اور مہدی موعود ہیں۔[1]

## (۶) رافضیہ امامیہ

رافضیوں میں ایک فرقہ امامیہ ہے۔ یہ امامت کا سلسلہ محمد بن حسن عسکری تک لے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ قائم آل محمد ہیں اور وہی

---

1 بحوالہ غنیۃ الطالبین مؤلفہ سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ ص ۲۱۷

مہدی موعود ہیں جو ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جب کہ وہ ظلم سے بھرپور تھی۔[1]

## روافض کے خیالات وعقائد یہودیوں سے ملتے جلتے ہیں

امام شعبیؒ کا قول ہے کہ روافض کی محبت یہودیوں جیسی ہے:

| یہودی | رافضی |
| --- | --- |
| امامت آل داؤد ہی میں ہے۔ | امامت اولاد علیؓ ہی میں ہے۔ |
| جب تک مسیح دجال کا ظہور نہ ہو اور حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نہ اتریں اس وقت تک اللہ کی راہ میں جہاد نہیں۔ | جب تک مہدی موعود کا ظہور نہ ہو اور ہاتف غیبی ان کی صداقت کا اعلان نہ کرے اس وقت تک جہاد نہیں۔ |
| یہودی مغرب کی نماز، تاروں میں روشنی آنے کے بعد پڑھتے ہیں۔ | رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ |
| یہودی نماز میں ہلتے رہتے ہیں۔ | رافضی بھی نماز میں ایسا ہی کرتے ہیں۔ |
| یہودی نماز میں کندھوں پر کپڑا | رافضی بھی کندھوں پر کپڑا لٹکا لیتے |

[1] ایضاً غنیۃ الطالبین ص ۲۱۷

| یہودی | رافضی |
| --- | --- |
| لٹکا لیتے ہیں۔ | ہیں۔ |
| یہودی ہر مسلمان کا خون حلال سمجھتے ہیں۔ | رافضی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ |
| یہودیوں کے نزدیک عورت پر عدت نہیں۔ | رافضیوں کے نزدیک بھی عورت پر عدت نہیں۔ |
| یہودی تین طلاقوں میں کچھ حرج نہیں سمجھتے۔ | رافضی بھی تین طلاقوں کے بعد بھی رجوع میں حرج نہیں سمجھتے۔ |
| یہودیوں نے تورات میں تحریف کی۔ | رافضیوں نے قرآن میں تحریف کا عقیدہ رکھا۔[1] |
| یہودی حضرت جبرائیل کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ | رافضیوں کا اسی طرح عقیدہ ہے۔[2] |

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

[غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۲۱۳۔ مؤلفہ پیر شیخ سید عبد القادر جیلانی (المتوفی ۵۶۱ھ)]

## (۴) معتزلہ فرقہ کے عقائد

معتزلہ کے ۶ فرقے ہیں۔

---

[1] کیوں کہ ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں ردّوبدل کر دیا گیا۔ اور اس کی نظم وترتیب میں گڑبڑ کر دی گئی ہے اور جس ترتیب سے قرآن اترا تھا اسے اس سے پھیر دیا گیا ہے اور ایسے طریقوں پر پڑھا جاتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی۔

[2] ان کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ جبرئیل نے غلطی کی اور بجائے علیؓ کے محمد ﷺ پر وحی لے آئے۔ یہ کذاب اور گستاخ ہیں اور پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں برباد کرے۔

معتزلہ کو معتزلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حق سے ہٹے ہوئے ہیں یا مسلمانوں کے خیالات سے کنارہ کش ہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ بڑے بڑے گناہوں میں ملوث حضرات پر مختلف حکم لگاتے ہیں۔

معتزلہ میں سے بعض کے نزدیک وہ مومن ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک اعمال جزو ایمان میں داخل نہیں۔

اور بعض کے نزدیک کافر ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک اعمال جزو ایمان ہیں۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطا نے ان کے بارے میں ایک تیسرا قول ایجاد کیا اور اس کے قول کی رو سے تمام مسلمانوں سے علیحدہ ہو گیا۔ وہ کہتا ہے بڑے گناہ کرنے والے نہ مسلمان ہیں نہ کافر، اس بنا پر ان کا نام معتزلہ (علیحدہ ہو جانے والے) پڑ گیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید حنفی

## فرقہ قدریہ، معتزلہ

اور انہیں قدریہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ تقدیر کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ گناہوں کے لوگ خود خالق ہیں اللہ خالق نہیں۔

معتزلہ، جہمیہ اور قدریہ یہ سب صفات باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ معتزلہ کے تمام فرقوں کا انکار صفات پر اجماع ہے۔ یہ لوگ اللہ کے علم، قدرت، حیات اور سننے، دیکھنے کا انکار کرتے ہیں۔[1]

[1] از کتاب غنیۃ الطالبین مؤلفہ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی (المتوفی ۵۶۱ھ) حصہ اول ص ۲۱۶

## (۵) مرجیہ فرقہ کے عقائد

مرجیہ کے ۱۲ فرقے ہیں۔

مرجیہ کو مرجیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر انسان ایک بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے وہ جنتی ہے۔
جہنم میں کبھی نہیں جائے گا۔ اگرچہ عمر بھر بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا رہے اور یہ بھی کہ ایمان بلا عمل کے اور شرعی احکام کے اقرار کا نام ہے۔ یعنی جو صرف توحید و رسالت کا قائل ہو جائے، وہ مومن ہے۔ اور یہ بھی کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور ان کا ایمان اور انبیائے کرام اور فرشتوں کا ایمان برابر ہے، جس میں کمی و بیشی نہیں اور ایمان میں استثناء نہیں۔ لہٰذا جو زبان سے توحید کا اقرار کرلے اور عمل نہ کرے وہ مومن ہے۔[1]

## (٦) مشبّہ فرقہ کے عقائد

یہ تین فرقے ہیں۔ ان تینوں فرقوں کے نزدیک بالاتفاق اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے کیوں کہ کوئی موجود شئ بلا جسم نہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ"[2] (اس کی مثل کوئی چیز نہیں)۔
یہ لوگ زیادہ تر رافضیوں اور کرامیہ سے ملتے جلتے ہیں۔

---

[1] از کتاب غنیہ الطالبین حصہ اول ص ۲۱۴۔ مؤلفہ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانیؒ

[2] سورہ الشوریٰ آیت ۱۱

# شیعہ کا اقرار کہ وہ ایک ہزار سال تک تقیہ کرتے رہے

**شیعہ مجتہد لکھتے ہیں:**

**وما گوییم ایں سخن غلط است وایشاں نمی دانند کہ تشیع از زمان صفویہ باہزاراں رنج و دشواری رواج گرفت و بیش از آں تا ہزار سال کشور عجم مانند سائر ممالک اسلامیہ سُنّی بو دند۔[1]**

**ترجمہ: ہم کہتے ہیں: یہ الزام غلط ہے۔ یہ سنی نہیں جانتے کہ شیعہ مذہب تو صفویہ خاندان کے زمانہ سے ہزار رنج اور مشکلات کے ساتھ شائع ہوا اور اس سے پہلے ہزار سال تک عجمی ممالک تمام دیگر اسلامی ممالک کی طرح سنی المذہب تھے۔**

**(۲) شیعہ موئلف کشف الغمہ کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:**

**"یہاں یہ بات معلوم کر لینی چاہیے کہ شیعہ مذہب صفوی[2] زمانہ سے**

---

[1] مقدمہ کتاب "کشف الغمہ" موئلفہ مرزا ابوالحسن شعرانی ص ۱۳
"تحفہ امامیہ" موئلفہ مولانا مہر محمد میانوالوی ص ۱۵۳

[2] صفوی خاندان نے ایران میں ۲۴۰ سال (۹۰۷ھ تا ۱۱۴۸ھ مطابق ۱۴۹۹ء تا ۱۷۳۷ء) تک حکومت کی۔ اس کے تمام حکمران انتہا پسند اور غالی شیعہ تھے۔ صفوی دور میں ایران میں فرقہ اثنا عشریہ کا زور و شور بڑھ گیا۔ اہل السنت کے جمعہ و جماعات پر پابندی عائد کر دی گئی اور ہزاروں علمائے اہل السنت کو قتل کر دیا گیا۔
صفوی بادشاہوں نے شیعہ مذہب کی اشاعت پر زیادہ زور دیا۔ کیوں کہ اس سے پہلے ایران کی

ایران میں شائع ہوا۔ علامہ زواری، شیخ بہاؤ الدین اور ملا فتح اللہ کاشانی جیسے لوگ دولت آصفیہ کے آغاز میں اہل بیت کا طریقہ پھیلانے میں مصروف ہوئے۔"

**حاصل:** اب ایسے مذہب کی حقیقت کا کیا کہنا جو ہزار برس بعد ہی پردہ عدم سے ظہور میں آتا ہے اور اپنے فرقہ کے سوا سب مسلمانوں کو دائرہ ایمان سے خارج جانتا ہے۔ حضرات اہل بیت سے محبت اور عقیدت رکھنے والے کروڑوں اہل سنت تھے۔ ہزار برس ان میں سے کوئی فرقہ شیعہ اہل بیت نہ بنا۔ سب سُنّی تھے۔ مگر ہزار برس بعد یہود اور مجوس کے مغویہ خاندان صفوی نے اختلافی مسائل کو ہوا دے کر نیا

---

اکثریت حنفی المسلک مسلمانوں کی تھی۔ (بحوالہ کتاب مقدمہ نثر فارسی مؤلفہ ایرانی قاضی سعید نفیس پروفیسر فیروز یونیورسٹی ص ۱۲، شیعیت تاریخ و اذکار مؤلفہ پروفیسر طاہر کاظمی ص ۳۵۶)

اسماعیل صفوی نے فرمان جاری کیا کہ تمام اہل السنت و الجماعت اس کی مملکت سے نکل جائیں یا مذہب اثنا عشریہ قبول کریں۔ مجتہدین کا وفد اس کے پاس گیا اور سمجھایا کہ یہ فرمان بالکل غیر اسلامی ہے اور یہ بھی کہا کہ عثمانیہ ترکیہ حکومت میں لاکھوں شیعہ آباد ہیں۔ اگر رد عمل ہوا تو اس کا نتیجہ سخت خوفناک ہوگا۔ اسماعیل صفوی نہ مانا اور قتل کا حکم صادر کر دیا۔

ہزاروں سُنّی مارے گئے۔ شام میں اس کا ردّ عمل ہوا تو ہزاروں شیعہ مارے گئے۔ اس کے بعد دو ہمسایہ مسلمان سلطنتوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اگرچہ صفوی شاہ کو نیچا ہونا دیکھنا پڑا مگر ایک شخص کی غلطی نے شیعہ اور سُنّی تنازعہ ایسا کھڑا کر دیا کہ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ

"اگر یہ تنازعہ برپا نہ ہوتا اور ترک اور ایران باہم نہ الجھتے تو تمام یورپ پر اسلام کا پرچم لہراتا۔" (کتاب مذاہب اسلامیہ مؤلفہ خواجہ محمد عباد اللہ ص ۲۲۶)

مذہب تیار کیا اور پھیلا دیا۔

اللہ تعالیٰ اس نئے مذہب اور فتنہ سے سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں اور مسلک حقہ اہل السنّت والجماعت پر قائم و دائم رکھیں، آمین۔

## (۷) جہمیّہ فرقہ کے عقائد

یہ فرقہ جہمیہ، جم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ اس کا قول ہے کہ ایمان فقط اللہ کی معرفت کا، رسول کو پہچاننے کا، اور جو کچھ اللہ کے پاس سے اترا ہے اسے پہچاننے کا نام ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کی معرفت کا نام ہے، زبان کے اقرار کو اس میں دخل نہیں۔ یہ لوگ میزان کے، عذاب قبر کے اور جنت و جہنم کے مخلوق ہونے کے قائل نہیں۔

ان کے نزدیک یہ دونوں چیزیں ابھی پیدا نہیں ہوئیں جب پیدا ہوں گی تو خاص وقت آنے پر ختم و فنا ہو جائیں گی۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کلام نہیں کیا، اللہ تعالیٰ کلام نہیں کیا کرتا، نہ اس کی کوئی مخصوص جگہ ہے نہ اس کا عرش ہے اور نہ کرسی ہے نہ وہ عرش پر ہے۔ یہ لوگ حق تعالیٰ کی تمام صفات کا انکار کرتے ہیں۔[1]

حالاں کہ یہ عقائد قرآن و حدیث کی تعلیمات کے سراسر خلاف

---

[1] غنیۃ الطالبین مؤلفہ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی حصہ اول ص ۲۱۴

ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بکو اس سے بلند و برتر ہے۔

## (۸) نجاریہ فرقہ کے عقائد

نجاریہ محمد حسین بن محمد نجار کی طرف منسوب ہے ان کے زعم میں ایمان اللہ کی اور اس کے رسول کی معرفت کا نام ہے اور متفق علیہ فرائض کی معرفت کا اور اللہ کے آگے عاجزی کا اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ اگر کوئی ان باتوں میں سے کسی بات سے جاہل رہا اور اس پر حجت قائم ہو گئی۔ لیکن اس کی معرفت حاصل نہیں کی وہ کافر ہے۔[1]

اس کا زعم ہے کہ افعال حقیقی طور پر اللہ کی طرف اور بندوں کی طرف منسوب ہیں یہ فرقہ بھی صفات باری تعالیٰ کا منکر ہے اور صفات کے بارے میں بجز ارادے کے معتزلہ کا ہم خیال ہے۔ کیوں کہ اس نے ثابت کیا ہے کہ: قدیم کا ذاتی اور قدیم ارادہ ہوتا ہے۔ یہ بھی قرآن کو مخلوق کہتا تھا۔[2]

## (۹) فرقہ ضراریہ کے عقائد

ضرار بن عمرو کی طرف منسوب ہے۔ اس کا زعم ہے کہ جسم اعراض کا مجموعہ ہے۔ کہتا ہے کہ اعراض اجسام کی شکل اختیار کر سکتے

---

[1] غنیہ الطالبین حصہ مؤلفہ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی اول ص ۲۱۵

[2] ایضاً غنیہ الطالبین حصہ اول ص ۲۲۲۔ مؤلفہ حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی

عبد الواحد الحنفی

ہیں۔ اور استطاعت انسان کا ایک جزو ہے اور قبل از فعل ہے۔ یہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کی قرأت کو نہیں مانتا۔[1] اس کے نظریات اہل السنّت کے عقائد کے بر عکس ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں۔

## (۱۰) فرقہ کلابیہ کے عقائد

کلابیہ، عبداللہ بن مبارک کلاب کی طرف منسوب ہے۔ اس کا زعم ہے کہ صفات باری تعالیٰ قدیم نہیں اور نہ ہی حادث اور عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات اور اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (یعنی رحمٰن عرش پر قائم ہے) میں "استویٰ" کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منحرف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایک حال پر رہتا ہے اور اس کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں اور قرآن پاک کے حرفوں کا منکر ہے۔[1] اس کے بعض نظریات قرآن کی صریح آیات اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں۔

## نظریہ امامت اور زید بن علی بن حسینؓ کا مناظرہ

(حضرت) زین العابدینؒ کے لڑکے زید بن علی بن حسینؓ، اپنے بھائی محمد باقر سے اس دعوے پر کہ امام کے لیے امامت کا اعلان کرنا ضروری ہے مناظرہ کیا کرتے تھے۔ امام باقر انہیں الزام دیا کرتے تھے

[1] ایضاً غنیۃ الطالبین مؤلفہ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی حصہ اول ص ۲۲۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

کہ اس شرط کی رو سے ہمارے دادا زین العابدینؒ امام ثابت نہیں ہوتے کیوں کہ انہوں نے کبھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کبھی اس کا خیال ان کے دل میں آیا۔[1]

## غالی شیعہ فرقہ

شیعوں میں کچھ غلو کرنے والے فرقے ہیں۔ انہیں غالی شیعہ کہا جاتا ہے۔ یہ عقل وایمان کی حدوں سے بھی پھلانگ گئے ہیں۔ اور ان ائمہ کی "الوہیت" کے قائل ہیں۔ خواہ اس حیثیت سے کہ

"یہ بشر ہیں لیکن صفات الوہیت سے متصف ہیں"

حضرت علیؓ نے ایسے لوگوں کو جنہوں نے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ رائے قائم کی تھی آگ میں جلوادیا تھا۔

اور جب محمد بن حنفیہؒ نے یہ خبر سنی کہ مختار بن ابی عبید ثقفی، ان کے بارے میں یہی رائے رکھتا ہے تو آپ نے اس پر سخت غصہ کا اظہار فرمایا اور صاف صاف لعنت کی اور بیزاری کا اظہار کیا۔

امام جعفر صادقؒ کو جس کی طرف سے بھی یہ شرک والی خبر پہنچی اس کو انہوں نے مورد لعنت بنایا اور اس سے سخت ناراض ہوئے۔[2]

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون ج ۱ حصہ دوم ص ۳۲

[2] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۲۸

حافظ عبد الوحید الحنفی خادم اہلسنت

# فرقہ امامیہ

امامیہ (اثنا عشریہ) سلسلہ "خلافت" اس طرح چلاتے ہیں کہ
پہلے امام (۱) حضرت علیؓ ہیں۔
ان کے بعد وصیت کے ذریعہ (۲) حضرت حسنؓ امام ہوئے۔
پھر (۳) حضرت حسینؓ ان کے بھائی امام ہوئے۔
پھر آپ کے فرزند (۴) علی (زین العابدینؒ) امام ہیں۔
پھر ان کے فرزند (۵) محمد باقرؒ امام ہوئے۔
پھر ان کے فرزند (٦) جعفر صادقؒ امام ہوئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

امام جعفر صادقؒ کے بعد امامیہ حضرات کے دو فرقے ہو جاتے ہیں:
پہلا گروہ ان کے فرزند (۷) اسماعیل کی امامت مانتا ہے۔
دوسرا گروہ ان کے دوسرے فرزند (۷) موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل ہے۔

## پہلا فرقہ اسماعیلیہ کہلاتا ہے

اسماعیلیہ فرقہ کہتا ہے کہ امام (۷) اسماعیل کو ان کے والد حضرت جعفر صادقؒ نے نامزد فرما دیا تھا، امام اسماعیل، اپنے والد کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ لیکن آپ کی امامت کی نامزدگی کا ان کے نزدیک یہ فائدہ مرتب ہوا کہ امامت آپ کی اولاد میں باقی رہی جیسا کہ ہارون اور

موسیٰ کے واقعہ میں ثابت ہے۔

## دوسرا فرقہ اثنا عشریہ کہلاتا ہے

یہ لوگ امامت کو بارہویں امام پر پہنچ کر ختم کر دیتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بارہویں امام محمد (مہدی) لوگوں سے غائب رہیں گے۔ اور ان کا ظہور آخری زمانہ میں ہو گا۔

متاخرین کے نزدیک خاص طور پر اثنا عشریہ فرقہ ہی کو امامیہ کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ (۷) موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کی امامت کے قائل ہیں کیوں کہ ان کے بڑے بھائی امام اسماعیل اپنے والد کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ چناں چہ جعفر صادق نے صراحت کے ساتھ موسیٰ کو امام مقرر کیا۔

پھر ان کے بیٹے (۸) امام علی رضا امام مانے گئے۔ یہ وہی "علی رضا" ہیں جن کو مامون (عباسی خلیفہ) نے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ اور مامون سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ اس لیے انہیں امامت نہ مل سکی۔

پھر ان کے فرزند (۹) محمد تقی امام ہوئے۔

پھر ان کے فرزند (۱۰) علی نقی امام ہوئے۔

پھر ان کے فرزند (۱۱) محمد حسن عسکری امام ہوئے۔

پھر ان کے بیٹے (۱۲) محمد مہدی منتظر امام ہوئے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

پھر ان میں سے ہر مذہب میں کثرت سے جزئی اختلافات ہیں۔ اگر کوئی ان کے تمام حالات پورے پورے معلوم کرنا چاہے تو اسے ابن حزم اور عبد الکریم شہرستانی وغیرہ کی کتاب الملل و النحل کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان کی کتابوں میں اس سلسلہ میں تفصیلی بیان ملے گا۔[1]

## قارئین گمراہ فرقوں سے محتاط رہیں

الغرض ان گمراہ فرقوں کے عقائد کی طرف اختصار کے ساتھ اس کتاب میں اشارہ کیا ہے اور کتاب کے طویل ہو جانے کے حدشہ سے ان فرقوں کے اقوال کی تردید کی طرف اشارے نہیں کیے بلکہ محض ان کے نظریات و اقوال نقل کر دیے ہیں تا کہ قارئین ان سے محتاط رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب اہل السنّت و الجماعت قارئین کرام کو ان گمراہ فرقوں کے اقوال اور نظریات اور اہلِ اقوال کی برائیوں سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمت و نوازش سے اسلام و توحید پر اور سنت پر نجات پانے والے فرقہ اہل السنّت و الجماعت میں شامل کر کے ہمیں اپنے پاس بلائے۔[2]

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۳۸

[2] غنیۃ الطالبین عربی مع اردو موئلفہ شیخ عبد القادر جیلانی ص ۲۲۵، نفیس اکیڈمی کراچی

**آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ و آلِہٖ و اصحابہٖ و سلم۔**

**نوٹ:** مسلمانوں کے صحیح عقائد و افکار کے مطالعہ کے لیے اس رسالہ کے دوسرے حصہ ”مسلمانوں کے عقائد و افکار“ کا مطالعہ فرمائیں۔ جس میں مسلمانوں کے صحیح عقائد اہل السنّت و الجماعت کے نکتہ نظر سے بیان کیے گئے ہیں۔ **و ما علینا الا البلاغ**

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّ سَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

**حافظ عبدالوحید الحنفی**

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۷ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com

یا اللہ جل جلالہ — اصلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ — یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم — حق چار یار

اہل السنّت والجماعت کا نقطہ نظر

# مسلمانوں کے عقائد وافکار

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 46

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

مکتبہ اسلامیہ حنفیہ
بن حافظ جی ضلع میانوالی
0321-5470972

☆☆☆☆


نام کتاب: **مسلمانوں کے عقائد وافکار**

سلسلۂ اشاعت: 46 بار اوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھر وال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 40

قیمت: 40 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 17 ذیقعدہ 1433ھ 5 اکتوبر 2012ء جمعۃ المبارک

ناشر: مرحبا اکیڈمی بن حافظ جی میانوالی روڈ ضلع میانوالی 0321-5470972

ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com


خدام اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ملنے کے پتے:

کشمیر بک ڈپو — تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148

اعوان بک ڈپو — بھون روڈ چکوال 0543-553546

مکتبہ رشیدیہ — بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200

کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ عثمانیہ — بالمقابل دارلعلوم کراچی نمبر 14

اسلامی کتب خانہ — بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

مکتبہ انوار القرآن — نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344

مکتبہ حنفیہ — اردو بازار لاہور 0343-4955890

☆☆☆☆

# فہرست عنوانات

مسلمانوں کے عقائد و افکار ............ 5
اہل السنّت و الجماعت ................ 5
غیر اسلامی فرقہ واریت ................ 6
اصلی کلمہ اسلام و ایمان ................ 7
عقیدہ ختم نبوت ........................ 9
عقیدہ: انبیاء سے کوئی افضل نہیں ........ 9
عقیدہ: غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے ........................................ 9
عقیدہ: تمام صحابہؓ کرام جنتی ہیں ........ 10
(۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت .. 12
(۴) ارکان اسلام ...................... 12
(۵) ارکان ایمان ...................... 13
(۶) اہل السنت و الجماعت کے عقائد و افکار ........................................ 14
عقیدہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں .... 15
عقیدہ: قرآن کامل و مکمل ہے ......... 15
عقیدہ: قیامت کے دِن اللہ کا دیدار ہو گا ........................................ 16
ضروریاتِ دین کے قائل اہل قبلہ ..... 16
ایمان کے معنٰی اور عقائد ............... 16
عقیدہ: شفاعت بر حق ہے .............. 17
تقدیر کے بارے عقیدہ ................. 18
احادیثِ صحیحہ کے بارے عقیدہ ......... 18
دین میں نکتہ چینی کے قائل نہیں ...... 19
تکوینی امور ........................... 19
رفاقیت صحابیت ....................... 19
انبیاءؑ کے بعد صحابہؓ کرام کی فضیلت ... 20
ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کے بارے عقیدہ 20
فضیلت ابو بکرؓ کا عقیدہ ................ 21
حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ جنت میں سردار ہوں گے ........................................ 21
عشرہ مبشرہؓ کو جنت کی بشارت .......... 22
چھ اصحابؓ رسولؐ کے بارے میں عقیدہ 22
حضرت حسنؓ و حسینؓ کے بارے عقیدہ 24
حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے بارے عقیدہ ........................................ 25
حضور ﷺ کی اولاد کے بارے عقیدہ. 25
حجیّت قرآن و سنت .................... 26

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اتباع سلف الصالحین ..................... 26
اللہ و رسولؐ کے حکم کی پیروی ........ 27
تقلید ائمہ مجتہدین ...................... 27
احترام ائمہ مجتہدین و احکام مسح ....... 28
فرضیتِ جہاد ............................ 28
اصلاحِ سلاطین .......................... 29
عقیدہ ایصالِ ثواب ....................... 29
جادوگر کافر ہے ........................ 29
ایمان اور توحید ......................... 30
اسلام لانے میں مساوی اعمال........ 30
عقیدہ جزاء آخرت....................... 31
اصلی کلمہ اسلام کا منکر کافر ہے....... 31
سنّت خلفائے راشدینؓ ................. 32
نشانِ نجات ............................. 33
سنت و بدعت ........................... 34
تمام سنتیں اللہ کی رضا کا سبب ہیں...... 34
امام مہدی پیدا ہوں گے ................ 34
اتباع سنت و اجتنابِ بدعت............ 35
ہر بدعت میں گمراہی ہے .............. 35
دینِ اسلام کامل ہے .................. 36
دین میں ہر نئی بات بدعت ہے ....... 36
افضلیت خاتم النبیینؐ.................. 36
اصحابؓ بیعتِ رضوان ................. 38
عقیدہ حیات النبیؐ..................... 38


☆☆☆☆

دام اہل السنت حافظ عبدالوحید الحنفی

# مسلمانوں کے عقائد وافکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ بِفَضْلِهِ الْعَظِیْم
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَاءِهِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

## اہل السنّت والجماعت

یہ بات تو ہر مسلمان کے علم میں ہے کہ نبی کریم رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے عہد با سعادت اور چاروں خلفائے راشدینؓ کے دور خلافت راشدہ میں سب مسلمان سُنّی تھے یعنی سنت رسولؐ پر عمل کرتے تھے اور اہل السنّت و الجماعت اس لیے ان کو کہا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب سنتِ رسولؐ پر عمل کرنے والی جماعتِ رسولؐ تھی۔ اور جماعتی شکل ہی میں نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ اور یہ کوئی معمولی جماعت نہ تھی بلکہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ کی "جماعت" تھی۔ جب تک مسلمان سنتِ محمدیہ ﷺ اور جماعت صحابہؓ کو معیار حق مانتے تھے۔ سب کے سب مسلمان صرف اہل السنت والجماعت اور مسلمان کہلاتے تھے اور سب آپس میں بھائی بھائی

تھے ان میں کوئی الگ فرقہ نہ تھا اس لیے کوئی اور نام نہ تھا۔

## غیر اسلامی فرقہ واریت

جس وقت مسلمانوں کے اندر پھوٹ ڈالنے کے لیے چند یہود نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا اور عہد خلافتِ راشدہ کے بعد نظریاتی اختلافات کے تحت الگ الگ انکے نام تجویز کیے گئے اس طرح جوں جوں وہ جماعت صحابہؓ سے کٹتے گئے الگ الگ نام رکھتے گئے اور جو لوگ جماعت صحابہؓ کو کامل اور مکمل جنتی مانتے ہیں، وہ آج تک "اہل السنّت و الجماعت" ہی کہلاتے ہیں۔ "اہل السنّت والجماعت" کے امتیازی عنوان میں السنۃ سے مراد "سنتِ رسول ﷺ" اور الجماعت سے مراد "جماعت رسولؐ" ہے یعنی وہ مومنین کاملین کی عظیم "جماعت" مراد ہے جس کو بلاواسطہ آنحضرت ﷺ سے فیض یاب ہونے کا خصوصی شرف نصیب ہوا اور نہ صرف یہ کہ "جماعت رسول ﷺ" کے تمام افراد رسالت محمدیہ ﷺ کے چشم دید گواہ ہیں بلکہ زندگی ہی میں اللہ کی رضا کی سند حاصل کر چکے ہیں سُنّی اور اہل السنّت والجاعت کا عنوان ایک ایسا مقدس عنوان ہے جس سے اسلام حقیقی کی صحیح نشاندہی ہوتی ہے اور وحدت ملی کے لیے ایک صحیح اساس قائم ہو جاتی ہے۔ سنت رسول ﷺ اور جماعت رسولؐ سے ہر وہ مسلمان اپنی نسبت جوڑنا فخر

محسوس کرتا ہے جو سنت رسول ﷺ اور جماعت رسول ﷺ کو برحق مانتا ہے۔ اس کے برعکس جو سنت محمدیہ ؐ اور جماعت صحابہؓ کو معیار حق نہیں مانتا وہ اس عنوان کو فرقہ واریت میں شمار کرتا ہے۔ اس طرح وہ حق اور سچ کو پردے میں رکھنے کی ناپاک جسارت کرتا ہے۔

## اصلی کلمہ اسلام وایمان

(۱) ”اہل السنّت و الجماعت“ مسلمانوں کے نزدیک، اصلی کلمہ اسلام وایمان صرف **لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔

جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ کی رسالت کا اقرار کیا جاتا ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور رسول امین خاتم النبیین ﷺ نے بھی اپنے تیئس سالہ دور رسالت میں کفار کو داخل اسلام کرتے وقت صرف توحید و رسالت کا ہی اقرار کرایا اس لیے یہی کلمہ اسلام ہے اور یہی کلمہ ایمان ہے۔

نبی کریم ﷺ نے کسی شخص سے بھی سوائے توحید و رسالت کی شہادت کے کلمہ اسلام میں اور کسی شخصیت کا اقرار نہیں کرایا اور توحید و رسالت پر مشتمل یہی وہ کلمہ اسلام ہے جس پر ”ملت اسلامیہ“ کا اجماع ہے۔

خلفائے راشدینؓ امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر

فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں بھی متفقہ طور پر یہی کلمہ اسلام تھا جس میں سوائے توحید و رسالت کے اقرار کے اور کسی نبی و رسول اور خلیفہ و امام کے اقرار کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ اس لیے مسلمانوں کے نزدیک بطور کلمہ اسلام و ایمان کے اس میں کمی بیشی کرنا یعنی توحید و رسالت میں سے کسی کا انکار کرنا یا توحید و رسالت کی شہادت کے علاوہ اور کسی خلیفہ و امام یا ولی و مجدد کی خلافت و امامت یا ولایت و مجددیت کی شہادت کو ازروئے عقیدہ ضروری قرار دینا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ "امت مسلمہ" کو اصلی اور اجماعی کلمہ اسلام و بنیادی اصول اسلام توحید و رسالت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

مسلمانانِ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اب کوئی نبی و رسول پیدا نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی ایسا امام پیدا ہو گا جو نبی تو نہ ہو لیکن نبیوں اور رسولوں سے افضل ہو۔ جس طرح حضور ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی ہے اسی طرح اب کوئی شخص ایسا پیدا ہی نہیں ہو گا جو کسی نبی و رسول سے افضل ہو۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## عقیدہ ختم نبوت

(۲) اہل السنت و الجماعت کے نزدیک اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ فلاں شخص محمد رسول اللہ کے بعد پیدا ہوا ہے اور نبی و سول ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

## عقیدہ: انبیاء سے کوئی افضل نہیں

(۳) اسی طرح اہل السنت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں فلاں شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ نبی و رسول تو نہیں لیکن نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں۔ تو وہ بھی اسی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی ایسا انسان پیدا ہی نہیں ہو گا جو نبی یا رسول یا نبیوں اور رسولوں سے افضل ہو۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## عقیدہ: غیر نبی کو نبی سے افضل ماننا کفر ہے

(۴) اہل سنت کے نزدیک غیر نبی کے لیے ایسی امامت کا جو نبوت سے افضل ہو اعتقاد رکھنا عقیدہ کفر ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

# عقیدہ: تمام صحابہؓ کرام جنتی ہیں

(۵) "اہل السنّت و الجماعت" مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کی زیر تربیت جماعت صحابہؓ کے دو دور تھے ایک دور "تربیت" تھا اور ایک دور "خلافت" تھا۔ دور تربیت میں شاگردوں سے خطائیں اور کمزوریاں بھی ہو جاتی ہیں لیکن تربیت کی تکمیل کے بعد دور امتحان سے گزر کر جب نتیجہ میں کسی "جماعت" کو مکمل کامیاب قرار دے کر، کامیابی کی سند دے دی جاتی ہے تو اس کے بعد اس کی دور تربیت کی غلطیاں سوائے مخالفوں اور حاسدوں کے کوئی بیان نہیں کرتا۔ بلکہ جس جماعت کا نتیجہ صد فی صد ثابت ہو اس کے استاذ بھی قابل ستائش اور شاگرد بھی انعام کے لائق ہوتے ہیں۔ "جماعت" میں نئے شامل ہونے والوں کے وہ مقتداء اور پیشوا ہوتے ہیں۔ البتہ جو لوگ "جماعت" سے خارج ہوں یا جو "جماعت" میں شامل نہ ہوں وہی "جماعت" صحابہؓ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی جماعت کو جو کامیابی کی سند دی، وہ روز روشن کی طرح کتب احادیث میں جابجا مذکور ہے۔ "اہل سنت" کے عقیدے میں "صحابہؓ میں نیک و بد کی کوئی تقسیم نہیں"۔

قرآن مجید میں تمام صحابہؓ سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے فرمایا:

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ [پ ۲۷ الحدید آیت]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

"اور ہر ایک سے جنت کا وعدہ ہے۔"

اسی طرح قرآن میں مہاجرین اور انصار صحابہؓ کی اتباع کرنے والوں سے ہی اللہ تعالیٰ نے راضی ہونے اور جنت دینے کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ (پ ۱۱ رکوع نمبر ۲ توبہ آیت نمبر ۱۰۰)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

چاروں خلفائے راشدینؓ، مہاجرین صحابہؓ میں سے ہیں جن کی اتباع کرنے والوں کو ہی رضا نصیب ہو گی اور جنت ملے گی قرآن میں اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جماعت صحابہؓ جس نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر براہ راست بیعت کی اور توحید و رسالت کی شہادت دی۔ پھر خوش نصیب ہیں وہ جو اُن کی پیروی کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں گے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## (۱) توحید (۲) رسالت (۳) قیامت

اسلام کے اصول (۱) توحید اور (۲) رسالت کے بعد (۳) عقیدہ قیامت پر ایمان لانا بھی توحید و رسالت کی طرح فرض ہے۔ فرداً فرداً اولاد آدم اس دار عمل، دار الامتحان سے توحید و رسالت کے عقائد پر عمل کرتے ہوئے دار آخرت میں کوچ کرتے جا رہے ہیں۔ تمام بنی آدم بلکہ موجودہ تمام جہانِ دنیا کی اکٹھی موت کے دن کو روز قیامت کہتے ہیں۔

اُس دن ہر انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس دن انسان کے تمام اعمالِ زندگی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے اس دنیا میں انجام دیے تھے۔ اس لیے قیامت کو یوم الدین (روز جزا) بھی کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ جنتی اعمال والوں کو جنت میں اور جہنمی اعمال والوں کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ کافر ہمیشہ جہنم میں اور اہل ایمان آخر کار جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

## (۴) ارکان اسلام

اہل السنّت والجماعت مسلمانوں کے نزدیک ارکانِ اسلام پانچ ہیں:

(۱) کلمہ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) حج

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا:

"مَا الْاِسْلَام؟" (اسلام کیا ہے؟)

آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكَاةِ وَصَوْمَ رَمَضَانَ وَحَجَّ الْبَيْتِ۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا گواہی دینا کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد رسول اللہ ہیں۔ (۲) اور نماز کا قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ (۴) اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (۵) اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ (ابن ماجہ شریف۔ کتاب فی الایمان ج ۱)

خادم اہل السنّت حافظ عبد الوحید الحنفی

## (۵) ارکان ایمان

اہل السنّت والجماعت مسلمانوں کے نزدیک ارکان ایمان یہ ہیں:

(۱) اللہ پر ایمان (۲) اس کے فرشتوں پر ایمان (۳) اس کے رسولوں پر ایمان (۴) اس کی کتابوں پر ایمان (۵) قیامت کے دن پر ایمان (۶) خیر و شر کی تقدیر پر منجانب اللہ ہونے پر ایمان رکھے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے: آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا:

"مَا الْاِيْمَان؟" (ایمان کیا ہے؟)

آپ ﷺ نے فرمایا:

قَالَ اَنْ تُؤمِنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ و الْیَومِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ یقین کرے تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ خیر و شر اللہ کی تقدیر سے ہے۔[1]

مسلمانوں کے نزدیک سب مومن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں۔ البتہ اعمال کے اندر ایک دوسرے سے کم و بیش ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک اسلام اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اطاعت کرنے کا نام ہے۔ پس لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا۔ ان کی مثال پشت اور پیٹ کی سی ہے۔ یعنی پشت بغیر پیٹ اور پیٹ بغیر پشت کے متصوّر نہیں ہوتا۔[2]

## (٦) اہل السنت والجماعت کے عقائد وافکار

اہل السنت والجماعت کے عقائد وافکار کی تفصیل یہ ہے:

(ا) اللہ، ملائکہ، اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں، اس کے رسول اور جو حکم

---

[1] ابن ماجہ شریف کتاب فی الایمان ج ا

[2] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۲۶ از ابو الحسن اشعری

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بھی اللہ کی طرف سے آیا۔ یا جو جو ذخیرہ احادیث ثقہ راویوں نے آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اور امت تک پہنچایا، ان سب کی حقانیت کا یہ اقرار کرتے ہیں اور ان میں سے کسی شے کی بھی یہ تردید نہیں کرتے۔[1]

## عقیدہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

(۲) اہل السنت و الجماعت مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ ایک، فرد (یگانہ) اور صمد (بے نیاز) ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ جورو۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ جنت برحق ہے اور جہنم بھی موجود ہے۔ قیامت آ کے رہے گی۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں سے لوگوں کو اٹھائیں گے۔[1]

## عقیدہ: قرآن کامل ومکمل ہے

(۳) قرآن کے بارہ میں اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ غیر مخلوق ہے۔ اور کلام سے مراد ان کے نزدیک یہی مجموعہ الفاظ

---

[1] مقالات اسلامیین ج ۱ ص ۳۲۶

(قرآن) ہے یہ کامل و مکمل ہے۔[1]

## عقیدہ: قیامت کے دِن اللہ کا دیدار ہو گا

(۴) اہل السنت و الجماعت مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت کے روز دیدار ہو گا۔ اور اسی طرح ہو گا جس طرح ہم چودھویں کا چاند دیکھتے ہیں۔

## ضروریاتِ دین کے قائل اہل قبلہ

(۵) اہل السنت و الجماعت اہل قبلہ میں سے جو کل متواترات اور ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، کسی کی تکفیر نہیں کرتے چاہے کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب کیوں نہ ہو اگر اس میں ایمان پایا جاتا ہے تو وہ ان کے نزدیک گناہوں کے باوجود مومن ہے۔[1]

## ایمان کے معنیٰ اور عقائد

(٦) اہل السنت و الجماعت کے ہاں ایمان کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ کو ایک مانا جائے۔ اس کے فرشتوں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کو تسلیم کیا

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۲٦

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

جائے۔ تقدیر پر ایمان ہو چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو۔ چاہے شر سے۔ چاہے خوش آیند واقعات سے ہو چاہے تلخ حقائق سے۔ اس پر ایمان اس طرح کا ہونا چاہیے کہ جو مصیبت ٹل گئی وہ کبھی پیش آنے والی نہ تھی، اور جو پیش آگئی ٹلنا اس کے مقدر نہ تھا۔ ایمان یہ ہے کہ توحید اور رسالت کو تسلیم کیا جائے۔ یعنی اس بات کی گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔[1]

## عقیدہ: شفاعت برحق ہے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۷) مسلمان اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت ہو گی اور اس کا استحقاق آپ ﷺ کی امت میں سے ان لوگوں کا ہو گا جنہوں نے کبائر کا ارتکاب کیا ہے۔ ان کے نزدیک عذاب قبر برحق ہے۔ حوض کوثر برحق ہے۔ پل صراط برحق ہے۔ موت کے بعد زندہ ہونا برحق ہے محاسبہ کا پیش آنا برحق ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہمیں اللہ کے روبرو کھڑا ہونا ہے۔

(۸) اہل السنت و الجماعت مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ موحدین میں سے بہتوں کو جہنم میں سے نکال لے گا جیسا کہ آنحضرت

---

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۲۸

ﷺ سے متعدد احادیث میں مروی ہے۔

(۹) دین کے بارہ میں جدل و مناظرہ میں اہل السنت و الجماعت احسن رویہ اختیار کرتے ہیں۔[1]

## تقدیر کے بارے عقیدہ

(۱۰) اہل السنت و الجماعت جبر و قدر کے مسئلوں میں اس بحث سے دامن کشاں رہتے ہیں جو اہل جدل کا شیوہ ہے۔[1]

## احادیثِ صحیحہ کے بارے عقیدہ

خادم حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱۱) اہل السنت و الجماعت مسلمان اس بات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جو احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ یا جو ان آثار میں ہے جو ثقات کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ جن میں ہر راوی عادل ہے اور عادل ہی سے اس نے ان آثار کو نقل بھی کیا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ آخر میں آنحضرت ﷺ تک وسعت پذیر ہو۔[2]

---

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۲۹

[2] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۴۰

## دین میں نکتہ چینی کے قائل نہیں

(۱۲) اہل السنت والجماعت مسلمان مین میخ نکالنا یعنی نکتہ چینی کرنا، کیف (کیوں کر) اور لِمَ (کیوں) کے قائل نہیں۔ اس لیے کہ دین کے معاملہ میں اس طرح کی موشگافیاں بدعت ہیں۔[1]

## تکوینی امور

(۱۳) اہل السنت والجماعت مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے شر کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ شر سے روکا ہے خیر کا حکم دیا ہے اور شر کو برا سمجھا ہے۔ لیکن خیر و شر اس کے تکوینی امور میں ضرور داخل ہے۔[1]

## رفاقیت صحابیت

(۱۴) اہل السنت والجماعت مسلمان سلف کے اس حق کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیغمبر کی رفاقت صحابیتؓ سے بہرہ مند کیا۔ یہ صحابہ کرامؓ کے فضائل کو تو لیتے ہیں لیکن ان جھگڑوں سے دامن کشاں رہتے ہیں جو ان کے چھوٹوں یا بڑوں میں پیدا ہوئے۔[2]

---

[1] مقالات اسلامیین ج ۱ ص ۳۴۰

[2] مقالات اسلامیین ج ۱ ص ۳۴۱

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## انبیاءؑ کے بعد صحابہؓ کرام کی فضیلت

(۱۵) اہل السنت و الجماعت مسلمان جملہ انبیاء کرامؑ کے بعد تمام انسانوں میں درجہ میں خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ صدیق۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ فاروق پھر ان کے بعد حضرت عثمانؓ ذوالنورین پھر ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ علیہم اجمعین کو ترتیب وار افضل ٹھہراتے ہیں۔ اور ان سب سے محبت کرتے ہیں۔ اور تمام صحابہؓ کرام کو بھلائی کے ساتھ ہی یاد کرتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ۔ آنحضرت ﷺ کے بعد امت میں سب سے بہتر ہیں۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کے بارے عقیدہ

(۱۶) اہل السنت والجماعت مسلمان ان تمام احادیث کو تسلیم کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہیں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے:

اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِی، اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ۔ (حدیث صحیح)

ترجمہ: اقتدا کرو ان دونوں کی جو ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔[2]

---

[1] مقالات اسلامیین ج ۱ ص ۳۴۱

[2] حوالہ مسند امام احمد بن حنبل، (۲) ترمذی (۳) سنن ابن ماجہ (۴) الطحاویہ (۵) مسند ابی یعلیٰ،

## فضیلت ابو بکرؓ کا عقیدہ

(۱۷) اہل السنت و الجماعت مسلمان یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے آنحضرت ﷺ کے وصال سے پہلے نمازیں پڑھائیں جیسا کہ حدیث میں صحابہ کو حضور ﷺ نے حکم فرمایا:

مُرُوْا أَبَابَكر فَلْيُصَلِّ بِالنَّاس۔[1]

ترجمہ: حکم کرو ابو بکر کو کہ نماز پڑھائیں لوگوں کو۔ (صحیح حدیث)

## حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ جنت میں سردار ہوں گے

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

(۱۸) اہل السنت و الجماعت مسلمان یہ حدیث بھی صحیح مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَبُوبَكْر وَ عُمَرَ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّة، مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْن، اِلَّا النَبِيِّيْنَ وَالْمُرسَلِيْن۔[2]

ترجمہ: ابو بکر و عمر سردار ہوں گے اہل جنت کے پہلوں اور پچھلوں کے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

---

(۶) احادیث الصحیحہ مصنفہ البانی، (۷) الجامع صغیر۔

[1] حوالہ مسند امام احمد بن حنبل، (۲) بخاری و مسلم، (۳) سنن ترمذی، (۴) سنن ابن ماجہ۔

[2] حوالہ مسند امام احمد بن حنبل (۲) ترمذی، (۳) سنن ابن ماجہ، (۴) مسند ابی یعلیٰ (۵) الطبرانی فی الصغیر، (۶) احادیث الصحیحہ، ناصر البانی، (۷) جامع الصغیر و الزیادت۔

## عشرہ مبشرہؓ کو جنت کی بشارت

(۱۹) اہل السنت و الجماعت مسلمان یہ حدیث بھی صحیح مانتے ہیں: جس میں عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

**اَبُوْبَکرٍ فِی الْجَنَّۃِ، وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ وَطَلْحَۃُ فِی الْجَنَّۃِ، وَالزُّبَیْرُ فِی الْجَنَّۃِ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ فِی الْجَنَّۃِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِی وَقَّاصٍ فِی الْجَنَّۃِ، وَسَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ فِی الْجَنَّۃِ، وَاَبُو عُبَیْدَۃُ بْنَ الْجَرَّاحِ فِی الْجَنَّۃِ۔** [1]

ترجمہ: ابو بکرؓ جنت میں ہوں گے، اور عمرؓ جنت میں ہوں گے، اور عثمانؓ جنت میں ہوں گے، اور علیؓ جنت میں ہوں گے اور طلحہؓ جنت میں ہوں گے، اور زبیرؓ جنت میں ہوں گے، اور عبدالرحمٰنؓ ابن عوف جنت میں ہوں گے اور سعد بن ابی و قاصؓ جنت میں ہوں گے، اور سعید بن زیدؓ جنت میں ہوں گے، اور ابو عبیدہؓ بن الجراح جنت میں ہوں گے۔

## چھ اصحابِؓ رسولؐ کے بارے میں عقیدہ

(۲۰) اہل السنت والجماعت مسلمان یہ حدیث بھی برحق مانتے ہیں

1 مسند امام احمد بن حنبل،(۲) ترمذی شریف،(۳) شرح العقیدہ الطحاویہ (۴) جامع الصغیر والزیادت

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

**اَرْأَفُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوبکر، وَ اَشّدھُمْ فِی دِیْنِ اللّٰہ عُمَر، وَ اَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَان، وَ اَقْضَاھُمْ عَلِیّ، وَ اَفْرَضَھُمَ زَیْد بن ثَابتُ، وَ اَقْرؤھُمْ اُبَیّ، وَ اَعْلَمُھُمْ بِالحَلَال وَ الْحَرَام معَاذُ بِن جَبَلٍ، اَلَاوَ اِنَّ لِکُلِ اُمَّۃِ اَمِیْنًا وَ اَمِیْنَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُو عُبَیدہَ بِنُ الْجَرَاح۔**[1]

ترجمہ: بہت شفقت کرنے والے میری امت میں، میری امت پر ابو بکرؓ ہیں اور زیادہ سخت اللہ کے حکم نافذ کرنے میں عمرؓ ہیں، اور بہت زیادہ حیامیں عثمانؓ ہیں، اور بہترین فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں، اور فرائض کو خوب جاننے والے زیدؓ بن ثابت ہیں، اور حلال و حرام کا بہت عالم معاذؓ بن جبل ہیں۔ اور خبر دار ہر امت میں ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابو عبید اللہؓ بن جراح ہیں۔

اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

**ارحم امتی بامتی ابوبکر، و اشدھم فی امر اللّٰہ عمر، و اصدقھم حیاء عثمان، و اقضاھم علی۔ و أقرؤھم لکتاب اللّٰہ، ابی بن کعب، و افرضھم زید بن ثابت، و اعلمھم**

---

[1] حوالہ (۱) مسند ابی یعلیٰ، (۲) جامع الصغیر والزیادۃ۔ حدیث ۸۶۸۔

**بالحلال و الحرام معاذ بن جبل، و کل امة امین، و امین ھذا الامة ابو عبیدة بن الجراح۔**[1]

ترجمہ: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا میری امت پر ابو بکرؓ ہے ان میں سے سخت اللہ کا حکم نافذ کرنے میں عمرؓ ہے، ان میں سے بہت زیادہ سچے حیا میں حضرت عثمانؓ ہیں، اور ان میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔ اور ان میں سب سے زیادہ بہترین قرآن پڑھنے والے ابی بن کعبؓ ہیں، اور ان میں سب سے زیادہ فرائض کا علم جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں، اور ان میں حلال و حرام کے جاننے والے معاذ بن الجبلؓ اور ہر امت میں ایک امین امت ہوتا ہے، میری امت کے امین ابو عبید اللہ بن الجراحؓ ہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## حضرت حسنؓ و حسینؓ کے بارے عقیدہ

(۲۱) اہل السنت و الجماعت حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

[1](حدیث صحیح) حوالہ: (۱) مسند امام اعظم ابو حنیفہ، (۲) نسائی شریف (۳) ترمذی شریف، (۴) ابن ماجہ، (۵) صحیح ابنِ حبان، (۶) سنن للحاکم، (۷) سنن بیہقی، (۸) احادیث صحیحہ حدیث ۸۹۵۔

**الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة۔**[1]

ترجمہ: (حضرت) حسنؓ اور حسینؓ سردار ہوں گے، اہل جنت کے جوانوں کے۔

## حضور ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے بارے عقیدہ

(۲۲) اہل السنت والجماعت مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج مطہرات مومنوں کی ایمانی مائیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

**وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔** [پ ۲۱۔ سورہ الاحزاب آیت ۶]

(حضور ﷺ کی) بیویاں، مومنوں کی مائیں ہیں۔

اس لیے جو لوگ ازواج مطہرات کو طاہرہ اور مومنہ مانتے ہیں اہل السنت والجماعت ان کو ہی مومن سمجھتے ہیں۔

## حضور ﷺ کی اولاد کے بارے عقیدہ

(۲۳) اہل السنت والجماعت مسلمان حضرت قاسمؓ، حضرت طاہرؓ، حضرت ابراہیمؓ فرزند آنحضرت ﷺ اور حضرت فاطمہؓ، رقیہؓ، زینبؓ

[1] حوالہ (۱) ابن عساکر، (۲) طبقات ابن سعد، (۳) مسند امام احمد بن حنبل، (۴) ترمذی شریف، (۵) طبرانی الکبیر، (۶) طبرانی الصغیر، (۷) مسند حاکم، (۸) جامع اصغیر، (۹) مسند ابن یعلیٰ۔

اور ام کلثومؓ چاروں آنحضرت ﷺ کی بیٹیاں مانتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ و رضو عنھم اجمعین۔

## حجیّت قرآن وسنت

(۲۴) حسبِ ارشاد باری تعالیٰ:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ [النساء ۵۹]

ترجمہ: پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو۔

سُنّی قرآن وسنت کو حجت مانتے ہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

## اتباع سلف الصالحین

(۲۵) سُنّی مسلمان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ سلف میں سے ائمہ دین کا اتباع ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ امور دین میں بدعات سے مجتنب رہیں اور صرف انہی باتوں کی پیروی کریں جن کی پیروی کا اللہ و رسول نے حکم دیا ہے۔[1]

---

[1] عقیدہ ۲۴ و عقیدہ ۲۵: مسلمانوں کے عقائد و افکار ج ا ص ۳۲۶ تا ۳۳۴۔ الحسن اشعری (المولود ۲۶۰ھ المتوفیٰ ۳۲۰ھ)

## اللہ ورسولؐ کے حکم کی پیروی

(۲۶) اہل السنت والجماعت مسلمان کا یہ بھی نظریہ ہے کہ بندوں کا کام یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں پر صابر رہیں۔ اس کے حکموں کی پیروی کریں اور جن چیزوں سے اس نے روکا ہے ان سے باز رہیں۔ عمل میں اخلاص برتیں۔ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں۔ عبادت الٰہی کو اپنا شیوہ بنائیں۔ عامۃ المسلمین کے لیے جذبہ خیر سگالی کا اظہار کریں۔ کبائر سے بچیں۔ زنا اور جھوٹ سے دامن کشاں رہیں مصیبت، فخر اور کبر کو ترک کریں اور لوگوں کی تحقیر اور خود پسندی سے پیچھا چھڑائیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

## تقلید ائمہ مجتہدین

(۲۷) اہل السنت والجماعت کا یہ بھی اصول ہے کہ عمل کرو کتاب اللہ پر، اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو عمل کرو سنت رسول اللہ پر، اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں اور نہ سنت رسول اللہ میں تو عمل کرو اصحاب رسول اللہ کے قول پر جو پسند ہو ان میں سے یعنی مختلف اقوال و اعمال صحابہؓ میں سے کسی ایک قول و عمل پر چلو۔ اور جب بات پہنچے غیر صحابی کے قول و عمل پر تو غیر صحابی کے قول و عمل کو صحابہؓ کے قول و عمل پر ترجیح نہ دو۔

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۴۳ موئلفہ ابوالحسن اشعری

اور جب بات پہنچے مجتہدین کے اجتہاد پر تو تقلید کرو امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کی تحقیق میں سے کسی ایک مجتہد کی تحقیق پر۔

## احترام ائمہ مجتہدین واحکام مسح

(۲۸) اہل السنت والجماعت مسلمانوں کا یہ قول ہے کہ چاروں مجتہد قابل احترام ہیں۔ کسی کی توہین بھی جائز نہیں۔ مقلد کی اقتدا میں ہر مقلد امام کے پیچھے۔ عید، جمعہ اور جماعت جائز ہے چاہے نیک ہو۔ اور چاہے اعمال میں کچھ کمزور ہو۔

موزوں پر مسح کرنے کو اہل السنت والجماعت سنت گردانتے ہیں۔ اور اس میں سفر وحضر کی کوئی تفریق نہیں کرتے۔[1]

عبدالوحید الحنفی

## فرضیتِ جہاد

(۲۹) اہل السنت و الجماعت مشرکین کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ سے لے کر خروج دجال اور اس کے بعد تک فریضہ جہاد کا اثبات کرتے ہیں۔[1]

[1] مقالات اسلامیین ج ۱ ص ۳۴۲ مؤلفہ ابو الحسن اشعری

## اصلاحِ سلاطین

(۳۰) اہل السنت والجماعت مسلمان حکمرانوں کی اصلاح کے لیے دعا کے قائل ہیں اور اسی بات کے قائل ہیں کہ ان کے خلاف قتال بالسیف نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ کہ ایام فتنہ میں لڑائی نہیں ہونا چاہیے۔[1]

## عقیدہ ایصالِ ثواب

(۳۱) اہل السنت والجماعت مسلمان منکر نکیر، معراج، اور رویاء کے بھی قائل ہیں اور اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ جو مسلمان مر چکے ہیں ان کے حق میں دعا کی جائے یا صدقہ دیا جائے ان کو اجر برابر پہنچتا ہے۔[1]

عبدالوحید الحنفی

## جادوگر کافر ہے

(۳۲) اہل السنت والجماعت مسلمان اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ دُنیا میں جادوگروں کا وجود موجود ہے اور جادوگر کافر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سحر دُنیا میں موجود ہے۔[1]

---

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص ۳۳۲

## ایمان اور توحید

(۳۳) سُنّی مسلمان کے نزدیک سب مومن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں۔ البتہ اعمال کے اندر ایک دوسرے سے کم و بیش ہیں۔

سُنّی مسلمان کے نزدیک اسلام اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور اطاعت کرنے کا نام ہے۔ پس لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا۔

ان کی مثال پشت اور پیٹ کی سی ہے۔ یعنی پشت بغیر پیٹ اور پیٹ بغیر پشت کے متصوّر نہیں ہوتا۔[1]

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

## اسلام لانے میں مساوی اعمال

(۳۴) سُنّی مسلمان کے نزدیک سب مومن معرفت (خدا کو پہچاننے میں) اور یقین اور توکل اور محبت اور رضا اور خوف اور رجاء میں اور ان سب پر ایمان لانے میں مساوی ہیں۔ اور ایمان کے علاوہ ان سب چیزوں (اعمال و فضائل وغیرہ) کے اعتبار سے ان میں ضرور فرق ہے۔[1]

---

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص

## عقیدہ جزاء آخرت

(۳۵) اہل السنت و الجماعت مسلمان کہتے ہیں کہ جو مومن تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نیکی اور عمل کو باطل کر دینے والے تمام عیوب سے خالی رہا اور اس نے کفر و ارتداد سے عمل کو باطل نہ کر دیا اور ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ وہ اس کو قبول فرما کر اس پر بدلہ دے گا۔ اور جو گناہ کفر و شرک سے کم درجہ کے ہیں اور اس کے مرتکب نے توبہ بھی نہ کی ہو اور اسی حالت میں فوت ہو گیا ہو لیکن بوصف ایمان تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو دوزخ میں سزا دے اور اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور دوزخ میں بالکل داخل نہ کرے۔ اور جب کسی عمل میں ریا کا دخل ہوتا ہے تو اس سے ثواب و اجر بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح تکبر اور خود پسندی سے بھی عمل باطل ہو جاتا ہے۔[1]

## اصلی کلمہ اسلام کا منکر کافر ہے

(۳۶) اہل السنت و الجماعت مسلمان کے نزدیک کلمہ اسلام و ایمان میں صرف توحید و رسالت کا اقرار پایا جاتا ہے۔ اور تمام ملت

---

[1] مقالات اسلامیین ج ا ص

اسلامیہ کا "لَآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے کلمہ اسلام ہونے پر اجماع ہے تو جو شخص بھی اس میں کمی بیشی کرے گا، وہ اصل کلمہ اسلام کا منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ بوجہ اصلی اور قطعی کلمۂ اسلام کے نامکمل اور ناکافی ماننے کے اس کو کلمہ اسلام کا منکر اور کافر قرار دیا جائے گا۔ ان کے نزدیک اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

## سنّت خلفائے راشدینؓ

(۳۷) اہل السنت و الجماعت مسلمان کے نزدیک سرور کائنات ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو اپنانا ضروری ہے کیوں کہ حضور ﷺ نے وصیت فرمائی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

اوصیکم بتقوی اللہ، و السمع و الطاعۃ، و ان امر علیکم عبد جشی فانہ من یعشی منکم بعدی فیسریٰ اختلافاً کثیراً، فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهدبين ، تمسکوا بھا، و عضوا علیھا بالنواجذ، و ایاکم و محدثات الامور، فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ۔[1]

[1] حدیث صحیح (۱) مسند امام احمد بن حنبل،(۲) صحیح ابوداؤد،(۳) صحیح ترمذی، (۴) صحیح ابن ماجہ، (۵) حاکم،(۶) الارواۃ ۲۴۵ (۷) شرح الطحاویہ (۸) جامع الصغیر والزیادت حدیث ۲۵۴۹

ترجمہ: فرمایا: میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور پرہیز گاری اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ سنو اور اطاعت کرو اگر وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ تم میں سے جو زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے تو اسے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے خلفاء کی سنت کو مضبوط پکڑ لینا چاہیے سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور نئی باتوں (بدعتوں) سے بچے رہنا کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

عبدالوحید الحنفی

## نشانِ نجات

(۳۸) اہل السنت والجماعت مسلمان کے نزدیک حضور ﷺ نے خبر دی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

**اخبر النبی علیه السلام ستفرق امتی علیٰ ثلٰث و سبعین فرقه الناجیه منها واحدة و الباقون هلل۔ قیل و من الناجیة قال اهل السنت و الجماعت قیل و ما السنة و الجماعة قال ما انا علیه و اصحابی۔**[1]

[1] حوالہ (۱) الملل والنحل ج ا ص ۱۳ المتوفی ۵۴۸ھ۔ (۲) حیاء العلوم۔ از امام غزالی۔

ترجمہ: نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی جن میں نجات پانے والا فرقہ ایک ہی ہو گا اور باقی ہلاک ہوں گے۔ پوچھا گیا نجات پانے والے کون ہوں گے۔ فرمایا: اہل السنت و الجماعت۔ پوچھا گیا سنت اور جماعت کیا ہے۔ فرمایا جس پر میں ہوں آج کے دن اور میرے صحابہ۔

## سنت وبدعت

(۳۹) ان کے عقیدے میں بدعت اور سنت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کا وجود دوسرے کی نفی کرتا ہے چناں چہ ان کے نزدیک سنت کو زندہ کرنے سے بدعت کی موت ہے۔ اور اسی طرح بدعت کو رائج کرنا سنت کی موت ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## تمام سنتیں اللہ کی رضا کا سبب ہیں

(۴۰) مسلمانوں کے عقیدہ میں تمام سنتیں اللہ کی رضا کا سبب ہیں اور سنت کی تمام ضدیں شیطان کو راضی کرنے کا ذریعہ ہیں۔

## امام مہدی پیدا ہوں گے

(۴۱) مسلمانوں کے نزدیک قیامت کے قریب امام مہدی پیدا

ہوں گے اور اپنے دور حکومت میں ترویج دین و احیائے سنت فرمائیں گے۔

## اتباع سنت واجتنابِ بدعت

(۴۲) مسلمان پر ہر حال میں جناب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اتباع کرنا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا، بدعات سے پرہیز کرنا لازم ہے اگرچہ بدعات اسے صبح کی روشنی کی مانند چمک دار کیوں نہ نظر آئیں۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

## ہر بدعت میں گمراہی ہے

(۴۳) اہل السنت و الجماعت مسلمان کے نزدیک فی الحقیقت بدعت میں کوئی نور نہیں، بدعت میں کوئی روشنی نہیں۔نہ بیمار کے لیے شفاء ہے اور نہ بیماری کے لیے اس میں دوا ہے۔

ہر بدعت میں گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جائے گی۔

ان کے نزدیک بدعت میں کوئی خیر نہیں اور نہ ہی کوئی حُسن ہے۔

1 مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ج ا

## دینِ اسلام کامل ہے

(۴۴) اہل السنت والجماعت مسلمانوں کے نزدیک دین کی تکمیل واتمام کے بعد کسی چیز میں ایجاد کا دروازہ کھولنا اس کے حسن کو زائل کر دیتا ہے۔ دینِ کامل میں کسی بدعت کو حسنہ کہنا دین کے کامل نہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت کے پورا نہ ہونے کو لازم کرتا ہے۔

## دین میں ہر نئی بات بدعت ہے

(۴۵) مسلمانوں کے نزدیک بدعت میں سوائے اندھیرے اور کدورت کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ان کے نزدیک جب حضور ﷺ خود یہ ارشاد فرما گئے کہ جو شخص ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے گا جو کہ پہلے سے اس میں موجود نہ تھا تو وہ مردود ہے۔ پس جب وہ طریقہ مردود ہے تو اس میں حسن کہاں سے آ گیا۔

## افضلیت خاتم النبیین ﷺ

(۴۶) اہل السنت والجماعت مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں حضرت محمد ﷺ کو چن لیا ہے۔ اور انبیاء کے بعد

ساری مخلوق میں حضور ﷺ کے صحابہؓ کو چن لیا ہے۔ اور صحابہؓ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے رشتے قائم کیے۔ جو صحابہ کرامؓ کا نقص نکالے اُس کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں، اور ایسے شخص کے ساتھ شادی بیاہ نکاح بھی جائز نہیں اور اُس کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں اور اُن کے جنازوں کی نماز پڑھنا بھی جائز نہیں۔

جیسا کہ حضور ﷺ کا حکم ہے اور حدیث رسول ﷺ میں ہے:

**قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حدیث انس:**

**ان اللہ عزوجل اختارنی و اختارلی اصحابی فجعلهم انصاری و جعلهم اصهاری و انه سیجیٔ فی آخر الزمان قوم ینقصونهم الا فلا تؤا کلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تنا کحوهم الا فلا تصلو معهم الا فلا تصلو علیهم۔ علیهم خلت اللعنة۔** [غنیۃ الطالبین ص۱۸۷]

حضرت سید عبدالقادر جیلانی (المولود ۴۷۰ھ المتوفی ۵۶۱ھ) اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں حضرت انسؓ بن مالک سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے لیے میرے صحابہؓ کو چنا۔ اور انہیں میرا معاون بنایا اور ان میں میرے رشتے قائم کیے۔ اخیر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ان میں نقص نکالیں گے، کان کھول کر

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

سن لو!

ان کے ساتھ مت کھاؤ اور ان کے ساتھ مت پیو، نہ ان میں شادی نکاح کرو، نہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھو، اور نہ ان کے جنازوں کی نماز پڑھو۔ انہیں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اُتر آئی ہے۔

## اصحابؓ بیعتِ رضوان

(۴۷) اہل السنت والجماعت مسلمانوں کے عقیدہ میں ہے کہ جن صحابہؓ نے بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا یَدۡخل النّار احد ممن بایع تحت الشجرہ۔

ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔[1]

## عقیدہ حیات النبی ﷺ

(۴۸) اہل السنت والجماعت مسلمانوں کا یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ ظاہری وفات کے بعد تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر میں روح

[1] مسند احمد، مسلم شریف، احادیث الصحیحہ البانی ج ۵ حدیث ۲۱۶۰

خادم اہلسنت عبدالوحید

اور جسم کے تعلق سے ایک برزخی حیات حاصل ہے جو حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ اور زمین پر حرام ہے کہ ان کے جسموں کو کھائے۔

جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

**(۱) الانبیاء صلوٰت اللہ علیھم احیا فی قبورھم یصلون۔**[1]

ترجمہ: حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

**(۲) فامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔**[2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ کو خبر کر دیتا ہے۔

**(۳) من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی نائیا ابلغتہ۔**

ترجمہ: جو میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھے گا میں اس کو سنوں گا اور جو دور سے پڑھے گا مجھے وہ پہنچایا جائے گا۔[3]

**و ما علینا الا البلاغ**

---

1 بیہقی شریف فی حیات الانبیاء۔ ابو یعلیٰ۔ بزار۔ الاحادیث صحیحہ البانی حدیث ۶۲۱۔

2 ابو داؤد عن ابی ہریرہ۔ کنز العمال حدیث ۲۱۵۸۔ ۲۱۹۷۔

3 بیہقی شریف عن ابی ہریرہ۔ کنز العمال ج ۲ حدیث ۲۱۶۳۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اللہ تعالیٰ ہم سب اہل السنّت و الجماعت قارئین کرام کو دوسرے تمام گمراہ فرقوں کے اقوال اور نظریات اور اہلِ اقوال کی برائیوں سے محفوظ فرمائے اور اپنی رحمت و نوازش سے اسلام و توحید پر اور سنت پر نجات پانے والے فرقہ اہل السنّت و الجماعت میں شامل کر کے ہمیں اپنے پاس بلائے۔

**آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ و اٰلِہٖ و اصحابہ و سلم۔**

**نوٹ:** عصر حاضر کے قدیم و جدید مذاہب اور اُن کے عقائد و نظریات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے "تاریخ مذاہب" حصہ سوم سلسلہ نمبر 47 کا مطالعہ فرمائیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء

☆☆☆☆

اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں
النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com

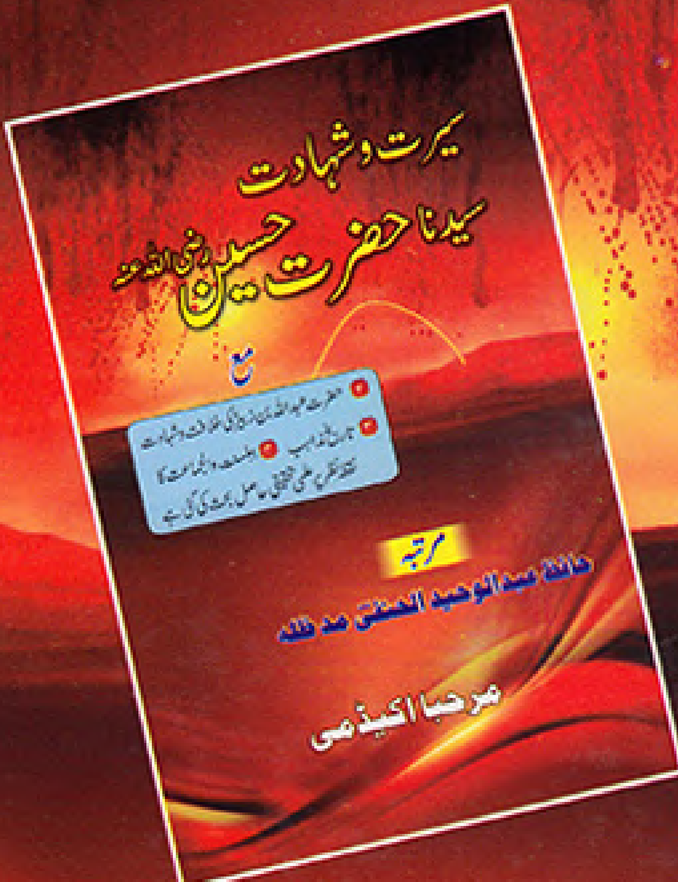


ہدیہ 600

صفحات 640